فہرست

اداریہ 1

باب الخوف (مجلس ۱) 8

باری تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے 10

عبادت کے وقت ڈر کی کیفیت ہو 12

ہماری عبادتوں کی حقیقت 13

بارگاہِ قدس کا ادب سکھادیا 13

اس بارگاہ کا حق کہاں ادا ہوسکتا ہے 14

حضورِ اکرم (ﷺ) کی خشیت 15

ان میں بڑی عبرت ہے 17

قیامت کا منظر 18

قیامت کا زلزلہ 18

ایک رات میں جوان بوڑھا ہوگیا 19

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انسانی پیدائش کی ترتیب 19

نئی فائل تیار کروائی 21

نوشتۂ تقدیر غالب آکر رہتا ہے 22

جہنم کا ایک منظر 23

سب سے کم عذاب 23

گلے تک آگ 25

کانوں تک پسینے میں 25

... تو ہنسو کم، اور روؤ زیادہ 26

سورج ایک میل دور ہو گا 27

اتنا زیادہ پسینہ نکلے گا کہ... 28

جہنم کی گہرائی 29

براہِ راست گفتگو ہو گی 30

... تم لذتیں اُٹھانا چھوڑ دو 31

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیامت کے سوالات 32

باب الخوف مجلس ۲ 35

زندگی ایک سرمایہ ہے 36

جامد سرمایہ 37

سیال سرمایہ 38

عمر مثل برف 40

وقت کی قیمت 41

سلیمانی سلطنت سے بہتر 42

ایک منٹ کی قیمت 43

ہماری اصل پونجی 44

حضرت عبداللہ بن عمرو(رضی اللہ عنہ)اور وقت کی قدر 45

دوسرا سوال 46

ایسی چالاکی ہلاکت ہے 46

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مسائل معلوم کریں 47

اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا 48

خرچ کرنے میں کُل مختار نہیں 50

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا قصہ 50

زمین کی خبریں کیا ہیں ؟ 52

مَیں کیسے راحت پاسکتا ہوں ؟ 53

وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا 55

معاملہ اتنا سخت ہو گا... 56

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۱ 58

امید اور خوف 59

دنیوی دستور بھی ہے 60

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی امید و خوف 61

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی نصیحت 61

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا ارشاد 62
دودھ والی رات یاد ہے؟ 62
کتے پر ترس کھانا کام آگیا 64
گناہ کی حقیقت 65
کبیرہ اور صغیرہ کی بحث 65
بلی پر ظلم نے پکڑوا دیا 66
نیکی کی مجھے بھی ضرورت ہے 67
معمولی گناہ سے بھی بچو 68
امید کسے کہتے ہیں ؟ 69
ایک مثال 69
مؤمن کے ایمان کا تقاضہ 70
امید رکھنا کسے کہتے ہیں ؟ 71
اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے اصول 72

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کس کے اعمال تولے جائیں گے؟ 74

کسی کو عمل جنت میں داخل نہیں کرائے گا 75

توفیق بھی اسی وقت ملتی ہے 76

كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ 77

اس پہلو پر بھی غور کیجیے 79

الہامی مثال 79

ایک اشکال اور اس کا جوب 80

ہمارا مزاج 81

اعمال کا ویلیوئیشن (valuation) 81

زندگی بھر کی محنت کی قیمت 83

زندگی بھر کے نقشوں کا نقشہ 84

یہاں اور وہاں کا تقابل 85

اپنے اعمال پر کبھی بھروسہ نہ کرو 86

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

با حضورِ دل نہ کردم طاعتے 87

اس دربار کے قابل ہیں یا نہیں ؟ 88

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۲ 90

فقیر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے 91

اِس کا احترام کیوں نہیں ؟ 92

ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرو 93

خرچ کرنے کے دو طریقے 94

امید کا صحیح طریقہ 95

امید کا مفہوم ،ایک مثال 95

ایک بزرگ اور ایک ڈپٹی کمشنر 96

مفت میں لینا چاہتا ہے 98

اسی کا نام امید ہے 99

کنوارے کو اولاد کا تعویذ چاہیے ! 99

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنے بس میں جتنا ہو؛ کرلو پھر 100
یہ امید نہیں ؛ ہوس ہے 101
مؤمن کی شان 102
باب کا مقصد 103
جنت میں ضرور جائے گا 104
طلب سے زیادہ عنایت 106
واجب کرنے والے دو کام 108
بَابُ الرَّجَآءِ مجلس ۳ 109
نہایت ہی امید افزا روایت 110
روایت کرنے سے کیوں منع فرمایا؟ 112
اس روایت کا پتہ کیسے چلا؟ 113
عشق است و ہزار بدگمانی 114
جنت کی خوشخبری سنادو 115

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہیں لوگ بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائیں 116

بات ایک ؛ اثر مختلف 117

طبیعتوں کا فرق ... ایک مثال 118

دوسری مثال 119

تیسری مثال 119

اس پہلو کو بھی سامنے رکھنا 120

اہم اور قابلِ فہم بحث 121

ان دوچیزوں کولے کر جائے 123

غزوۂ تبوک 126

کبھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا 128

صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی قربانی 129

بابُ الرَّجآءِ مجلس۴ 131

سچے دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے پر وعدہ 132

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھر کی مسجد بھی ہونی چاہیے 135

اللہ تعالیٰ کو بندوں سے ماں سے زیادہ محبت ہے 136

رحمت غضب پر غالب ہے 138

رحمت کے ایک حصہ کا کمال 139

میرے بندے کو معلوم ہے 141

آدمی نڈر نہ بن جائے 143

آدمی جب بھی توبہ کرے 143

توبہ کا مسئلہ بہت آسان ہے 145

اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو... 147

ایک غلط فہمی کا ازالہ 148

یہ کمال نہیں 149

توشانِ غفاری کا ظہور کیسے ہوتا؟ 149

سالہا سال کی عبادت وہ کام نہیں کرتی 150

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ الرَّجَآءِ مجلس ۵ 152

کلمہ پر جنت کی خوشخبری 153

ہم آپ کو راضی کردیں گے 154

میں راضی ہونے والا نہیں 157

بڑی بے مروتی کی بات 158

اللہ کا اور بندوں کا کیا حق ہے؟ 158

وہ ثابت قدم رہیں گے 161

نیکیوں کا بدلہ دنیا اور آخرت میں 162

نظامِ خداوندی 163

نعمتیں ملنے پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سوچ 164

قابلِ اصلاح تعبیر 165

اللہ کے مقبول بندوں کا حال 166

وجود ہی گناہ 166

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پانچ نمازوں کی مثال 167

حضرت شیخ کے والد ماجد (رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد 168

جنازہ میں چالیس مؤمنوں کی شرکت کی فضیلت 169

جنت میں امتِ محمدیہ کا حصہ 171

کالے بالوں میں ایک سفید بال 172

جہنم میں مؤمن کا فدیہ 174

ہر ایک کے لیے دو دو جگہیں 176

درجات اور درکات 177

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۶ 178

جا! آج بھی تجھے معاف کر دیا 179

باری تعالیٰ بھی ہنس دیں گے 180

نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت 181

ایمان والے مطمئن ہیں 182

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں 183

بس!تمہارا گناہ معاف ہوگیا 185

کیااسلامی سزائیں وحشیت ہے؟ 186

ہم خُرماوہم ثواب 189

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے 189

صلوۃالوضوء کی فضیلت 191

نمازکے اوقات کی تعلیم 195

شیطان کاعجیب تماشہ 195

وضوکاطریقہ 197

مَیں کیوں جھوٹ باندھوں 198

جب رحم کرناچاہتے ہیں 199

پیش روکامطلب 200

جب ہلاک کرناچاہتے ہیں 201

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الرَّجَآءِ 202

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا 203

جب دشمن سازشیں کرے 204

جیسی امید ویسا معاملہ 205

زبانی جمع خرچ نہیں چلے گا 207

جیسے دودھ پیتا بچہ 208

زندگی اسی دھوکہ میں گزرتی ہے 210

جب بھی وہ مجھے یاد کرے 210

اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں 211

اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کتنا تعلق ہے! 212

ایسے دروازے پر ہم کیوں نہ جائیں ؟ 213

کسی کو موت نہ آئے مگر 215

شیطانی حربہ کا توڑ 216

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دریائے رحمت کا کیا عالم ہو گا ! 218

مایوسی دور کرنے کا طریقہ 218

اَلْجَمْعُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ 220

دو بازو 222

تین زمانے؛ تین حالتیں 222

امید اور دھوکہ۔ فرق اور مثالیں 224

خوف اور امید یکساں ضروری 226

امید وخوف؛ معتدل تعلیم 229

اُمتِ محمدیہ کی سزا 230

بڑوں کی باتیں 230

سفید جسم میں ایک کالا بال 231

اہلِ ایمان کا فدیہ 232

اُمید اَفزا روایتیں 232

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر میں آپ کو رسوا نہیں کروں گا 233

سب سے زیادہ اُمیدوالی آیت 233

اگرانسان سن لے 234

جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب 235

فضل البکآء من خشیۃاللہ تعالیٰ وشوقاً الیہ 236

یہ اہل اللہ کی عادت رہی ہے 237

اس کے بعدوہ نہیں ہنسے 238

حضراتِ انبیاء کی کیفیتِ خشیت 238

جوعالم اللہ کے خوف سے روتا نہ ہو 239

صدیقِ اکبر کاخوفِ خدا 240

فاروقِ اعظم کا حال 241

دیگرصحابہ کی کیفیت 242

خشیت کیسے حاصل ہو؟ 242

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کثرت سے رونے والے دو بزرگ 243
یہ اہم چیز ہے 244
آپ (ﷺ) کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے 245
ہنسو کم اور روؤ زیادہ 248
یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے 249
اُمت کی پریشانیوں کی ایک وجہ 250
کام سیکھنے کا طریقہ 250
رونے پر ہی ملتا ہے 251
یہ چیز ختم ہو گئی 253
سات خوش نصیب 253
حضورِ اکرم (ﷺ) کے رونے کی کیفیت 255
حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) رونے لگے 255
آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں 257

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت اُمِّ اَیمن (رضی اللہ عنہ)کاناز 259
اپنے بڑوں کی نقل 260
فوائدِ حدیث 260
حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ)کے رونے کی کیفیت 261
دولت نیکیوں کا بدلہ تو نہیں ؟ 263
دو قطرے اور دو نشان 266
صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)کے دلوں کی کیفیت 268
فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۱ 269
حقیقی سکون وراحت کا راستہ 271
زُہد کیا ہے؟ 272
ہر برائی کی جڑ 272
رُخ صحیح کرلیں 273
حُبِّ دنیا کے کرشمے 274

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حقیقی محبت اگر کسی سے کرتا 275
صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کو نسبتِ اتحاد 276
دوسرا واقعہ 279
ایک وقت میں ایک ہی محبت 280
ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں 281
ضرورت اور محبت 282
دنیا اور دل؛ پانی اور کشتی 283
محمود و ایاز 284
یہ دل میں اُتارنے کی چیز نہیں 285
چوٹ کر گیا 286
دل پر چوٹ لگ گئی 287
زُہد کی اہمیت 288
چار ملکوں کے گورنر کا مکان 289

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فقر کا مطلب 290

دنیوی زندگی کی مثال 291

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۲ 293

باقیات صالحات 294

لہو ولعب 296

زندگی میں تین مرحلے 297

رقیم، متاع اور تبارک 298

استعمال کا سامان 300

دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے 301

تم کو غفلت میں ڈال دیا 302

آخرت کا گھر ہی ہمیشہ کی زندگی ہے 303

حضور کو اندیشہ 304

فقر سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا 306

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیاکی زیب وزینت کاڈر 308

دنیا شیرین اور سر سبز ہے 309

بربادی لانے والی دو چیزیں 310

حقیقی زندگی توآخرت کی ہے 311

میت کے ساتھ تین چیزیں 311

جنت وجہنم کاغوطہ 313

دنیااورآخرت کاموازنہ 314

دنیاکی حقیقت یہ ہے 316

فَضْلُ الزُّهْدِفِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۳ 318

مال کے فتنہ سے بچنے کاعلاج 319

مال ودولت کے بارے حضور(صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)کا نظریہ 322

عمدہ اصول 323

پریشانی سے راحت ملی 325

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ذہنی وفکری تشویش کا علاج 326
میرے پاؤں تو سلامت ہیں 327
اب تو مجھے حق الیقین حاصل ہوگیا 327
یقین کے تین درجے 328
چشم کشا حقیقت 329
حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کا تجویز کردہ علاج 330
قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکے ؟ 331
کروڑپتی کی قسمت میں دال کا پانی 332
ٹینشن کیوں ؟ 332
دنیا کی محبت والوں کا مزاج 333
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لباس 334
قیدخانہ اور جنت 336
ایک اشکال اوراس کا جواب 337

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نادر مثال 338

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۴ 339

دنیا میں اس طرح رہو 340

جیسے راہ گیر 342

اعمال کیے بغیر ثواب 343

دنیا کا قیام 344

محبوب بننے کا نسخہ 345

حضور (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کی فقیری 346

حضورِ اکرم (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کے گھر کا حال 347

حضورِ اکرم (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کا ترکہ 348

حضراتِ صحابہ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُم) کے احوال 349

دنیا کی قدر و قیمت 350

دنیا ملعون ہے 351

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائیداد مت بناؤ 353
موت اس سے جلد دیکھتا ہوں 354
ذہن کی گردش 355
مقصد سے توجہ نہ ہٹے 356
نعمتوں کے متعلق سوال کیاجائے گا 357
عین حکمت کاتقاضہ 360
دور کی نہ سوچ 360
ایک بوڑھاتاجراوراس کے عزائم! 361
ایک مالدارکاعبرت ناک واقعہ 363
توکل پر بصیرت افروز مضمون 364
یہ بھی دیکھا؛وہ بھی دیکھ 365
ٹینشن ؛ناشکری کی سزا 366
شکرگزاری کا نرالاانداز 367

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک ہی سوال مالدار اور غریب سے 368
اُمتِ محمدیہ کا فتنہ 369
مکان کے مختلف درجات 370
رہائش 371
آسائش 371
آرائش 372
نمائش 372
اس کے علاوہ کوئی حق نہیں 373
فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۵............ 375
انسان کا حقیقی مال 376
دوسروں کے مال کا محافظ 377
اصل ضرورت بہت ہی کم ہے 378
ضرورت کی توضیح 379

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مال ودولت بری چیز نہیں 381
فساد کا ارادہ نہ کرو 382
حُبِّ نبوی کے لیے فقرلازمی 383
خوش ہونے کی چیز 384
حالات ؛ صحیح منزل کی علامت 385
آزمائش ناراضگی کی علامت نہیں 386
قابلِ اصلاح نظریہ 387
اسلاف کاطرزِ عمل 388
حُبِ مال وجاہ کی خطرناکی 389
دنیاایک راہ گزرہے 390
خلاصۂ کلام 391
پانچ سوسال پہلے جنت میں داخلہ 392
مال کی کمی؛ جنت میں لے جانے والی 393

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اِس زمانہ کے ایک سوال کا جواب 394

عورتوں کی دوبری عادتیں 394

دنیا کے خوش بخت روکے جائیں گے 396

شاعر کی سچی بات 397

پورے باب کا نچوڑ 398

فَضْلُ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ 401

عنوان کا خلاصہ 402

حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کے مناقب 404

فاتِح روم کی زندگی کا حال 406

مدائن کے گورنر کا حال 408

دنیا کے لیے قربانیاں ؛ آخرت کے لیے کیوں نہیں ؟ 409

عقلمندی کا طریقہ 410

ناخَلَف اولاد کی دوبُری خصلتیں 411

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حقیقی دولت یہ نہیں، وہ ہے 412

ہر نعمت کے متعلق سوال کیا جائے گا 413

ایک قصہ 414

دنیا کی وسعت اگر مطلوب ہوتی 418

اُمت کے لیے بھی پسندیدہ یہی ہے 420

حضور کا زمانہ یاد آگیا 421

حضورِ اکرم (ﷺ) کی غذا 422

ہمارے لیے نمونہ 424

بغیر چھنے آٹے کی روٹی 425

فَضْلُ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ مجلس ۲ 428

افضل ترین افراد کی زندگی 430

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں 431

ہر نعمت کا یہی حق ہے 433

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سابقین اوّلین کی زندگیوں کا حال 434

بڑائی سے خدا کی پناہ 438

ایسے موقعہ پر آدمی خوش ہو 439

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے کھانے 440

اپنے گھر والوں کے لیے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا 442

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی بھوک کا حال 443

روایت سے مستنبط کچھ آداب 447

فَضْلُ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَیْشِ مجلس ۳ 450

بھوک کی وجہ سے بے ہوشی 451

بنیادی ضرورتوں کے لیے زرہ گروی رکھی 452

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے کا دن ایسی حالت میں گزرتا 453

حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی سادگی کا ایک اور نمونہ 454

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بستر 455

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بایں ہمہ ہیچ افسوس ندارد 456
ایسے لوگ آئیں گے 458
خرچ کرنے کی ترتیب 460
جس کو تین چیزیں ملیں 461
میری ضرورت کا مجھ تک پہنچ جاتا ہے 462
غور طلب حقیقت 462
کامیاب ترین آدمی 464
خوش خبری ہے اس کے لیے 465
حضور(ﷺ)اورآپ کے گھرانے کی راتیں 465
اہلِ صفہ کی بھوک پر حضور(ﷺ)کی تسلی 466
بھراہواسب سے بُرا برتن 467
سادگی ایمان کا حصہ ہے 468
عنبر مچھلی کاقصہ 469

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) 471

قیصرِ روم کو دنداں شکن جواب 472

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرتہ کی آستین 473

فَضْلُ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ مجلس ۴ 475

دورِ نبوت کا ایک اہم واقعہ 476

غزوۂ خندق کا پس منظر 483

حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) اور ہم 489

برکت کا ایک قصہ 490

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم وہدایت لے کر بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ موسلادھار بارش کسی جگہ ہوئی، زمین کا ایک بہترین حصہ تھا جس نے اس پانی کو قبول کرکے بہت کچھ گھاس وسبزہ اُگایا۔ بعض زمینیں سخت تھیں، انہوں نے پانی جمع کرلیا پھر ان سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا، انہوں نے خود پانی پیا، جانوروں کو پلایا، کھیتوں کی سینچائی کی۔ یہی بارش بعض ایسی زمینوں پر برسا جو سپاٹ تھیں، نہ پانی جمع کیا، نہ گھاس پودے اُگائے۔ یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین حاصل کیا اس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نفع بخشا خود علم سیکھا، دوسروں سکھایا، اور اس شخص کی جس نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور اللہ تعالیٰ کی جو ہدایت لے کر مَیں بھیجا گیا ہوں اس کو اس نے قبول نہ کی۔

محترم قارئین! یہ وہ دور ہے جس میں دھن دولت کے ساتھ ساتھ علوم کی بھی ریل پیل ہے، نہ معلوم صبح سے شام تک کتنی کتنی اور کیسی کیسی تحقیقات جنم لیتی ہیں، ان علوم کے حاصل کرنے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، ان علوم کے حاملین کروڑوں روپے کماتے ہیں، ان علوم کو پڑھنے اور پڑھانے کے مراکز دنیا بھر میں موجود ہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طلبہ اوراسکالرز کی بھی کوئی کمی نہیں ، نہ جانے لوگ کیسی کیسی ڈگریوں کے سپنے سجاتے ہیں ، محنتیں کرتے ہیں ،قربانیاں بھی دیتے ہیں؛ تب کہیں جاکروہ ڈگریاں حاصل کرپاتے ہیں۔ پھران حضرات کو اعزازت،تمغوں اورایوارڈزسے بھی نوازا جاتا ہے،دوسرے لوگ بڑی حسرت اور رشک سے دیکھتے اورکفِ افسوس مل کررہ جاتے ہیں۔ ان علوم نے دنیاکوکچھ بھی دیا ہو،مال ودولت،کوٹھی وبنگلے،عیش وعشرت،عزت و ثروت لیکن یہ علوم انسانیت کوجوچیز دینے سے عاجز ہیں ،وہ ہے"روحانیت"۔یہ علوم ان کے حاملین اوران کی حوصلہ افزائی کرنے والے -جبکہ علومِ الٰہیہ کو نظرانداز کرتے ہوں - روحانیت اور نورانیت سے عاری ہیں۔بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:-

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

شایدیہ قدیم سے فطرتِ انسانی رہی ہے کہ جوچیز سہولت سے مل جاتی ہے اس کی قدر اسے نہیں ہوتی ؛چاہے وہ کتنی ہی قیمتی اورضروری ہو۔ اور جو چیز بمشکل ہاتھ آتی ہے اس کووہ بہت اہم مانتاہے؛چاہے وہ کتنی ہی مہمل وبے کار کیوں نہ ہو،لیکن خداتعالیٰ توبے نیاز ذات ہے،اس کی سنت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ ضروری اوراہم چیز کوعام رکھتا ہے جو ہر کسی کوبسہولت میسر ہو جائے،چاہے وہ اس کی کتنی ہی ناقدری کرے۔اور غیرضروری و مہمل اشیاء کی وہ فراوانی اور بہتات نہیں کرتا،چاہے کوئی اس کے لیے کتناہی مرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہی معاملہ علوم کے معاملہ میں بھی رہاہے۔سب جانتے ہیں کہ علومِ دنیویہ کو انسانی باطن سے کوئی سروکار نہیں ،یہ علوم تعمیر باطن توکیا کرتے تخریبِ باطن ضرور کر رہے ہیں۔اورجن علوم و فنون کا محور عقلِ انسانی ہو،وہ کیاکچھ جنون کامظاہرہ کریں گے! لیکن ذوق مطالعہ رکھنے والوں کاحال یہ ہے کہ وہ اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے ایسی ہی بے روح،کھوکھلی کتابوں کاسہارالیتےہیں۔بقول ہمارے حضرت دام مجدہم: یومیہ اخبارکو بار بار پڑھیں گےاور سنبھال کرر کھیں گے،میگزین وغیرہ خریدکرپڑھیں گے، ناول، ڈرامے، لطائف پڑھیں گے،اس کے لیے پیسے بھی خرچ کریں گے،لیکن اگرکوئی بندۂ خدا مسجد کے دروازہ پر للہ فی اللہ کوئی دینی کتاب یاپمفلٹ مفت میں تقسیم کرے گا تو بادلِ نا خواستہ قبول توکرلیں گے،لیکن گھرآکرجوایک کونہ میں رکھیں گےتو کبھی اس کی صورت دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کسی کاکیانقصان ہے،اپناہی کھو رہے ہیں۔

قرآنِ پاک اوراس کی تفسیر،حدیثِ مبارکہ اور اس کی تشریح؛یہی ہیں وہ حقیقی علوم جو روحِ انسانی کوتروتازہ رکھتے ہیں۔بھلاعلومِ انسانیہ علومِ الٰہیہ کی برابری کب کرسکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہماری اصلی ضرورت اورغذایہی علومِ الٰہیہ ہیں، اور ان کے تنوع و تفنن کے بارے میں کیا کہاجائے کہ جس موضوع پر چاہیے بے نظیرمواد موجودہے۔

”ریاض الصالحین“ساتویں صدی ہجری میں لکھی گئی حدیثِ مبارکہ کی کتاب ہے جس کے عمومی درس کوکتابی شکل میں یہ ادارہ کئی سالوں سے جلددر جلد”حدیث کے اصلاحی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مضامین“کے نام سے آپ حضرات کی خدمت میں نذرکرنے کی سعادت حاصل کررہاہے، اب تک ہم نے یکے بعد دیگرے مختلف مضامین پڑھے جن میں سے ہرایک اپنے اندر بیش بہانصائح وحکم لیے ہوئے تھے ،اور جلد درکفِ قارئین کے مضامین کی بھی اپنی ہی اہمیت ہے،جس کا صحیح اندازہ تو اس کے مطالعہ کے بعدہی ہوسکتا ہے،تاہم معمول پورا کرنے کے لیے آیئے ہم اس جلد کے مضامین پرایک نظر ڈالیں ، مجموعی طورپر ہم اس کو”خوف ورجاء اور زہد وقناعت“سے معنون کرسکتے ہیں۔

۱: بَابُ الْخَوْف	یعنی	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان
۲: بَابُ الرَّجَآءِ	یعنی	اللہ تعالیٰ سے اُمیدرکھنے کابیان
۳: بَابُ فَضْلِ الرَّجَآءِ	یعنی	اللہ تعالیٰ سے اُمیدرکھنے کی فضیلت
۴: بَابُ الْجَمْعِ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ	یعنی	خوف اورامیدکوجمع کرنا
۵: بَابُ فَضْلِ الْبُکَآءِ مِنْ خَشْیَةِ اللهِ	یعنی	اللہ تعالیٰ کی خشیت اوراس کی محبت میں رونے کی فضیلت
۶: بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ	یعنی	دنیاسے بے رغبتی کی فضیلت
۷: بَابُ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَیْشِ	یعنی	بھوک وفاقہ برداشت کرنا اورسادہ زندگی بسر کرنا

(۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان:-اس بیان میں امام نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے دس[۱۰] آیات اورپندرہ [۱۵]روایات پیش فرمائی ہیں۔تشریح آیات وروایات کے ضمن میں لاتعداد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات سے محظوظ ہوجئے، جنہیں بزرگوں کے ملفوظات اور اکابر کے حالات و واقعات نے چارچاند لگادیئے ہیں۔ ضمنی افادات میں وقت کی قدروقیمت کے تعلق سے بیش قیمت مضمون آپ سے اپناقیمتی وقت اور خصوصی توجہ مانگتاہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے اُمیدرکھنے کابیان:-اس بیان میں آیات چار[۴]جبکہ روایات اٹھائیس [۲۸]ہیں،اس عنوان میں تفسیرآیات سے قبل ہی حضرت اقدس ادام اللہ ظلہ نے مختلف ذیلی عنوانات پر مشتمل ایک مفصل تمہیدبیان فرمائی ہے جس کامطالعہ ان شاء اللہ روح افزا ثابت ہوگا،الحمدللہ عنوان کے ہرگوشہ پر سیر حاصل بحث ہوئی ہے، احادیث ِمبارکہ کی علمی مباحث کوبھی بحسن وخوبی "Cover" کیا گیا ہے،راہ ِسلوک کے مسافرین کی عام اُلجھنوں اوران کے جوابات ِشافیہ سے بھی پہلوتہی نہیں کی گئی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے اُمیدرکھنے کی فضیلت:-اس باب میں ایک [۱]آیت اور تین[۳] روایات ہیں۔

(۴) خوف اورامیدکوجمع کرنا:-اس باب میں سات[۷]آیات اور تین[۳]روایات ہیں

(۵) اللہ تعالیٰ کی خشیت اوراس کی محبت میں رونے کی فضیلت:- دو[۲] آیات اور دس[۱۰] روایات مع ترجمہ تشریح اورافادات پر مشتمل ہے۔

(۶) دنیاسے بے رغبتی کی فضیلت:-زہدوفقر کے فضائل میں امام نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے آٹھ[۸] آیات اور بتّیس[۳۲]روایات جمع فرمائی ہیں۔یہ بہت غور اوریکسوئی سے پڑھنے کا

عنوان ہے۔ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس کا خاص اہتمام فرمایا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آٹھ (۸) آیتیں اور بتّیس (۳۲) روایات منتخب فرمائی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون پر قرآن وحدیث میں مواد بھی خوب ہے جو اس کی اہمیت وضرورت کی جانب مشیر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ "حُبِّ الدُّنيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ" ہر گناہ کی جڑ دنیا کی محبت ہے، یہ نکل جائے تو بیڑا پار ہے، لیکن یہ اتنی آسانی سے نکلتی بھی نہیں۔ اس عنوان کے تحت عجیب و غریب افادات ہیں جو پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب ہم خالی الذہن ہو کر اس مضمون کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ آج دشمنانِ انسانیت لوگوں کو اُلٹا ہی سبق پڑھا رہے ہیں۔ جس چیز کو بے حقیقت بتایا گیا ہے اسی کے فضائل بتائے جا رہے ہیں۔ ایسا ماحول بنا دیا گیا ہے کہ لوگ دنیا کو ضرورت سے زیادہ ہی اہمیت دینے لگے ہیں، لیکن ایک مؤمن کے لیے تو اللہ ورسول سے بڑھ کر کسی کی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اور خالق سے بہتر سبق کون پڑھا سکتا ہے؟ "أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ"

(۷) بھوک وفاقہ برداشت کرنا اور سادہ زندگی بسر کرنا:- یہ باب کل چار [۴] آیات اور اکتّیس [۳۱] احادیث کا انتخاب ہے۔ پڑھتے ہیں تو دل پر اثر ہوتا ہے، اپنی حالت پر نظر ثانی کرنے کی فکر پیدا ہوتی ہے۔

اس طرح سترہ (۱۷) مجالس کا یہ گلدستہ چھتّیس [۳۶] آیات اور ایک سو بائیس [۱۲۲] روایات کی تشریح وتفسیر کا خوبصورت مرقعہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو پڑھ کر ان صفات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کواپنانے کی توفیق عطافرمائے۔حضرت اقدس دام مجدہم کو جزائے خیر دے،آپ کاسایۂ عاطفت بصحت و عافیت اور بسلامتی ٔاعضاء وقویٰ تادیر قائم ودائم رکھے، اور ہمیں حقیقی استفادہ واضافہ کی توفیق بخشے۔((آمین))

کتاب کی تیاری میں اہم اورمشکل ترین مرحلہ مضمون کوسی ڈی ((CD)) سے کاغذپر منتقل کرنے کاہوا کرتاہے ،ہمارے بہت سے محسنین ہیں جنہوں نے آج تک بڑے ذوق وشوق سے یہ خدمت انجام دی ہے، اوران کی اسی محنت نے اصلاحی مضامین کی مختلف جلدوں کاروپ دھارا۔خصوصاًاس جلد ہفتم کے مواد کی فراہمی میں مرکزی کردار مولانامفتی محمدرفیق صاحب کوکنی زیدلطفہٗ(استاذِحدیث وصدرمفتی جامعہ حسینیہ،شری وردھن) اور مولانا مفتی عارف صاحب کنجری دام مجدہٗ (استاذِحدیث وتفسیرجامعہ قاسمیہ،کھروڈ)نے انجام دیاہے کہ ان حضرات نے اپنی نگرانی میں یہ کام کرواکر ہمارے لیے باقی مراحل کی تکمیل ممکن بنائی،ہم ان دونوں بزرگوں اوران کےرضاکاران کے ممنون وشکرگزارہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے،اوران کی علمی اوردینی و ملی خدمات کوقبول فرمائے اور مزیدکی توفیق عطافرمائے ((آمین))

ابوزاہر

۱۹؍صفرالمظفر ۱۴۳۳ھ

۱۴؍۱؍۲۰۱۲

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الخَوفِ (مجلس ۱)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

مجلس ۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ أما بعد:-

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔۔۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَإِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ (البقرۃ:۴۰)

وقال تعالیٰ: إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ (البروج:۱۲)

وقال تعالیٰ: وَ کَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ إِنَّ أَخْذَہٗ أَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۔ إِنَّ فِی ذٰلِكَ لَآیَۃً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الآخِرَۃِ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ۔ وَمَا نُؤَخِّرُہٗ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۔ یَوْمَ یَأْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِہٖ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ۔ فَأَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَشَھِیْقٌ۔ (ھود:۱۰۲ تا ۱۰۶)

وقال تعالیٰ: وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ (آل عمران:۲۸)

وقال تعالیٰ: یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِیْہِ۔ وَأُمِّہٖ وَأَبِیْہِ۔ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ۔ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُغْنِیْہِ۔ (عبس:۳۴ تا ۳۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وقال تعالیٰ:یاأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ. (الحج:۱،۲)

وقال تعالیٰ:وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ. (الرحمن:۴۶)

وقال تعالیٰ:وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءلُونَ. قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ. إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (الطور:۲۵ تا ۲۸)

باری تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے

یہ باب خوف کا قائم کیا ہے کہ آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اللہ تبارک وتعالیٰ بے نیاز ہے، وہ بندوں کی عبادت،تسبیحات اورذکر و اذکار کا محتاج نہیں،بندے جوکچھ بھی کرتے ہیں درحقیقت اس کے ذریعہ سے اپناہی فائدہ حاصل کرتے ہیں،بندوں کی عبادتوں ،ذکراذکار،تسبیحات اور اللہ تعالیٰ کوراضی کرنے کے دوسرے طریقوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اوراس کی بڑائی و شان میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا۔مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں :-

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و دُرفشاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بندے جو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ہیں ، میری تسبیح پڑھتے ہیں ، مجھے یاد کرتے ہیں، میری عبادت کرتے ہیں، تو ان کے سبحان اللہ کہنے کی وجہ سے میں پاک نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ کا ترجمہ ہے: اللہ کی ذات بڑی پاک ہے۔ ہم اگر کہیں کہ اللہ کی ذات بڑی پاک ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں پاکی نہیں آتی، اللہ تعالیٰ تو پاک ہی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ کہنے کی وجہ سے بندے خود پاک ہوتے ہیں اور بندوں کے اندر خوبی پیدا ہوتی ہے۔ یعنی ہم سبحان اللہ کہیں گے تو ہماری گندی زبان پاک ہو جائے گی۔ نعوذباللہ! ہمارے سبحان اللہ کی وجہ سے اللہ کی ذات میں کوئی پاکی نہیں آئے گی۔ یہ تو اس کا احسان وکرم ہے کہ اس نے اپنا نام لینے کی اجازت دی، ورنہ ہماری یہ زبان جن چیزوں میں ہر وقت ملوث رہتی ہے، اور جن گندگیوں کے ہم مرتکب رہتے ہیں، اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بھی اجازت نہ دی جاتی، یہ تو اسی کا کرم ہے کہ اجازت ہی نہیں ، بلکہ حکم دیا۔ فارسی کا ایک شعر ہے:-

هزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

میں ہزار مرتبہ اپنا منہ گلاب ومشک سے دھوؤں، اس کے بعد بھی ہماری زبان اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا کہ اس نے اپنا نام لینے کی اجازت ہی نہیں، بلکہ حکم دیا، اور اس طرح ہماری پاکی کا سامان پیدا کیا۔ بندے جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خودبندے کی ذات پاک ہوتی ہے اوراس کے گناہ جھڑتے ہیں ، اور اللہ تعالیٰ کا قرب و نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔

عبادت کے وقت ڈر کی کیفیت ہو

کہنے کاحاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی عبادتوں کا محتاج نہیں ہے،وہ تو بے نیازہے۔اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کاآدمی کو ہر وقت استحضار رہناچاہیے،اور جب بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اوراس کی اطاعت اور فرمانبرداری بجالائے تو ڈرتے رہنا چاہیے،یعنی گناہ کرتے ہوئے توآدمی کوڈرنا ہی ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے وقت بھی ڈرتے رہنا چاہیے۔قرآنِ پاک میں ہے:﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾حضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا) سے پوچھاگیاکہ اس آیت کے اندر جو بتلایا گیا ہے کہ وہ لوگ جوبھی عمل کرتے ہیں اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں،تواس آیت میں کیایہ مرادہے کہ کوئی آدمی کسی گناہ کاارتکاب کرے اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے ؟ اس لئے کہ اس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ وہ جوکچھ بھی عمل کرتے ہیں اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ توحضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا) نے کہاکہ نہیں ! بلکہ عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے کہ معلوم نہیں میری یہ عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ (ترمذی شریف،۳۱۷۵)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہماری عبادتوں کی حقیقت

ایک آدمی حضرت تھانوی(رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا،اور اس نے اس طرح سے پنکھا جھلنا شروع کیا کہ حضرت کو لگ رہا تھا۔ حضرت نے تھوڑی دیر تو تحمل سے کام لیا،پھر فرمایا:بھائی!تم تو اپنے خیال میں یوں سمجھتے ہو کہ میری خدمت کررہے ہو اور مجھے راحت پہنچا رہے ہو؛لیکن درحقیقت مجھے تکلیف ہورہی ہے۔تو ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں کہ ہم جو عبادتیں انجام دیتے ہیں ان کا حق تو ہم سے ادا ہوتا ہی نہیں ، اوران عبادتوں کے ذریعہ ہم یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوجائیں گے ،حالاں کہ ہمیں تواس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ہماری عبادت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گستاخی نہ ہوجائے۔

بارگاہِ قدس کا ادب سکھادیا

حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی(رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مرزامظہر جانِ جاناں (رحمۃ اللہ علیہ)کے مرید تھے، اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ تھے، ان کی خدمت میں دور دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے،عراق،شام،سرحد،بخارا وسمرقند کے علاقہ کے لوگ بھی رمضان المبارک اور دوسرے دنوں میں حضرت کی خدمت میں سلوک طے کرنے کے لئے حاضری دیا کرتے تھے،سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے بزرگ گزرے ہیں،اوران کا حلقہ بڑا وسیع تھا میں جو سنانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چاہتاہوں وہ یہ ہے کہ وہ جس زمانہ میں حضرت مرزامظہر جانِ جاناں (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت کے گھر میں سے ان سے کہا :بھائی غلام علی! ایک سوئی لاکردو۔وہ سوئی لے آئے، پیرانی صاحبہ نے کہا:غلام علی!تمہیں سوئی بھی خریدنا نہیں آتا؟ایسی موٹی سوئی لے کر آگئے؟انہوں نےجب یہ سناتو رونے لگے اور کہا:انہوں نے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کاادب سکھادیا،جب ہم ایک انسان کی پسندیدگی کے معیار پر پورے نہیں اتر سکتے،یعنی ایک عورت نے ہم سے مطالبہ کیاکہ ہمارے لئے سوئی خرید کر لاؤاور جب ہم نے لاکر پیش کی تو جس قسم کی سوئی چاہتی تھی وہ ہم خرید کر نہیں لا سکے؛ تواللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق جوعبادت ہے وہ ہم کہاں پیش کرسکتے ہیں۔بہت دیر تک اسی چیز کو سوچ کرروتے رہے۔

اس بارگاہ کا حق کہاں اداہو سکتا ہے

ان کاایک واقعہ یہ بھی ہے کہ وہ حضرت مرزاصاحب(رحمۃ اللہ علیہ) کو پنکھا جھلا کرتے تھے، ایک مرتبہ ذراآہستہ جھل رہے تھے ، توحضرت مرزا صاحب نے فرمایا:میاں غلام علی!کچھ کھایابھی ہے یا نہیں ؟ اس طرح آہستہ آہستہ پنکھا جھل رہے ہوکہ مجھے توہوا بھی نہیں آرہی ہے۔توذرازورسے جھلنے لگے،توحضرت نے کہا: تم توجھے اُڑاہی دوگے۔جب یہ دونوں باتیں ہوئیں توڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت! نہ یوں بنے،نہ توں بنے۔تو حضرت نے کہا:لاؤ! میرا پنکھامجھے دیدو، مجھے نہیں جھلوانا۔تووہ رونے لگے اور معافی مانگی۔توحقیقت یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کے جو حقوق ہیں ،اوراس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جو حق ہے وہ توہم سے کہاں ادا ہوسکتا ہے؟اس لیے آدمی کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہناچاہیے۔

حضورِاکرم (ﷺ) کی خشیت

نبیٔ کریم(ﷺ) سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب اور کون ہوگا؟ بخاری شریف میں روایت ہے، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب ہوا ذرا تیز چلنے لگتی تو نبیٔ کریم (ﷺ) مسجد کی طرف لپکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور گڑگڑاتے تھے جب بادل آتے ہوئے دیکھ لیتے توآپ کے چہرۂ انورپرپریشانی کے آثارظاہر ہوجاتے۔ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ بادل کودیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش آئے گی،اور ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ جب کسی بادل کو آتا ہوا دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں ؟ تو حضوراکرم(ﷺ)نے فرمایا:بھائی! کیا گارنٹی (Guarantee) کہ وہ بادل پانی ہی لے کرآرہاہے۔بادل وہ بھی تھاجوقومِ عاد کے اوپر آیاتھااورجب انہوں نے بادل کو آتےہوئےدیکھاتویوں کہاتھا:﴿هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا﴾یہ بادل آرہاہے،ہم پر بارش برسائے گا۔عادایک قوم گزری ہے ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جب ان کے لئے عذاب طے فرمادیا، تو آٹھ دن تک اتنی سخت گرمی پڑی کہ سارے تالاب،دریاندی نالے وغیرہ میں جوکچھ بھی پانی کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ذخیرے تھے؛سب خشک ہوگئے ،لوگ گرمی کی وجہ سے سخت پریشانی میں مبتلا تھے،اس کے بعدایک بادل کو آتا ہوادیکھاتو سب اس بادل کے نیچے آگئے کہ اب بارش برسے گی توہم کوسکون حاصل ہو گا جب وہ سب اس بادل کے نیچے آگئےتواللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسائی اورسب ختم ہوگئےاس لئے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ کیا گارنٹی ہے کہ جوبادل آرہا ہے وہ بارش ہی برسائے گا۔(بخاری شریف،۴۸۲۹)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیازہے،آدمی جتنااللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اتناہی اس سے ڈرتا رہتاہے۔تو یہاں خوف کاباب قائم کیا ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔اسی سلسلہ میں کچھ آیتیں اور حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ مجھ ہی سے ڈرتے رہو،یعنی اصل ڈر تو اللہ تعالیٰ ہی کاہے،کسی اورسے آدمی خوف نہ کرے۔

اور پھر یہ بھی فرمایا﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾اللہ تبارک وتعالیٰ کی پکڑاور اس کی گرفت بہت سخت ہے۔آدمی کواس بات کاتصورکرتے رہناچاہیے۔میں پہلے ہی بتلا چکا ہوں کہ کس بات پرگرفت ہوجائے اس کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی،کبھی چھوٹی سی بات پر بھی گرفت ہوجاتی ہے۔اس لئے آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان میں بڑی عبرت ہے

اور سورۂ ھود کی کچھ آیتیں پیش کی ہیں۔اگلی قوموں کے قصے بیان کئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافرمانیوں پر پکڑا گیااور ان کی گرفت ہوئی، وہ سب بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے ،جب وہ کسی بستی کی پکڑ کرتا ہے جب کہ وہ بستی والے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوں۔بیشک اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہوا کرتی ہے﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ﴾ یہ جتنے بھی قصے بیان کئے گئے،ان میں بڑی عبرت ہے اس آدمی کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ اور آخرت کا جودن ہے اس میں تمام لوگوں کو جمع کیاجائے گااور جسے سب کے سب کھلی آنکھوں دیکھیں گے۔اوریہ مت سمجھئے کہ وہ آنے والا نہیں ہے ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ﴾ ہم نے اس کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے ٹلا رکھا ہے۔ہم نے جو وقت طے کیاہے اس وقت وہ دن آئے گا۔جس دن وہ آجائے گا،اللہ تعالیٰ کے حضور میں کوئی-مومن ہویاکافر۔ بات کرنے کی بھی جرأت نہیں کرے گا۔ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہوگی تو بات کرے گا﴿فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾اور قیامت کے دن میدانِ حشر میں دونوں قسم کے لوگ ہوں گے،نیک بخت بھی ہوں گے اور بدبخت بھی ہوں گے، اور اس میں جوبدبخت ہوں گےوہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، وہ چیخ و پکار کرتے رہیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان آیتوں کو لاکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے کی تاکید فرمارہے ہیں۔

قیامت کا منظر

آگے ایک اورآیت ہے﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾قیامت کے دن آدمی اپنے بھائی،ماں ، باپ،بیوی اوربیٹوں سے بھاگے گا۔یعنی اپنے رشتہ داروں کو دیکھ کر اس ڈرسے بھاگے گاکہ معلوم نہیں وہ مجھ سے کیامطالبہ کربیٹھیں۔عام طورپر آدمی کا دنیامیں جن لوگوں سے واسطہ پڑتاہے،انہیں کے کچھ حقوق باقی رہ جاتے ہیں اور انہیں کی طرف سے مطالبہ کا ڈررہتاہےتواس دن انہیں رشتہ داروں کودیکھ کرآدمی بھاگے گا۔باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن ہر ایک اپنی حالت میں اس طرح گرفتارہوگا کہ دوسروں کی طرف سے بے پرواہ ہوجائے گا۔یعنی اس کو دوسرے کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں ہوگا، بس اپناہی فکر لاحق ہوگا۔

قیامت کا زلزلہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو،بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا خطرناک ہے، جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کوبھول جائے گی اورآپ اس دن لوگوں کو ایسامحسوس کریں گے گویاوہ نشے میں ہیں،حالاں کہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سخت ہے۔اس دن کی ہیبت وخوف لوگوں پر اتنا سخت طاری ہوگا کہ وہ اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے۔

ایک رات میں جوان بوڑھا ہوگیا

کتبِ تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سویا تو اس کے بال سیاہ تھے، صبح میں اُٹھ کر دیکھا تو سب بال سفید تھے۔اس سے پوچھا کہ بھائی! کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے رات کو خواب میں قیامت کا منظر دیکھا، اس کی مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی اور میری طبیعت پر ایسا اثر پڑا کہ سارے سیاہ بال سفید ہوگئے (تفسیر قرطبی، سورۂ مزمل) خواب میں یہ منظر دیکھ کر جب ایسا حال ہوسکتا ہے، تو بیداری میں کیا حال ہوگا؟

انسانی پیدائش کی ترتیب

حدیث ۳۹۶

عَنْ بْنِ مَسْعُوْدٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَهُوَ الصادق المصدوق : إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِى بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يوماً نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ المَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ : بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. فَوَالَّذِى لا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وبَيْنَهَا إِلاَّ ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيهِ الكِتَابُ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا. وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلاَّ ذِرَاعٌ. فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے ارشاد فرمایا، حال یہ ہے کہ آپ سچے بھی ہیں اور آپ کی تصدیق بھی کی گئی ہے (یعنی لوگ آپ پر ایمان بھی لائے اور آپ کی بات کو سچا بھی مانا) کہ انسان کو اس کی پیدائش کے لئے نطفہ کی شکل میں اس کی ماں کے رحم میں چالیس دن تک جمع کیا جاتا ہے (جب مرد کا نطفہ عورت کے رحم کے اندر جوش اور شدت کے ساتھ پہنچتا ہے تو اس کے ذرات پورے رحم میں پھیل جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو اس نطفہ سے اگر بچہ پیدا کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ اجزاء جو پورے رحم مادر میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں وہ سب دھیرے دھیرے ایک جگہ اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ نطفہ کے سارے منتشر اجزاء جو بچہ دانی میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں وہ سب ایک جگہ چالیس دن میں جمع ہوتے ہیں) اس کے بعد وہ نطفہ جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کرتا ہے (اور اس کی یہ حالت چالیس روز تک رہتی ہے) اس کے بعد پھر وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے (اور یہ کیفیت بھی چالیس دن تک رہتی ہے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں جان ڈالتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچہ کی چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، پہلی چیز تو اس کی روزی، دوسری اس کی عمر، تیسری اس کے اعمال، اور چوتھی وہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نئی فائل تیار کروائی

یہ چار چیزیں جو فرشتہ لکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے متعلق ابھی یہ فیصلہ ہوا۔ بلکہ فیصلہ تو پہلے سے ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یوں سمجھو کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کی پیدائش منظور ہوئی تو لوحِ محفوظ میں اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیج کر اس کے لئے ایک نئی فائل الگ تیار کروائی۔ چناں چہ روایتوں میں آتا ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ باری تعالیٰ! اس کے لئے کیا لکھا جائے؟ باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو! لوحِ محفوظ میں اس کے لئے کیا لکھا گیا ہے؟ اس کے مطابق لکھ دو۔ تو یوں سمجھو کہ ایک سو بیس دن کے بعد اس کی الگ فائل شروع ہو گئی۔ اس کو ایک مثال سے میں سمجھاتا ہوں کہ جیسے حاملہ ہونے کی حالت میں ہسپتال کے اندر ماں کا جب داخلہ ہوتا ہے تو جب تک اس کو بچہ پیدا نہیں ہوا، وہاں تک صرف ماں کی فائل ہوتی ہے، لیکن جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بچہ کی ایک الگ فائل بنائی جاتی ہے، پھر وہ ماں کی فائل میں شمار نہیں ہوتا۔ اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی ہے کہ جب اس کو دنیا میں بھیجنا منظور ہوا تو فرشتہ بھیج کر اس کے لئے الگ معاملہ شروع کیا گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نوشتۂ تقدیر غالب آکر رہتا ہے

(اب دیکھئے کون نیک بخت ہے اور کون بدبخت ہے وہ تو اللہ کی طرف سے طے ہوچکاہے)تو حضوراکرم(ﷺ)فرماتے ہیں : قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ، بعض مرتبہ کوئی آدمی جنتیوں جیسے اعمال کررہا ہوتاہے یعنی لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں کہ اچھے اعمال کررہا ہے، یہاں تک کہ اچھے اعمال کرتے کرتے زندگی کا جب آخری مرحلہ آیااور اب موت میں اور اس میں زیادہ فاصلہ نہیں رہا،اور قریب ہے کہ اپنے اس عمل کے ذریعہ سے جنت میں پہنچ جائے،ایک ہاتھ کافاصلہ رہ گیا(یہ قلیل فاصلہ کی طرف اشارہ ہے،لیکن اللہ تعالیٰ نے روزِازل اس کے لیے جہنمی ہونے کا فیصلہ کیا تھا) تواب وہ فیصلہ غالب آتاہے اوراخیر میں موت سے پہلے وہ جہنمیوں جیسے اعمال کرتا ہے (جس کانتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی حالت میں موت آتی ہے)اور جہنم میں جاتاہے۔اورکوئی آدمی جہنمیوں جیسے عمل کرتارہا،یہاں تک کہ اس کےاور جہنم کے درمیان میں ایک ہاتھ کے برابریعنی تھوڑاسا فاصلہ رہ گیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنتی ہونے کافیصلہ کیا تھا تووہ فیصلہ غالب آتاہے ،اوروہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتاہے(اور اسی پر موت آتی ہے) اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو بھی اپنے عمل پر اعتماد کرکے مطمئن نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ معلوم نہیں انجام کیا ہو؟ملا علی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قاری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے اہل اللہ کو اسی چیز نے فکر اور تشویش میں ڈال رکھا ہے کہ معلوم نہیں انجام کیا ہو؟ اس لئے کہ فیصلہ اسی پر ہوتا ہے۔

جہنم کا ایک منظر

حدیث ۳۹۷

وعنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کو قیامت کے روز (میدانِ حشر میں) لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار (۷۰۰۰۰) لگام ہوں گی، اور ہر لگام کو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔

افادات:۔ مطلب یہ ہے کہ جہنم اتنی بڑی ہوگی کہ اس کو قریب کرنے کے لئے اتنا زیادہ اہتمام کیا جائے گا۔اس روایت کو لانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ سن کر آدمی کے اندر خوف کی کیفیت پیدا ہو جو اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ سے روکے۔

سب سے کم عذاب

حدیث ۳۹۸

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن النعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ. مَا يَرىٰ أَنَّ أَحَداً أَشَدُّ مِنْهُ عَذَاباً. وَأَنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَاباً۔ (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:۔حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز جہنمیوں میں عذاب کے اعتبار سے سب سے ہلکاوہ آدمی ہو گا جس کے دونوں پاؤں کے تلویوں کے نیچے دوانگارے رکھے جائیں گے۔ان دو انگاروں کا اثر یہ ہو گا کہ اس کا دماغ کھول رہا ہو گا جیسے ہانڈی کو آگ کے اوپر رکھتے ہیں تو اس کا پانی کھولتا ہے۔اور وہ یوں سمجھ رہا ہو گا کہ مجھ سے زیادہ سخت عذاب والا اور کوئی نہیں ہے،حالانکہ سب سے ہلکا عذاب اس کو ہو رہا ہو گا۔

افادات:۔"أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ" پاؤں کا وہ حصہ جو پاؤں زمین پر رکھتے وقت زمین پر نہیں لگتا۔گویا دونوں پاؤں کے ان حصوں میں ایک ایک انگارار کھا جائے گا،اور جہنم کے اندر سب سے ہلکے اور کم عذاب والا آدمی یہ ہو گا۔بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ جہنم کا عذاب بہت ڈرنے کی چیز ہے۔بعض لوگوں کو جب جہنم کے عذاب سے متعلق وعید کی کچھ آیتیں اور احادیث سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑی جرأت سے اپنی زبان سے ایسی ویسی باتیں نکال دیتے ہیں کہ "نعوذ باللہ" جہنم میں چلے جائیں گے۔ یا بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تیری طرف سے سزائیں بھگت لوں گا۔یہ بڑے خطرناک جملے ہیں۔اور سب سے ہلکا عذاب یہ ہے لیکن وہ سمجھ رہا ہو گا کہ مجھ سے زیادہ سخت عذاب والا اور کوئی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گلے تک آگ

حدیث ۳۹۹

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ نَبِيَّ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ۔ (رواہ مسلم)

(الْحُجْزَةُ) مَعْقِدُ الْإِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ وَ (التَّرْقُوَةُ) بِفَتْحِ التَّاءِ وَ ضَمِّ الْقَافِ: هِيَ الْعَظَمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثَغْرَةِ النَّحْرِ وَلِلْإِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ۔

ترجمہ:- حضرت سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جہنمیوں کو جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق آگ پکڑے گی (یعنی جس نے جیسے جیسے گناہ کئے ہوں گے اس کے مناسب اس کو عذاب ہوگا) بعض وہ ہوں گے جن کو ٹخنوں تک آگ لگے گی۔ بعض وہ ہوں گے جن کو گھٹنوں تک آگ پکڑے گی۔ بعض وہ ہوں گے جو کمر تک آگ میں ڈوبے ہوں گے۔ اور بعض گلے تک آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

کانوں تک پسینے میں

حدیث ۴۰۰

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ (رضی اللہ عنہ): أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ أَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔ (متفق عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَ(الرَّشْحُ): الْعَرَقُ۔

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں پیش ہوں گے (اوراس وقت سورج قریب ہوگا، اس کی وجہ سے ہرایک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا) یہاں تک کہ بعض وہ ہوں گے جو کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

افادات:- یعنی ان کے پسینے اتنے ہوں گے کہ وہ کان تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔اور یہ تو میدانِ حشر کا حال ہے، جہنم کا نہیں۔ جہنم کا حال تواوپر بتلایا تھا۔

تو ہنسو کم،اور روؤ زیادہ ...

حدیث ۴۰۱

وَعَنْ أَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً. فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ (متفق علیہ)

ترجمہ:-حضرت اَنس(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مرتبہ ہمیں ایک خطبہ دیا،ویسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا۔اس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے لوگو!آخرت اور جنت و جہنم کے جو حالات میں جانتا ہوں ، اگرتم لوگ جاننے لگو، تو ہنسو کم،اور روؤ زیادہ۔جب نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کی زبان سے یہ ساری باتیں لوگوں نے سنیں تو حضراتِ صحابہ نے مارے غم کے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور خوب رونے لگے۔(یعنی ان کے منہ سے رونے کی آوازیں نکلنے لگیں ۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سورج ایک میل دور ہو گا

حدیث ۴۰۲

وعن المقداد(رضی اللہ عنہ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُولُ: تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ.

قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيُّ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟

قَالَ: فَيَكُونُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلٰى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَاماً۔ قَالَ: وَأَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) بِيَدِهِ إِلٰى فِيهِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت مقداد(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سورج کو مخلوق کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل کی مقدار دور ہو گا۔ حضرت مقداد صحابی سے یہ روایت نقل کرنے والے تابعی حضرت سلیم بن عامر (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں بتلاسکتا کہ میل سے کیا مراد ہے؟ (زمین کی مسافت ناپنے کے لئے بھی میل بولا جاتا ہے جو آٹھ فرلانگ کا ہوتا ہے۔ اور آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے لیے جو سلائی استعمال ہوتی ہے اس کو عربی زبان میں میل کہتے ہیں) تو حضرت سُلَیم تابعی فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو فرمایا کہ ایک میل دور ہو گا، تو میں نہیں بتلا سکتا کہ میل سے کیا مراد ہے؟ زمین ناپنے کا میل یا سرمہ دانی کی سلائی مراد ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اہلِ ہیئت کے یہاں ایک حساب ہے جس کو نور والے میل کہا جاتا ہے۔ تو نور والے میل کے حساب سے سورج زمین سے نو کروڑ تینتیس لاکھ (۹,۳۳,۰۰,۰۰۰) میل دور ہوتا ہے۔ تو سوچنے کی چیز یہ ہے کہ جب اتنا دور ہونے کی صورت میں گرمی کے زمانہ میں اس کی گرمی کی شدت کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہم سے برداشت نہیں ہوتی، تو جب وہ ایک میل دوری پر ہو جائے گا تو پھر اس کی گرمی کا کیا عالَم ہوگا؟

حضورِ اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ سورج کے اتنا قریب ہونے کی وجہ سے تمام لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں غرق ہوں گے۔ بعض لوگ ٹخنوں تک پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ بعض گھٹنوں تک پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ بعض ہنسلی تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور بعض لوگوں کو پسینے کی لگام پہنادی جائے گی یعنی منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ حضورِ اکرم (ﷺ) نے اپنے ہاتھ سے منھ تک اشارہ کرکے بتلایا۔

اتنا زیادہ پسینہ نکلے گا کہ...

حدیث ۴۰۳

وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) قَالَ : يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ۔ (متفق علیه)

وَمَعْنَى يَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ: يَنْزِلُ وَيَغُوْصُ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز لوگ اتنے پسینہ میں غرق اور شرابور ہوں گے کہ ان کا پسینہ بہہ کر زمین کے اندر ستر ہاتھ نیچے تک چلا جائے گا۔

افادات:- پہلی بات تو یہ کہ پسینہ ان کے جسم سے اتنا نکلے گا کہ زمین کے اندر نیچے ستر ہاتھ تک چلا جائے گا۔ اب غور کیجیے کہ جو ندی ہوتی ہے جہاں بارہ مہینے پانی رہتا ہے اس کو بھی کھود کر دیکھئے کہ کتنا نیچے پانی گیا ہے۔ تو جب ان کے پسینہ کا اثر ستر ہاتھ تک نیچے جائے گا تو سوچو کہ کتنا پسینہ نکلے گا۔ اور پھر اس کے بعد جو پسینہ اوپر آئے گا وہ کسی کو ٹخنوں تک، تو کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک اور اخیر میں کانوں تک پہنچے گا۔

جہنم کی گہرائی

حدیث ۴۰۴

وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً. فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا. فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْآنَ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں ہم لوگ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی، تو حضراتِ صحابہ سے پوچھا: معلوم ہے یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا ہے کی آواز آئی؟ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک پتھر تھا جو جہنم کے اندر ستر سال پہلے ڈالا گیا تھا، وہ گرتے گرتے آج اس کی تہہ میں پہنچا، اور تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہنم کتنی گہری ہوگی!)

براہِ راست گفتگو ہوگی

حدیث ۴۰۵

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ مع تشریح:۔ حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ گفتگو فرمائیں گے اس طرح کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان (ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والا) نہیں ہوگا (گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے بالکل اس طرح پیشی ہے کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے اس کی بات چیت ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ سیدھا اس سے سوال کررہے ہیں، اس وقت وہ ڈرے گا کہ کیسے میں اپنا بچاؤ کروں) دائیں طرف دیکھے گا تو جو اعمال اس نے کئے ہیں وہ ہوں گے، بائیں طرف دیکھے گا تو وہاں بھی اپنے ہی اعمال دیکھے گا، اور سامنے دیکھے گا تو جہنم ہوگی (اس لئے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ) اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی کوشش کرو، چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- مطلب یہ ہے کہ کھجور کا ایک آدھا حصہ اللہ کے راستہ میں صدقہ کر کے بھی آدمی اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکتا ہے ، جتنے بھی نیک اعمال ہیں وہ سب جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہیں۔

تم لذتیں اُٹھانا چھوڑ دو...

حدیث ۴۰۷

وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِداً لِلّٰهِ تَعَالَى۔ وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللهِ تَعَالَى۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حديث حسن)

و(اَطَّت) بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وتشديد الطاءِ و(تئط) بِفَتْحِ التَّاء وبعدها همزة مكسورة والأَطِيطُ: صوت الرَّحلِ وَالْقَتَبِ وشِبْهِهِمَا، ومعناه: اَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَاءِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْعَابِدِيْنَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتّٰى أَطَّت. و(الصُّعُدَات) بِضَم الصاد والعين: الطُّرُقَات: ومعنى: (تَجْأَرُوْنَ) تَسْتَغِيْثُوْنَ۔

ترجمہ:- حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ آسمان چرچِرا رہا ہے یعنی بوجھ کی شدت کی وجہ سے اس میں سے آواز نکل رہی ہے (اونٹ کا جو کجاوا ہوتا ہے، اس کے اوپر لکڑی کا فریم رکھا جاتا ہے اور اس کے اوپر بوجھ لادا جاتا ہے، جب اس پر بوجھ لادتے ہیں تو لکڑی کے فریم کے اندر سے چرچرانے کی آواز نکلتی ہے۔ کرسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر کوئی بھاری بھرکم آدمی بیٹھ جائے تو اس کرسی میں سے ایک قسم کی آواز نکلتی ہے؛اس آواز کو چرچرانا کہتے ہیں) اور اس کو حق ہے کہ وہ چرچرائے (کیوں چرچراتا ہے؟) آسمان میں چار انگلی کے برابر بھی جگہ نہیں مگر وہاں ایک فرشتہ ہے جو اپنی پیشانی کو اللہ کے حضور سجدے میں رکھے ہوئے ہے۔(گویا اتنے زیادہ فرشتے آسمان پر ہیں کہ ان کے بوجھ کی وجہ سے آسمان چرچراتا ہے۔)حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! آخرت میں پیش آنے والے ان حالات کو اگر تم جان لوجو میں جانتا ہوں، تو تم ہنسو کم،اور روؤ زیادہ۔بلکہ ان حالات کا اگر تمہیں علم ہوجائے تو تم اپنے بستروں پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل نہیں کروگے۔ (یعنی طبیعت پر ایسا خوف اور ایسی خشیت غالب ہوجائے کہ آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرنا بھی بھول جائے) اور اس خوف کی وجہ سے تم چلّاتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔

افادات:-یہ غفلت بھی اس معنٰی کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی دنیا میں زندگی گزاررہا ہے۔لیکن اتنی بھی غفلت نہ ہوجائے کہ آدمی آخرت کی طرف سے بے خبر ہی ہوجائے۔

قیامت کے سوالات

حدیث ۴۰۷

وَعَنۡ أَبِي بَرۡزَةَ-بِرَآء ثُمَّ زای۔ نَضۡلَةَ بۡنِ عبید الأسلمی (رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): لَا تَزُوۡلُ قَدَمَا عَبۡدٍ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ حَتّٰى يُسۡأَل عَنۡ عُمُرِهٖ فِيۡمَ أَفۡنَاهُ ؟ وَعَنۡ عِلۡمِهٖ فِيۡمَ فَعَلَ فِيۡهِ ؟ وَعَنۡ مَالِهٖ مِنۡ أَيۡنَ اِكۡتَسَبَهُ ؟ وَفِيۡمَ أَنۡفَقَهُ؟ وَعَنۡ جِسۡمِهٖ فِيۡمَ أَبۡلَاهُ ؟ (رَوَاهُ التِّرۡمِذِیُّ،وقَالَ: حديث حسن صحيح)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:-حضرت ابوبرزہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندے کے قدم اللہ تعالیٰ کے حضور سے ہٹ نہیں پائیں گے یہاں تک کہ اس کو چند سوالات کئے جائیں۔پہلا سوال تو یہ پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں ختم کی؟ (آدمی یہ سوچ لے کہ میں جو کچھ کررہاہوں ، اپنی عمر کو جن چیزوں میں بسر کررہا ہوں ،اللہ تعالیٰ کے حضور یہ سوال ہونے والا ہے اور اس کا جواب دینا ہے۔)اور (یہ بھی سوال ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ کے جو احکام تمہیں معلوم تھے ان پر کتنا عمل کیا؟ اورمال (کے متعلق بھی سوال ہو گا کہ) کہاں سے کمایااور کہاں خرچ کیا؟ (آج ہم لوگ مال کی طلب میں تو لگے ہوئے ہیں لیکن کبھی سوچتے نہیں کہ اس کا بھی جواب دینا ہے،کہاں سے آرہا ہے وہ بھی جواب دینا ہے ،اور کہاں خرچ کررہے ہیں وہ بھی جواب دینا ہے۔اس لئے آدمی کمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو مد نظر رکھے اور جس طریقہ سے کمانے کاشریعت نے حکم دیاہے اس کے مطابق کمائے، اگرغلط طریقہ سے حاصل کیا تووہ مصیبت ہے۔اورجائزطریقہ سے کمانے کے بعد غلط طریقہ سے خرچ کیا تو وہ بھی مصیبت ہے۔اس لئے کہاں سے کمایااس کابھی جواب دینا ہے اور کس طرح خرچ کیا اس کا بھی جواب دینا ہے۔)جسم(کے متعلق پوچھاجائے گاکہ)اس کوکہاں پراناکیا۔”

پراناکیا” کا مطلب یہ ہے کہ اس کااستعمال کہاں کیا۔ جسم میں آنکھیں بھی ہیں، زبان،کان،ہاتھ،پاؤں بھی ہے شرم گاہ بھی ہے؛جسم کے مختلف اعضاء جوکچھ بھی کر رہے ہیں ان سب کا اللہ تبارک وتعالیٰ کو جواب دینا ہے، اور وہاں ایسا نہیں ہے کہ کچھ دے دلا کر کام نپٹا لیا جائے،بلکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرشتے مقرر ہیں وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔قیامت کے روز لوگ جب اپنے اعمال نامہ کودیکھیں گے توکہیں گے ﴿مَالِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ أَحْصَاهَا﴾ اس کتاب کو کیا ہو گیا ، یعنی فرشتہ کے لکھے ہوئے اس اعمال نامہ کا کیا حال ہے کہ کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہیں جو اس نے چھوڑی ہو، سب کچھ اندر موجود ہے﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ آدمی جو بولتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگران مقرر ہے، آدمی جو بولتا ہے وہ لکھا جاتا ہے۔اس لئے آدمی کو یہ سوچنا چاہیے کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور جواب کے لیے پیش ہونا ہے اور اپنے کئے کا جواب دینا ہے،اگر یہ سوچے گا تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اور پھونک پھونک کر قدم رکھے گا﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے تصور سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشات اور نفس کے تقاضوں سے روکا؛ تو پھر جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الخَوفِ مجلس ۲

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

﴿ مجلس ۲ ﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوف کا بیان چل رہاہے ، یہ روایت گزشتہ مجلس میں بھی آچکی ہے اسی کے ضمن میں کچھ باتیں آج بھی پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث ۴۰۷

وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ بِرَآء ثُمَّ زای نَضْلَةَ بْنِ عبيد الأسلمی (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ؟ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ فِيْهِ؟ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اِكْتَسَبَهُ؟ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ؟ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ؟

ترجمہ مع تشریح:-حضرت ابو برزہ اَسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے میدان حشر میں نہیں ہٹیں گے،یہاں تک کہ اس سے اس کی عمر کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس کو کہاں ختم کیا۔

زندگی ایک سرمایہ ہے

افادات :-زندگی جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے،دراصل یہی وہ سرمایہ اور دولت ہے جس کو لے کر انسان دنیا کے اندر آتا ہے۔بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسم اوراعضاء کی شکل میں جو نعمتیں اس کو عطاکی جاتی ہیں ان سے دنیامیں رہ کرفائدہ اُٹھانے کے لئے ایک وقتِ مقررہ دیا گیا ہے جس کوہم زندگی اور عمر سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تعبیر کرتے ہیں،یہی ایک سرمایہ ہے جس کو لے کر انسان دنیا کے اندر آتا ہے۔ اور حضراتِ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جو سیال ہے یعنی آدمی اگر اس کو اپنے کام میں لاوے اور اس کو ایسے اعمال میں استعمال کرے جو اس کے لئے کارآمد ہوں،تب بھی عمر ختم ہورہی ہے، اور اگر اس میں کوئی کام نہ کرے،بلکہ ویسے ہی بیٹھا رہے تب بھی اس کی عمر ختم ہوجائے گی، زندگی کے ایام گزرہی رہے ہیں ، آدمی کی سعادت کی بات ہے کہ وہ زندگی کے ان ایام کو ایسے کاموں میں خرچ کرے جو اس کے لئے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخروئی کا باعث ہوں،اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی جس مقصد کے لئے دی ہے اسی مقصد میں اس کو استعمال کرے۔

جامد سرمایہ

اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ دنیا کے اندر دوقسم کے سرمایے اور دولتیں ہیں۔ ایک دولت تو وہ ہے جو آدمی کے اختیار میں ہے، آدمی جب چاہے اس دولت کو استعمال کرے اور جب چاہے اس کو محفوظ رکھے،جیسے زیور ہے کہ جب اس کی مرضی ہوگی اس کو اپنے کام میں لاسکتا ہے،یامثلاً آپ کے پاس پچاس ہزار روپے ہیں،یاسوناچاندی ہے، تو یہ ایک ایساسرمایہ اوردولت ہے جس کو آپ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں استعمال کرسکتے ہیں؛اس کو"جامد سرمایہ" کہتے ہیں۔اگرآپ ابھی خرچ کرنا نہ چاہیں توتجوری میں بند کردیں ، یاکسی کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیں،پھر سال دوسال کے بعد آپ اس کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استعمال کرلیں ، کوئی بات نہیں، آپ جب چاہیں اپنی مرضی کے مطابق اس کواستعمال کریں ،وہ پچاس ہزارروپے یا سوناچاندی کی شکل میں جودولت ہے وہ محفوظ ہے،اگر ابھی ضرورت نہیں ہے تو محفوظ رکھیں۔یہ جامد سرمایہ کہلاتا ہے۔

سیال سرمایہ

اوردوسرا''سرمایہ سیال'' ہوتاہے یعنی ایساسرمایہ کہ اسی وقت آدمی اس سے فائدہ اُٹھالے تب تووہ اُس کے لئے کار آمدہے،اور اگراس وقت فائدہ نہیں اُٹھایا تو وہ سرمایہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا،مثلاً آپ کے پاس ایک زمین تھی،اس پر آپ نے دوکان یامکان تعمیرکیا تاکہ اس کو کرایہ پر دے کراس سے آمدنی حاصل کریں ، اوراس کے لئے آپ نے پیسے خرچ کئے۔تو وہ زمین جس پر مکان بنا ہواہے وہ تو ایک جامد سرمایہ ہے یعنی ایسا سرمایہ ہے کہ جوآپ کے قبضے میں ہے ، آپ کےپاس محفوظ ہے،اور کوئی اس کوآپ کے پاس سے چرا نہیں سکتا، لیکن، ایک مقصد (یعنی کرایہ پر دینے) کے لئے آپ نے اس جگہ ایک عمارت بنائی ہے کہ کرایہ داراس سے فائدہ اُٹھاکراس کے بدلہ میں آپ کو معاوضہ کے طورپرکرایہ ادا کرے۔تومکان رہائش کے لئے ہے، اور دوکان تجارت کے لئے ہے۔اب آپ کرایہ پردیں گے توکرایہ داراس مکان میں رہائش اختیارکرکے جو فائدہ اُٹھاسکتاہے یہ بھی ایک طرح کاسرمایہ اور دولت ہے،آپ اس دولت کو کرایہ دار کے ہاتھوں فروخت کررہے ہیں۔لیکن آپ نے مکان تیار ہونے کے بعد جب اس قابل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوگیاکہ اس میں رہائش اختیار کی جائے،اور جن لوگوں کو ضرورت ہے وہ مطالبہ بھی کررہےہیں کہ آپ کا مکان تیار ہوگیاہے، ہمیں کرایہ پر دیدیجئے،لیکن آپ کہہ دیں کہ نہیں! ابھی نہیں دیناہے ،اور تالا بند کرکے رکھیں ،تواگرچہ مکان ایسا سرمایہ ہے کہ اپنی جگہ پر محفوظ ہے لیکن جس روز سے بنایا تھا اس روز سے لے کر دو سال پورے ہونے تک آپ نے اس کو تالے میں بندرکھا،اگرآپ خود اس میں رہائش اختیارکرتے یا اس کوکرایہ پر دیدیتے،تواس سے جوفائدہ اُٹھایا جاسکتاتھا،اس فائدہ کوآپ کرایہ دارکے ہاتھوں فروخت نہیں کر رہے ہیں ، توجوں جوں وقت نکل رہاہے اس کاوہ فائدہ ضائع ہورہاہے۔تومعلوم ہواکہ اُس مکان میں رہائش اختیار کرکے جو فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے یہ بھی ایک طرح کاسرمایہ ہے، آپ کے پاس وہ دولت ایسی ہے جو سیال ہے، آپ ہاتھ در ہاتھ اسی وقت اس سے فائدہ اُٹھائیں توآپ اس سے کوئی قیمت حاصل کرسکتے ہیں، آپ خود فائدہ اُٹھائیں یا کسی کرایہ دار کو کرایہ پر دے کراس سے رقم حاصل کریں ،یہ بھی ایک طرح کی دولت ہے۔مکان تو آپ کی پروپرٹی ہے جو ایک الگ دولت ہے،لیکن اس سے فائدہ اُٹھاناایک الگ سرمایہ ہے۔

جیسے آپ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ ہمارےملک میں بعض بڑے بڑے سرمائے ضائع ہورہے ہیں۔فلاں جگہ گیس ہے،لیکن وہ ہوامیں تحلیل ہورہی ہے، اور حکومت اس کو ضائع کر رہی ہے۔یہ ایساسیال سرمایہ ہے کہ اس کو حاصل کرکےاِسی وقت فائدہ اُٹھایا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاسکتاہے۔ندیوں میں پانی بہہ رہاہے اس سے بجلی حاصل کی جاسکتی ہے،اگر وہاں کوئی پلانٹ لگاکر اس سے بجلی حاصل نہیں کی گئی تو لوگ کہتے ہیں کہ جو قدرتی سرمایہ اللہ تعالیٰ نے ملک کو دے رکھاہے اس سے حکومت فائدہ نہیں اُٹھاتی ، اسے ضائع کررہی ہے۔

عمر مثل برف

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عمر کے جوایام دے رکھے ہیں اورزندگی عطا کی ہے؛یہ بھی ایک سیال سرمایہ ہے۔مثلاً اس وقت ۸-۳۰ بجے ہیں ،اب ایسا تو ہے نہیں کہ آپ ۸-۳۰ سے ۹-۰۰ بجے تک کا آدھا گھنٹہ تجوری میں بند کرکے رکھ دیں کہ ابھی ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے ،لیکن کل ہمیں اس وقت کی ضرورت پڑے گی تو ہم اِس آدھ گھنٹہ سے فائدہ اُٹھالیں گے۔ایسا نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی کا جو وقت گزررہا ہے، یہ سیال سرمایہ ہے، اس سے فائدہ اُٹھانے اور اس کو کارآمد بنانے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس کو جامد شکل دیدی جائے، یعنی ابھی ہم اس کو کسی کام میں لگالیں اوراس سے فائدہ اُٹھاکر محفوظ کرلیں۔

اسی لئے بزرگوں نے عمر کوبرف کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔برف کے بیوپاری کے پاس اس کی پونجی برف کی شکل میں ہوتی ہے،یہی اس کا رأس المال ہے جو لمحہ بہ لمحہ پگھل رہاہے۔ویسے آپ برف کو تو فرتج میں رکھ کر یا اور طریقوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں لیکن فرض کر لیجئے کہ کسی کے پاس فرتج بھی نہیں ہے اوروہ برف بیچ رہاہے،تو اس کے لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ضروری ہے کہ جلدی سے جلدی اس کو بیچ کر پیسوں کی شکل میں تبدیل کرلے، تب ہی اس کا سرمایہ محفوظ ہوگا۔اس میں جتنی دیر ہوتی جائے گی،اتنی ہی برف پگھلتی چلی جائے گی۔اسی طرح زندگی کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ جو نعمت عطا فرمائی ہے یہ بھی ایک سیال سرمایہ ہے۔خواجہ عزیزالحسن مجذوب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں :ـــہ

ہورہی ہے عمر مثل برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم

یعنی دھیرے دھیرے یہ عمر برف کی طرح گھٹتی جارہی ہے،اب عمر کے ان ایام کو ہم اگر کسی چیز سے بدل کر اپنے لئے کارآمد بنالیں،تو یہ کام کی چیز ہے۔

وقت کی قیمت

میں نے پہلے بھی کسی وقت مثال دی تھی کہ دیکھو!جو وقت گذر رہا ہے اس سے ہم کیا قیمت وصول کرسکتے ہیں؟اس سے دنیوی اعتبار سے بھی قیمت حاصل کرسکتے ہیں اوراُخروی اعتبار سے بھی قیمت حاصل کرسکتے ہیں۔دنیوی اعتبار سے مثلاً آپ نے اپنا وقت کسی کے ہاتھ ملازمت کے طور پر بیچ دیا کہ میں آپ کے یہاں آٹھ گھنٹے نوکری کروں گا، اس کے ساتھ وقت طے ہوا، اب اس ملازمت پر آپ کو جو تنخواہ ملے گی،گویا آپ نے اپنی زندگی کے اس وقت سے پیسوں کی شکل میں فائدہ اُٹھاکر ان پیسوں کو محفوظ کرلیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور دوسری شکل اُخروی اعتبار سے ہے کہ آپ زندگی کے ان ایام کو ان کاموں میں خرچ کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں، اس کو راضی کرنے میں، نیکی کے کاموں میں۔ پھر اس میں بھی مختلف درجات ہیں، کسی کام میں ثواب کم ملتا ہے اور کسی میں زیادہ ملتا ہے۔ فرض کر لیجئے آپ کونے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھتے ہیں تو اس تسبیح پر آپ کو اجر و ثواب ملے گا۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو ایک حرف کے اوپر آپ کو دس نیکیاں ملیں گی۔ اگر آدھ گھنٹے تک یہ کام کریں گے تو اس تیس منٹ میں آپ بے شمار نیکیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

سلیمانی سلطنت سے بہتر

ایک سبحان اللہ کتنا قیمتی ہے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فضائل ذکر میں واقعہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) ایک مرتبہ اپنے تخت پر ہوا میں اُڑتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے لئے مسخر کر دیا تھا، آپ جہاں چاہتے تھے ہوا آپ کو لے جاتی تھی۔ گھوڑوں کے اوپر ایک مہینہ میں جو مسافت طے کی جا سکتی تھی، ہوا وہ مسافت آپ کو صبح یا شام کے تھوڑے سے وقت میں طے کرا دیا کرتی تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے بطورِ معجزہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو یہ چیز عطا فرمائی تھی۔ تو ایک مرتبہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) ہوا پر اپنے پورے دربار کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک بندۂ مؤمن نے ان کو دیکھا۔ آدمی کا مزاج ایسا ہے کہ جب ایسی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو اس کے دل میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی عمدہ نعمت عطا فرمائی ہے! اس مؤمن کے دل میں بھی ایسا ہی خیال آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) پر اس چیز کو منکشف کیا، آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ مجھے نیچے اُتار دو، پھر اس سے کہا کہ ایک بندۂ مؤمن کا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا: سلیمان بن داؤد کی پوری سلطنت سے بہتر ہے۔ (تفسیر قرطبی، ۱۵/۱۳۴)

ایک منٹ کی قیمت

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) معراج پر تشریف لے گئے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا اسلام کہو (علیٰ ابراہیم و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) اور ان سے یوں کہو کہ جنت تو چٹیل میدان ہے، اس کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ہیں۔ آدمی جتنی تسبیح پڑھے گا، اتنے ہی درخت جنت میں لگ جائیں گے۔ گویا ہمیں یہ بتایا گیا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے۔ (ترمذی شریف، ۳۴۶۲)

ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سورج گرہن کی نماز پڑھا رہے تھے، دورانِ نماز حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے، پھر پیچھے ہٹے۔ نماز کے بعد صحابہ نے پوچھا کہ آج آپ نے نماز کے دوران ایسی چیزیں کیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: نماز کے دوران اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے جنت و جہنم کو منکشف کیا، میں جو آگے بڑھا تھا وہ اس لئے کہ میں نے یہ چاہا کہ انگور کا ایک خوشہ توڑلوں، اگر میں توڑلیتا تو تم لوگ قیامت تک اس کو کھاتے رہتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور کبھی بھی وہ ختم نہ ہوتا(بخاری شریف، ۷۴۸)اس لئے کہ جنت کی نعمت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے،اس کو فنا نہیں ہے۔تو اس کو دنیا کھاتی رہتی،وہ خوشہ جوں کا توں اپنی جگہ پر باقی رہتا۔جب جنت کے ایک خوشہ کا یہ حال ہے کہ سب لوگ قیامت تک کھاتے رہیں تب بھی ختم نہ ہو؛توپھر ایک پورے درخت کا کیا حال ہوگا، اور یہ ایک درخت ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔اب آپ اپنی گھڑی اُٹھا کر دیکھو کہ ایک منٹ میں کتنی مرتبہ سبحان اللہ پڑھ سکتے ہو؟آسانی سے پچاس،ساٹھ مرتبہ توہو ہی جائے گا۔گویا ایک منٹ میں ساٹھ مرتبہ سبحان اللہ کہیں گے توجنت کے ساٹھ درخت مل جائیں گے،تو زندگی کے ان اوقات سے آدمی کتنی بڑی دولت حاصل کر سکتا ہے!۔

ہماری اصل پونجی

دراصل اس سرمایہ کو ہم ضائع کررہے ہیں یعنی اگر آدمی کچھ نہ کرے،ایک گناہ بھی نہ کرے،صرف بیٹھا رہے،تب بھی وہ وقت ضائع اوربرباد توہوا کہ اس نے اس وقت کو کسی بھی کام میں نہیں لگایا۔کہنے کا حاصل یہ ہے کہ زندگی بڑی قیمتی ہے اوریہی ہماری اصل پونجی اور سرمایہ ہے جس کو لے کر ہمیں دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسی لئے نبیٔ کریم(ﷺ)نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے فائدہ اُٹھانے کے معاملہ میں لوگ بڑے نقصان اورگھاٹے میں ہیں۔ایک تندرستی اور دوسری فرصت(بخاری شریف،۶۴۱۲)یعنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان دونعمتوں سے جس قسم کا فائدہ اُٹھانا چاہیے،اتنافائدہ نہیں اُٹھایاجاتا،اس کوضائع کیاجاتا ہے،لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں کھوٹ میں رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو(رضی اللہ عنہ)اوروقت کی قدر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو(رضی اللہ عنہ)کہیں تشریف لے جارہے تھے، ایک قبر پر نظرپڑی تواپنی سواری سے اُترے،دو رکعت نماز ادا فرمائی۔لوگ سمجھے کہ شاید صاحبِ قبر کے ساتھ کوئی تعلق اور رشتہ ہوگا، اس وجہ سے آپ نے نماز پڑھی ہوگی۔ انہوں نے کہاکہ نہیں!میں نے نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)سے سناہے کہ جب آدمی قبرمیں پہنچ جائے گا تویہ تمناکرے گا کہ کاش!مجھے دو رکعت نمازپڑھنے کا وقت مل جاتا،لیکن اس کوموقع نہیں ملے گا۔اس لئے جب میں نے اس قبرکودیکھا تو مجھے حضورِاکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد یاد آگیا تو میں نے سوچاکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی مجھے موقع دیا ہے،تواس سے فائدہ اُٹھالوں (کتاب الزھد لابن مبارک)

اس لئے آدمی کوسوچناچاہیے کہ زندگی کے لمحات بہت قیمتی ہیں ،اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کاسوال ہوگا،ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کےسامنےپیش ہونا ہے اورزندگی کے متعلق جواب دیناہے۔اگر ہمارے کسی بڑے نے ہمیں کوئی دولت اورسرمایہ دیا ہواور استعمال کی اجازت دی ہو،لیکن یہ بھی کہہ دیاہوکہ اس کاحساب لوں گا، تو جب بھی ہم اُس کو

استعمال کریں گے اور جہاں کہیں خرچ کریں گے، ہر وقت ہمارے ذہن میں یہ چیز مستحضر رہے گی کہ مجھے جواب دینا ہے، اگر میں نے غلط جگہ خرچ کردیا تو کیا جواب دوں گا۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال یہ ہوگا کہ جو مسائل اور دین کے احکام تمہارے علم میں آئے ان پر تم نے کیا عمل کیا۔ یہ ہر ایک آدمی کے لئے ہے، جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی علم عطا فرمایا ہے، اس علم کے مطابق اس نے کتنا عمل کیا، قیامت کے روز اس کے متعلق پوچھا جائے گا، اس میں اگر کوتاہی ہوئی تو سزا ہوگی۔

ایسی چالاکی ہلاکت ہے

مال کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ آج کل لوگ مال کے معاملہ میں کوئی احتیاط نہیں برتتے۔ آدمی سوچتا ہے کہ میں کسی بھی طرح مال حاصل کرلوں۔ کوئی آدمی لوگوں کو دھوکہ دے کر، جھوٹ بول کر، غلط طریقوں سے اگر مال حاصل کرلیتا ہے تو سماج میں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی ہے، حالاں کہ یہ چالاکی اللہ تعالیٰ کے یہاں ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ آدمی کو پہلے نمبر پر یہ سوچنا ہے کہ جو مال بھی میں حاصل کروں وہ غلط طریقہ سے نہ ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ کو ناراض کرکے نہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو،اورشریعت نے جن طریقوں سے مال حاصل کرنے کی اجازت دی ہے انہیں کے مطابق حاصل کیا جائے۔

مسائل معلوم کریں

اگرآپ تجارت کرتےہیں تواس علم کوسیکھ لیجئے کہ میں اس طریقہ سے کام کرتا ہوں،یہ درست ہے یانہیں؟جو بھی کاروبار آپ کا ہو اس کا علم سیکھ لو۔آج کل ہر آدمی دنیوی سرکاری قوانین کے متعلق بڑاچوکنا رہتا ہے کہ کوئی بات ایسی ویسی نہ ہوجائے، موقعہ بہ موقعہ وکلاءاور قانون کےماہرین سے مدد لی جاتی ہے اور جس لائن کامسئلہ ہواس فن کےماہر کے پاس برابرحاضری بھی دی جاتی ہے۔غرض یہ کہ آپ نے اپنے لئے ہر ایک کی خدمات لے رکھی ہیں ،اوروہ آپ کااس سلسلہ میں پرسنل گائڈنس ہے،انکم ٹیکس وکیل سے آپ مشورہ لیں یانہ لیں،سال کی فیس جو اس کو دیناہے،وہ تودینا ہی ہے۔اسی طرح سیل ٹیکس وکیل اورپولیوشن آفیسر وغیرہ وغیرہ۔بس!مسائل بتانے والا بیچارہ مولوی ہی مفت میں بیٹھاہے جو آپ سے کوئی فیس نہیں لیتا،لیکن پھر بھی اس سے پوچھنے اور مسائل معلوم کرکے اس پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔یہ بڑی خطرناک چیزہے۔دنیا کی حکومت کےڈرسےاوراس کے قانون کی گرفت سےاپنے آپ کوبچانےکےلئے اتنا زیادہ اہتمام کرتےہیں اورپیسے بھی خرچ کرتے ہیں،لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کےیہاں کل کو اگر گرفت ہوگئی توکون بچانے آئے گا۔اس لیے یہ بہت اہم بات ہے کہ مال کہاں سے کمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا

مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ مال کہاں سے آرہا ہے، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے (مشکوٰۃ، ۲۴۱) حالاں کہ حرام بڑا خطرناک ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پل کر تیار ہوا (یعنی حرام غذا استعمال کی اور اس سے جسم کا گوشت بنا) تو جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے، یعنی وہ گوشت جہنم میں جائے گا (ترمذی، ۶۱۴) یہ حدیث تو ہم بھی سنتے ہیں۔ اور یہی حدیث حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے بھی سنی تھی آپ نے حکایاتِ صحابہ میں یہ قصہ پڑھا اور سنا ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا ایک غلام تھا جس کو خراج پر اُٹھا رکھا تھا یعنی اس کو اس بات کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے طور پر کمائے اور کچھ حصہ اس میں سے آپ کو بھی دیدیا کرے۔ چنانچہ وہ اپنی کمائی کا ایک حصہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کھانا لایا، حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو کوئی وقت کا فاقہ تھا، وہ کھانا جب آپ کے سامنے لاکر رکھا تو آپ نے ایک لقمہ اُٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور وہ حلق سے نیچے اتر گیا اس غلام نے عرض کیا: حضرت! آپ تو ہمیشہ پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں سے لایا ہے، آج نہیں پوچھا، کیا آپ بھول گئے؟ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اب بتادے کہ کہاں سے لایا ہے۔ اس نے کہا کہ اسلام لانے سے پہلے میں نے کچھ لوگوں کی کہانت کی تھی۔ ''کہانت'' یعنی غیب کی خبریں دینا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو تشی یہی کرتے ہیں ،اُس زمانہ میں اس کا بڑا رواج تھا۔تو اس نے کہا کہ میں نے کہانت کی تھی اور وہ بھی مجھے برابر آتی نہیں تھی،اور اس وقت ان کے پاس اس کا معاوضہ دینے کے لئے کچھ نہیں تھا،تو انھوں نے کہا تھا کہ پھر کسی موقع پر ہم دیں گے۔آج میرا وہاں سے گزر ہوا،تو کوئی تقریب چل رہی تھی اور کھانا پکا تھا،تو اس کہانت کے بدلہ میں انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا۔چونکہ یہ کہانت کا معاوضہ تھا جو ظاہر ہے کہ حرام کمائی تھی اس لئے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ تو تو مجھے ہلاک ہی کر ڈالتا۔پھر حلق میں انگلیاں ڈالیں اور جو ایک لقمہ حلق میں گیا تھا اس کو انگلی ڈال کر نکالنے کی کوشش کی۔لیکن ایک دو وقت کے فاقہ کے بعد ایک لقمہ اندر گیا تھا،وہ اس طرح انگلی ڈالنے سے کہاں نکلنے والا تھا۔لوگوں نے کہا کہ آپ پانی پی لیجئے اور پھر قے کیجئے،ہو سکتا ہے کہ پانی کے ساتھ نکل آئے۔چنانچہ ایک بڑے پیالہ میں پانی منگوایا،اور خوب پانی پیا اور پھر انگلی ڈال کر قے کی، اس کے نتیجے میں بڑی مشکل سے وہ لقمہ -جو اندر چلا گیا تھا- باہر آیا۔کسی نے کہا: حضرت!ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے لئے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تب بھی نکال کر رہتا۔اس لئے کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ جو گوشت حرام غذا سے تیار ہو، جہنم اس کی زیادہ حقدار ہے۔تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ تیار نہ ہو جائے، اور ایسا نہ ہو کہ میں جہنم میں چلا جاؤں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم لوگ بھی نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد کو سنتے ہیں لیکن ہم اس سے کیا اثر لیتے ہیں؟اس پر ہمارا کتنا عمل ہے؟اور ہم اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر جہاں ایسی نوبت آتی ہے،اس سے کتنا فائدہ اُٹھاتے ہیں؟حضراتِ صحابہ(رضی اللہ عنہم) نے سنا تھا تو وہ اس کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

خرچ کرنے میں کُل مختار نہیں

اور صرف کمائی کا ہی سوال نہیں ہو گا کہ حلال طریقہ سے کمایا یا نہیں؟ بلکہ آپ نے جہاں خرچ کیا وہ جگہ غلط ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں اس کا بھی سوال ہو گا۔ آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے کمایا تو یہ میری کمائی ہے،اب میں جس طرح چاہوں خرچ کروں۔ ایسا نہیں ہے،ہم خرچ کرنے میں بھی اپنی مرضی پر چھوڑے نہیں گئے ہیں،ہم اس میں کُل مختار نہیں ہیں،بلکہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی جگہیں بھی بتلائی ہیں اپنی ذات پر بھی اپنی ضرورت سے زائد خرچ کرنا فضول خرچی کہلاتا ہے اوراس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

حضرت عثمان(رضی اللہ عنہ) کا قصہ

حضورِ اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک صحابی کو حضرت عثمان(رضی اللہ عنہ) کے پاس کسی غرض کے لئے بھیجا،جب وہ ان کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی آواز آئی،جب اور قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان(رضی اللہ عنہ) اپنی اہلیہ کو ڈانٹ رہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے۔اور اہلیہ بھی کون تھیں؟ نبیُ کریم (ﷺ) کی صاحبزادی۔اوراُن کو صرف اس بات پر ڈانٹ رہے ہیں کہ چراغ کی بتی اتنی اونچی کیوں رکھی ہے، تیل زیادہ جلتاہے۔جب اس آدمی نے یہ سنا توسوچاکہ چراغ کی بتی ذرا اونچی رکھنے پر اپنی بیوی کو ڈانٹ رہے ہیں تو بھلامجھے کیا دیں گے،یہ سوچ کر وہ واپس ہوگیا کہ آدمی اپنی بیوی کے معاملہ میں بڑا سخی رہتاہے، خاص کرجب کہ اس کے ساتھ محبت ہوتووہ جوچاہے خرچ کرائے،اور یہاں تو گھر کی ضرورت کے اندرچراغ جلایاتھا،اس میں بتی ذراتیزہوگئی تواس پر اتنا خفا ہورہے ہیں۔ دوسرے دن وہ صحابی جب حضور(ﷺ) کے خدمت میں پہنچے توحضورنے پوچھاکہ:بھائی کیاہوا؟انہوں نے کہاکہ: میں نے ان سے نہیں کہا۔پوچھا:کیوں؟توانہوں نے کہاکہ وہاں ایساایساناتومیں واپس آگیا۔حضورِاکرم(ﷺ)نے دوبارہ بھیجا۔جب جاکر اپنی حاجت رکھی تو حضرت عثمان(رضی اللہ عنہ) نے ان کو خوب دیا۔انہوں نےاپنے دل کی بات کہی کہ میں تو رات بھی آیاتھالیکن آپ اپنی اہلیہ کو ڈانٹ رہے تھے اس لئے میں یہ سوچ کرواپس چلاگیا، تو حضرت عثمان(رضی اللہ عنہ) نے جواب میں فرمایاکہ ہم تونبیُ کریم(ﷺ) کی منشاکودیکھتے ہیں، آپ(ﷺ)جہاں خرچ کرنے کے لئے کہیں گے وہاں ہزاروں لاکھوں خرچ کردیں گے،اورجہاں خرچ کرنے سے منع کریں گے وہاں ایک پائی بھی خرچ کرنے کے لئے ہم تیار نہیں ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک مؤمن کامزاج بھی یہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں خرچ کرنے کے لئے فرمایااور ترغیب دی،وہاں خوب خرچ کرے۔یا جتنی اجازت دی ہے اتنا ہی خرچ کرے،اس سے زیادہ نہیں۔اور جہاں خرچ کرنے سے منع کیاہےوہاں تو خرچ کرنے کاسوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ایسی جگہ خرچ کرناتوبڑی نافرمانی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اللہ تعالیٰ کی ہی نافرمانیوں میں استعمال ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ نے پیسہ دیا تواسی پیسے سے اللہ کی نافرمانی کے لئے قوت حاصل کرے،یہ تو بڑی بے مروتی اور بڑی نالائقی کی بات سمجھی جائے گی۔

اور جسم کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ اس کو کہاں استعمال کیا۔جسم میں سارے اعضاء آگئے؛آنکھ،زبان،کان،ہاتھ،پاؤں اور جسم میں جوکچھ بھی ہے،وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ، اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اگر اس کے خلاف استعمال کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہوگی۔

زمین کی خبریں کیا ہیں ؟

حدیث ۴۰۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ:قَرَأَرَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم):يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (الزلزلة:۴) ثُمَّ قَالَ:أَتَدْرُوْنَ مَا أَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا : أَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ.قَالَ:فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا ،تَقُوْلُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا. (رواه الترمذی،وقال حدیث حسن صحیح)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت ابو ہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے سورۂ زلزال کی یہ آیت تلاوت فرمائی﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی، اپنے اندر رکھے ہوئے سماچار(સમાચાર) دے گی۔ پھر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: تمہیں معلوم ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہیں ؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ اس کی پیٹھ پر جو کچھ بھی کیا گیااس کی ہر مرد اور عورت کے متعلق قیامت کے روز گواہی دے گی کہ فلاں دن فلاں وقت یہ عمل کیا تھا۔

افادات:-اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز کئی قسم کے گواہ لائیں گے، ایک تو خود اعمال نامہ ہوگا۔دوسرے وہ فرشتے جو آدمی کے ساتھ مقرر ہیں اوروہ سب لکھتے رہتے ہیں۔ تیسرے انسان کے اعضاء گواہی دیں گے۔اورچوتھے زمین گواہی دے گی جہاں اس نے اعمال کئے تھے۔

مَیں کیسے راحت پاسکتاہوں ؟

حدیث ۴۰۹

وعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدرِی(رضی اللہ عنہ)قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم): كَيْفَ أَنْعَمُ! وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدْالْتَقَمَ الْقَرْنَ،وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتى يُؤْمَرُبِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلىٰ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم)فقَالَ لَهُمْ:قُولُوا:حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ،وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ)

(اَلْقَرْنُ)هُوَالصُّوْرُالَّذِیْ قَالَ اللهُ تَعَالٰی:(وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ) كَذَافَسَّرَهُ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا میں کیسے خوش ہوسکتا اورراحت وآرام پاسکتاہوں جبکہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور (جو سینگ کی شکل کا ہے) اپنے منہ میں لئے ہوئے اور کان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کئے ہوئے منتظرہے کہ کب اس کو پھونکنے کا حکم دیاجاتاہے۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب یہ بات ارشاد فرمائی تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اس چیز کو سن کر ڈر گئے۔ اس پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو "حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہوئے یہ کلمہ بھی پڑھتے رہو، اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو، تو اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ کرے گا)

افادات:- حضرت اسرافیل (علیہ السلام) جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے صور پھونکنے کی ڈیوٹی حوالہ کی گئی ہے، وہ روزِ اول سے اپنے منہ میں صور لئے ہوئے کھڑے ہیں اور ہر لمحہ اس انتظار میں ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اور میں صور پھونکوں اور قیامت قائم ہو۔ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جب یہ کیفیت ہے تو آدمی کیسے آرام پاسکتا ہے۔ بھائی! کوئی آدمی اپنے گھر میں کھانا لے کر بیٹھا ہو، اور اس کو اندیشہ ہو کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے زلزلہ آیا تھا اور معلوم نہیں کہ زمین دوبارہ کب حرکت میں آجائے گی؛ تو وہ اطمینان سے کھانا کھاسکتا ہے؟ جب کسی خطرہ کے واقع ہونے کے امکانات ہوں جیسے مکان کی چھت بالکل کمزور گرنے کے قریب ہے، تو اس میں رہنے والا کیا اپنے آپ کو راحت میں محسوس کرسکتا ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو ہر وقت پریشان رہے گا۔ تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ میں کیسے راحت میں اپنے آپ کو رکھ سکتا ہوں جبکہ اسرافیل صور لئے ہوئے کھڑے ہیں اس انتظار میں کہ کب حکم ہو اور میں پھونک ماروں۔

وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا

حدیث ۴۱۰

وعن أبي هريرة(رضی اللہ عنہ)قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا أَنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلَا أَنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا:جو آدمی ڈرتا ہے،وہ اندھیرے میں نکل جاتاہے۔اور جو اندھیرے میں نکل جائے گا وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا۔اور دیکھو! اللہ کاسامان بڑا قیمتی ہے،اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

افادات:-اُس زمانہ میں عام طورپر ایسا ہوتا تھا کہ جب کسی قبیلےوالوں کو پتہ چل جاتا کہ صبح میں ہمارے قبیلہ پر دشمن کی طرف سےیلغار ہونےوالی ہے، تووہ لوگ اندھیرے ہی میں حفاظت کے طورپر اپنی جگہ چھوڑکرنکل جاتے تھے۔یہاں اندھیرے میں نکل جانے سے مرادیہ ہے کہ جو آخرت کاخوف رکھتا ہے،وہ رات کو اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت میں مشغول ہوگا ،اور جو اس میں مشغول ہوگا وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر حضور(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا سرمایہ بڑا قیمتی ہے یعنی جنت۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جنت کو ہمارے سامنے بکاؤ مال بنا کر رکھا ہے کہ جنت کو خریدو۔ اور جنت کی قیمت اللہ تعالیٰ نے ہماری جان اور مال کو رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان اور مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے، گویا جنت سودے کی چیز ہے۔ جو سامان آدمی فروخت کرنے کے لئے نکالتا ہے؛ اس کو "سِلْعَةٌ" کہتے ہیں۔ حضور اکرم(ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سامان بڑا قیمتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے، اس کو حاصل کرنے کے لئے مشقت و محنت اُٹھانی چاہیے۔

معاملہ اتنا سخت ہوگا...

حدیث ۴۱۱

وعن عائشة(رضی اللہ عنہا) قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ(ﷺ) يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ: يَا عَائِشَةُ! الأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَلْأَمْرُ أَهَمُّ من أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ۔ (متفق عَلَيْهِ)

(غُرْلاً) بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ أَيْ: غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں اُٹھائے جائیں گے کہ وہ ننگے پیر، ننگے بدن، بغیر ختنہ کئے ہوئے ہوں گے۔میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مرد اور عورتیں سب اس حال میں ہوں گے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں ؟(یعنی شرم نہیں آئے گی؟) تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اس وقت معاملہ اتنا سخت اور اہم ہو گا کہ وہ ایسی باتیں سوچ ہی نہیں سکیں گے کہ ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھائیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۱

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

﴿مجلس ۱﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَ نَسۡتَعِيۡنُهٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَنَعُوۡذُبِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَيِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَنَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا كَثِيۡرًا ۔ أما بعد:-

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا إِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ .(الزمر:۵۳)

وقَالَ تعالى:وَهَلۡ نُجَازِيۡ إِلَّا الۡكَفُوۡرَ .(سبأ :۱۷)

وقَالَ تعالى:إِنَّا قَدۡ أُوۡحِيَ إِلَيۡنَا أَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰى مَنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى.(طه:۴۸)

وقَالَ تعالى:وَرَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ.(الاعراف:۱۵۶)

امید اور خوف

علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے نیا عنوان قائم کیا ہے"باب الرجآء"امید کا بیان۔ دو چیزیں ہیں؛ ایک امید، اور دوسری خوف اور ڈر۔ آدمی کا ایمان مکمل ہونے کے لئے دونوں کی ضرورت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے،اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید بھی ہونی چاہیے،اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہنا چاہیے۔ اسی لئے علماء نے لکھاہے "اَلْإِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ" ایمان امید اور خوف کے درمیان میں ہے۔صرف امید ہی امید ہو،خوف اورڈرنہ ہو؛ تب بھی آدمی مؤمن نہیں رہتا۔اورخوف ہی خوف ہو،امیدنہ ہو؛تب بھی آدمی کاایمان باقی نہیں رہتا﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾(یوسف ۸۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ مؤمن کے ایمان کے لئے دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔

دنیوی دستور بھی ہے

ویسے دنیامیں بھی دستوریہی ہے کہ آدمی کوکسی کام کے لئے ابھارنےوالی یا کسی برائی سے روکنے والی دوہی چیزیں ہوسکتی ہیں امیدوخوف۔کسی بھی چیز کے مطالبہ پر-چاہےوہ کسی کام کوکرنے کاہو،یاکسی چیزسے بچنے کاہو-فطری اورنفسیاتی طور پر آدمی کو ابھارنے کے لئے دوہی چیزیں مؤثرثابت ہوتی ہیں ،ایک جلبِ منفعت، اوردوسری دفعِ مضرت۔اس کوکوئی فائدہ حاصل ہونے کی توقع اورامید ہو،یاکسی نقصان کاڈرہو؛تب ہی وہ حرکت میں آئے گا۔

شریعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواحکام دیئے گئے ہیں،انسان کوجن کا پابندومکلف بنایاگیاہے،ان میں بھی دوطرح کے احکام ہیں ،کچھ چیزیں کرنے کی ہیں اورکچھ چیزیں بچنے کی ہیں ،کچھ مامورات ہیں اورکچھ منہیات ہیں۔جوکرنے کی چیزیں ہیں ان کے کرنے پراللہ تعالیٰ کی طرف سے امیدیں دلائی گئیں ہیں؛اسی کو وعدہ کہتے ہیں۔اوربچنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چیزوں سے اگر کوئی آدمی نہیں بچتا تو اس کو ڈرایا گیا ہے؛ اسی کو وعید کہتے ہیں۔ اور ایمان کے کمال کے لئے ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی امید و خوف

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا مقولہ ہے کہ اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سوائے ایک آدمی کے سب کی مغفرت کر دی گئی؛ تو مجھے اپنے متعلق یہ ڈر ہو گا کہ شاید وہ ایک مَیں ہوں جس کی مغفرت نہیں کی گئی، گویا ان کو اتنا ڈر اور خوف ہے۔ اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سوائے ایک آدمی کے سب کے لئے جہنم کا فیصلہ کیا گیا ہے، تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ایک مَیں ہی ہوں۔ گویا امید بھی اتنی زیادہ ہے۔ (احیاء العلوم ۴/۱۷۳)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی نصیحت

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ ڈر تو ایسا رکھو کہ ساری دنیا کے لوگوں کے برابر نیکی لے کر جاؤ، تب بھی یہ ڈر ہو کہ شاید وہ قبول نہ ہو۔ اور امید ایسی رکھو کہ سب کے برابر گناہ لے کر جاؤ، تب بھی یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا ارشاد

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا مقولہ ہے کہ کوئی گناہ کا کام چھوٹا سمجھ کر کرومت، اور کوئی نیکی کا کام چھوٹا سمجھ کر چھوڑومت۔ ہوسکتا ہے کہ وہ نیکی کا کام جو آپ نے چھوٹا اور معمولی سمجھ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی کام آپ کی مغفرت کا سبب اور ذریعہ بن جائے۔ اور جس گناہ کے کام کو معمولی سمجھ کر کیا ہے، ہوسکتا ہے وہی پکڑ کا ذریعہ بن جائے

دودھ والی رات یاد ہے؟

ایک بزرگ کا انتقال ہوا، کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے باری تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا اور یہ سوال کیا گیا کہ ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہو؟ مَیں نے اپنے اعمال پر نظر دوڑائی اور سوچا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ ایسا کون سا عمل ہے جس کو باری تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں، ہر عمل کے متعلق مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو باری تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے قابل ہو۔ پھر مَیں نے یہ سوچا کہ توحید البتہ ایک ایسا عمل ہے جو پیش کیا جاسکتا ہے۔ (توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی ایک مانا جائے، اور اس کی تمام صفات میں بھی اسی کو یکتا سمجھے۔ نفع و نقصان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی کو مانے کہ اس کے علاوہ کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور بہت ساری چیزیں اس میں آجاتی ہیں۔) تو ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بزرگ نے جواب دیا کہ توحید لے کر آیا ہوں۔ وہاں سے کہا گیا کہ وہ دودھ والی رات یاد ہے؟ ہوا یہ تھا کہ انہوں نے ایک رات دودھ پیا، اور پیٹ میں کچھ درد ہوا تو ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ دودھ پینے کی وجہ سے پیٹ میں درد ہوا ہے، حالانکہ وہ درد تو اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوا تھا، لیکن ظاہری سبب کے طور پر آدمی ایسا بول دیتا ہے۔ اسی طرح ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا تھا، اس پر پکڑ ہوگئی۔ بظاہر یہ جملہ توحید کے خلاف ہے کہ پیٹ کے درد کی نسبت دودھ پینے کی طرف کی گئی، حالانکہ پیٹ کا درد دینے والی ذات بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اب تو وہ بزرگ ڈر گئے کہ پکڑ ہوگئی، اب معلوم نہیں چھٹکارا کیسے ہوگا۔

پھر وہاں سے کہا گیا کہ جاؤ! بلی کے ایک بچہ کی وجہ سے ہم نے تم کو بخش دیا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ ٹھنڈی کی ایک رات کے اندر وہ اپنے گھر سے باہر نکلے، دیکھا کہ بلی کا ایک بچہ ٹھنڈی کی وجہ سے ٹھٹھر رہا ہے، ان کو اس پر ترس آگیا، وہ اس کو اپنے گھر میں لے آئے اور انگیٹھی کے پاس بٹھایا، جب اس کو گرمی پہنچی تو اس کو ٹھنڈی کی وجہ سے جو تکلیف تھی وہ دور ہوگئی، پھر جب اس کے حواس بحال ہوئے تو وہ خود ہی چلا گیا۔ ان کا وہ عمل باری تعالیٰ کو پسند آگیا تو وہاں سے کہا گیا کہ اس عمل کی وجہ سے ہم نے تم کو بخش دیا۔ دیکھو! ان کے سارے عمل دھرے کے دھرے رہ گئے اور ایک چھوٹا سا عمل کارآمد بن گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتے پر ترس کھانا کام آگیا

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک زانیہ فاحشہ عورت تھی ایک مرتبہ سفر میں کہیں جارہی تھی،دورانِ سفر جنگل میں پیاس کا احساس ہوا،دیکھا کہ بغیر منڈیر کا ایک کچا کنواں ہے،اورجو کنواں کچا ہوتا ہے اس میں نیچے پانی تک پہنچنے کے لئے دیوار میں پالے بنے ہوئے ہوتے ہیں ،کوئی اندر اترنا چاہے تو ان کے ذریعہ سے اُتر سکتا ہے۔ وہاں کوئی ڈول اور رسی تو تھی نہیں ،اس لئے اس نے اندر اتر کر پانی پی لیا،پھر جب وہ باہر نکلی تو دیکھا کہ ایک پیاسا کتا وہاں کھڑا ہے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔اس عورت نے سوچا کہ پیاس کی جس شدت کو مَیں بھگت چکی ہوں،اور اس کی وجہ سے جو تکلیف مجھے پیش آئی تھی،یہ کتا بھی اسی مشقت سے گذر رہا ہے،اس کو کتے پر ترس آیا اور وہ دوبارہ نیچے اتری،اس کے پاس چمڑے کا موزہ تھا،اس میں پانی لیا اور چونکہ دونوں ہاتھ اوپر چڑھنے کے واسطے استعمال کرنے تھے،اس لئے اس موزہ کو اپنے منہ میں دانتوں سے دبایا اور اوپر آکر کتے کو پانی پلایا۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مغفرت کردی گئ(بخاری شریف،۳۴۶۷) دیکھنے میں وہ عمل چھوٹا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول کرلیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہ کی حقیقت

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کسی گناہ کو چھوٹا سمجھتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ گناہ کوئی بھی ہو، وہ چھوٹا نہیں ہے۔ کیونکہ گناہ کی حقیقت ہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ نافرمانی کس ذات کی ہے؟ جو شخصیت اور ذات جتنی اونچی اور جتنی عظمت والی اور جتنی صاحبِ وقعت ہوتی ہے؛ اس کی مخالفت، حکم عدولی اور اس کی نافرمانی اسی مناسبت سے اتنی ہی زیادہ سخت سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی معمولی آدمی ہے، اگر اس کی کوئی بات نہ مانی جائے تو کوئی بڑی بات نہیں سمجھی جاتی اور اگر بادشاہِ وقت کسی معمولی چیز کا بھی حکم دے، اگر اس کے اس حکم میں اس کی نافرمانی کی جائے تو یہ بہت بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی گناہ چاہے کبیرہ ہو یا صغیرہ؛ اس کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔

کبیرہ اور صغیرہ کی بحث

ویسے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ گناہوں میں کبیرہ اور صغیرہ کی تقسیم بھی ہے یا نہیں؟ علماء کے یہاں اس مسئلہ میں باقاعدہ بہت کچھ گفتگو ہوئی ہے، اور اس موضوع پر مستقل بحث کی گئی ہے۔ بعض حضرات تو اس طرف گئے ہیں کہ تمام گناہ کبیرہ ہی کبیرہ ہیں، کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔ اور اس کی وجہ وہ حضرات یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نافرمانی کی ہے،اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت، اس کی کبریائی اس کی بڑائی جیسی ہے،اس کے مقابلہ میں کوئی آدمی چھوٹی سی بھی نافرمانی کرے گا تو وہ معمولی نہیں سمجھی جائے گی،بلکہ اس کو بڑا ہی کہا جائے گا۔اسی بنیاد پر اہلِ علم میں سے بہت سے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں ہے ،تمام گناہ کبیرہ ہی ہیں

لیکن علماء کی ایک بڑی جماعت قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھ کر اس طرف گئی ہے کہ گناہوں میں تقسیم ہے،بعض کو صغیرہ کہا جائے گا اور بعض کو کبیرہ کہا جائے گا، قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔قرآنِ پاک میں ہے﴿إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (النسآء.۳۱)﴾ اوراحادیث میں بھی مختلف حدیثوں میں یہ بات آتی ہے،ان کو سامنے رکھ کر ایسے حضرات نے جن کی بات تمام اہلِ علم کے یہاں قابلِ قبول ہے یہی فرمایا ہے کہ گناہوں میں صغیرہ اور کبیرہ کی تقسیم ہے ،یہ اور بات ہے کہ صغیرہ گناہ پر بھی آدمی اصرار کرے یعنی اس کو کرتا رہے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

بلی پر ظلم نے پکڑوادیا

میں یہ عرض کررہا تھا کہ حدیثِ پاک میں یہ قصہ آتا ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی پال رکھی تھی،اوراس کو جو خوراک دینی چاہیے وہ دیتی نہیں تھی،اوراس کو باندھ کر رکھا ہوا تھا اگر اس کو کھلی چھوڑدیتی تو کم سے کم وہ خود ہی اِدھر اُدھر جاکر اپنی غذا فراہم کرلیتی اوراپنا گذارا کرلیتی،لیکن وہ بھی نہیں کیا اور باندھے رکھا،اس لئے وہ خود بھی کچھ نہیں کرسکتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھی، اور یہ خود اس کو غذا نہیں دیتی تھی اسی میں وہ ہلاک ہوگئی۔ نبیٔ کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو جہنم میں ڈالا (بخاری شریف، ۲۳۶۵) حالاں کہ دیکھنے میں تو یہ ایک معمولی سی چیز ہے۔ تو میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا مقولہ نقل کیا تھا کہ کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑو مت، اور کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر کرو مت۔

نیکی کی مجھے بھی ضرورت ہے

خود نبیٔ کریم (ﷺ) کی سیرت اور صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے حالات کا اگر ہم مطالعہ کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکیوں کے حریص تھے، جیسے ہم لوگ پیسوں کے حریص ہیں جس طرح بھی کوئی نیکی ہاتھ آسکتی ہو، اس موقع کو چھوڑنے کے لئے وہ حضرات تیار نہیں ہوتے تھے۔ حدیثِ پاک میں خود نبیٔ کریم (ﷺ) کا قصہ ہے۔ آپ (ﷺ) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر میں ہوتے۔ اور آپ حضرات بھی جانتے ہیں کہ دورانِ سفر کھانا وغیرہ پکانے کی نوبت آتی ہے، تو رفقاء آپس میں کام کو تقسیم کرلیتے ہیں۔ تو نبیٔ کریم (ﷺ) بھی اپنے ذمہ کوئی کام لے لیتے تھے، صحابۂ کرام عرض کرتے کہ اے اللہ کے رسول! ہم کرلیں گے، تو نبیٔ کریم (ﷺ) جواب میں ارشاد فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ کبھی کسی دوسرے کا کوئی کام اپنے ذمہ لینے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بے چارہ کمزور ہے اور کام کر نہیں سکے گا اس لئے سوچتے ہیں کہ چلو ہم اس کا کام کردیں۔ تو حضور (ﷺ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ اور کبھی آدمی یہ سوچتا ہے کہ اس کا کام کر کے نیکی حاصل کرلوں، تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نیکی کی مجھے بھی ضرورت ہے۔

معمولی گناہ سے بھی بچو

اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ کسی نیکی کے کام کے لئے ترغیب دی جائے تو نعوذ باللہ بعض لوگ تو بڑی بے باکی اور جرأت کے ساتھ بول دیتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت ساری نیکیاں ہیں یعنی ایسے جملے اپنی زبان سے نکالتے ہیں جس سے اس نیکی کی طرف سے ایک طرح کی بے رغبتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ بڑا خطرناک پہلو ہے۔

بات چل رہی تھی کہ نیکی اور گناہ کے سلسلہ میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا یہ ارشاد ہے کہ کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑو مت، اور کسی بھی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرو مت، بخاری شریف میں روایت ہے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ﴿إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ (شعب الایمان، ۶۸۸۱)﴾ چھوٹے چھوٹے گناہ، جن کو تم معمولی سمجھتے ہو؛ ان سے بھی بچو، یعنی معمولی سمجھ کر ان کو مت کرو۔ اور میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایمان کی بنیاد ان دونوں چیزوں۔ امید اور خوف پر قائم ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امید کسے کہتے ہیں ؟

یہاں علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ)امید کو بیان کرنے جارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے،اورامید کے سلسلہ میں قرآنِ پاک کی آیتیں اور احادیث پیش کریں گے۔ لیکن امید کے سلسلہ میں آیات اوراحادیث کوسننے سے پہلے ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ امید کس کوکہتے ہیں۔حضرت تھانوی(رحمۃ اللہ علیہ)فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے توامید کامطلب یہ سمجھ رکھاہے کہ بے باکی سے گناہ کرتے رہو، اور اگر کوئی سمجھائے کہ بھائی!یہ بڑاسخت گناہ ہے توکہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑاغفوررحیم ہے۔بس!ایک جواب یادکررکھاہے اوروہی جملہ ہماری زبانوں پر چڑھا رہتاہے۔اس لئے پہلی بات تویہ ہے کہ اگر یہ یقین بھی ہو کہ سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے تب بھی یہ طریقہ بالکل درست نہیں ہے۔

ایک مثال

یہ توایساہی ہواکہ ایک آدمی چھری لے کراپنے ہاتھ کوکاٹ رہاہے،جب آپ نےاس کو دیکھا توکہاکہ بھائی!یہ کیاکررہے ہو؟تووہ کہتاہے کہ میرے پاس بہت اعلیٰ قسم کا مرہم ہے،کیساہی خطرناک زخم کیوں نہ ہو،وہ لگاتے ہی ٹھیک ہو جاتا ہے، اس لئے میں چھری لے کرہاتھ کاٹنے بیٹھاہوں۔اب آپ ہی بتلایئے کہ ایسے آدمی کے متعلق آپ کیا فیصلہ کریں گے؟اس سے کہاجائے گاکہ تمہاری بات ٹھیک ہے کہ اس مرہم سےایک دوسیکنڈ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں زخم ٹھیک ہوجاتاہے،لیکن یہ مرہم تمہارے پاس ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم چھری لیکرہاتھ اور جسم کاٹنے کے لئے بیٹھ جاؤ،بلکہ مرہم کا مطلب تو یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر کبھی کسی حادثہ کا شکارہوجائیں تو ایمر جنسی میں آپ کا یہ مرہم کام دے سکتا ہے۔باقی اس کامطلب کوئی بھی یہ نہیں سمجھتا کہ اگرایسامرہم پاس ہے توچھری لے کر اپنے جسم کو کاٹنے بیٹھ جائیں اور پھر اس مرہم کوزخم پرلگاتے رہیں۔یہ عقلمند اور دانشمند لوگوں کاکام نہیں ہے۔ایسی حرکت تو ممکن ہے کہ بچے کرلیں،باقی کوئی بڑاآدمی توایسانہیں کرسکتا۔ بہرحال!اگر یہ گارنٹی اوریقین مل بھی جائےکہ ہمارے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے تب بھی آدمی گناہوں کے اوپر جرأت نہ کرے۔

مؤمن کے ایمان کا تقاضہ

آپ نے فضائلِ نماز کی تعلیم میں پڑھااورسناہوگا کہ نماز کی وجہ سے آدمی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔وہاں علماء نے لکھاہے کہ احادیث میں جہاں بھی ایسے اعمال سے گناہوں کامعاف ہوناآیاہے اس سے صغیرہ گناہ مرادہیں ،کبیرہ نہیں۔کبیرہ کے متعلق تمام علماء یہی لکھتے ہیں کہ وہ توبہ کے بغیرمعاف نہیں ہوتے۔ویسے احادیث میں مطلق آیا ہے کہ گناہ معاف ہوجائیں گے،جیسے "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَاناً وَّ إِحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ(بخاری شریف،۱۸۰۲)"اسی طرح اور بھی اعمال کے متعلق احادیث موجودہیں ، وہاں مطلق گناہ کی معافی کاکہاگیاہے، لیکن علماء نے اس کوصغیرہ کے ساتھ مقید کیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے والدِ محترم حضرت مولانا یحیٰ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالہ سے ایک بات لکھی ہے کہ یہاں صغیرہ کی قید اس وجہ سے بھی لگائی جاتی ہے کہ ایک مؤمن کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے کوئی کبیرہ گناہ توپیش آہی نہیں سکتا، البتہ اس سے صغائر کا صدور ہوسکتاہے، اس لئے ان اعمال سے وہ معاف بھی ہوجاتے ہیں اوراگر کبھی کسی وجہ سے اس سے کوئی کبیرہ گناہ ہوگیا تو اس کو اس وقت تک چین ہی نہیں آئے گا جب تک کہ توبہ کرکے اور رودھو کر اس گناہ کو معاف نہ کرالے۔ گویا اس کے نامہ ٔاعمال میں کبائر توہوں گے ہی نہیں، ہاں! صغائر ہوں گے تو وہ ان عبادتوں سے معاف ہوجایا کریں گے۔

خیر! میں یہ عرض کررہاتھا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہمیں گناہوں کی معافی کی گارنٹی بھی مل جائے، تب بھی اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی جان بوجھ کر گناہ کرے۔

امید رکھنا کسے کہتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ امید رکھنا کس کو کہتے ہیں؟ اور ہم نے جو یہ انداز اختیار کر رکھا ہے کہ گناہ کرتے رہو اور یہ کہتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے اور معاف کرنے والے ہیں۔ توجو آدمی ایسی بات کرتاہے اسی سے یہ سوال کیا جائے کہ بھائی! اگر کسی کافر اور مشرک سے آپ کی ملاقات ہو، اور آپ اس کو ایمان کی دعوت دیں کہ ایمان لے آؤ، ورنہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں جلناپڑے گا اس کے جواب میں وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مشرک اگر آپ سے یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے،اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے؛توکیااس کے اس جواب کوآپ تسلیم کرلیں گے؟ بالکل نہیں ! بلکہ آپ اس سے یوں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم توضرورہے،لیکن اس کی مغفرت اور رحمت جن لوگوں کوحاصل ہوتی ہے،اس کے لئے بھی خوداللہ تعالیٰ ہی نے کچھ اصول بتلائے ہیں اور اس میں سب سے پہلی بات یہ کہہ دی گئی ہے﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَالِكَ لِمَن يَشَآءُ (النسآء:۳۱)﴾اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک کیاجائے،اس کوتواللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا،البتہ اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو جس کوچاہے گا اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے اصول

پہلی آیت جویہاں پیش کی ہےاس کے شانِ نزول میں جوباتیں کہی جاتیں ہیں اس کےذیل میں بھی یہ آیت آتی ہے﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر:۵۳)﴾اے نبی! آپ کہہ دیجئے:اے میرے وہ بندو جنھوں نے گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا،اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کومعا ف کردے گا، بیشک وہی معاف کرنے والارحم کرنے والاہے۔اس آیت کے سلسلہ میں بھی مفسرین نے لکھاہے کہ قرآنِ پاک میں سورۂ فرقان میں باری تعالیٰ کی طرف سے یہ آیتیں نازل ہوئیں﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً(الفرقان:٦٨)﴾وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے،اور کسی کوناحق قتل نہیں کرتے،اور زنا کا بھی ارتکاب نہیں کرتے،ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کاوعدہ کیاگیاہے۔یہ آیتیں جب مشرکین کے پاس پہنچیں،خاص کر حضرت وحشی(رضی اللہ عنہ)کے پاس جنہوں نے اپنے زمانۂ کفر و شرک میں حضرت حمزہ(رضی اللہ عنہ)کو قتل کیا تھا،بعدمیں تووہ ایمان لے آئے تھے،تو انہوں نے کہا کہ ہم تووہ لوگ ہیں جنہوں نے کفروشرک کیا ہے، اوربہت سارے لوگوں کو قتل بھی کیا ہے، اوردوسرے بہت سارے گناہ کئے ہیں ؛ اب ہمارے لئے تو معافی کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی،اس پر آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّ اللهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَالِكَ لِمَن يَشَآءُ (النسآء:٣١)﴾ جب یہ آیت لکھ کر مکہ والوں کے پاس بھیجی گئ تو انہوں نے کہاکہ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مغفرت کواپنی مشیت پر موقوف رکھا ہے،گویا اس میں ان کودعوت دی گئ ہے کہ تم ایمان لے آؤ انہوں نے کہا کہ ایمان لانے کے بعد بھی تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے گناہوں کے متعلق یہی فرمایاہے کہ جس کو چاہیں گے معاف کریں گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق نہیں چاہاتوہمارا کیا ہوگا؟ اس پر آیت نازل ہوئی جس میں کہاگیا کہ اے میرےوہ بندو!جنہوں نے کفروشرک اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کومعاف کردے گا،بیشک وہ معاف کرنےوالارحم کرنے والا ہے،اس کے بعد وہ ایمان لے آئے۔(تفسیر قرطبی،سورۂ زمر)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر!میں یہ عرض کررہاتھاکہ کسی کافرومشرک کوآپ ایمان کی دعوت دیں اوروہ جواب میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ غفورالرحیم ہے ،توآپ اس سے صاف طور پریہ کہیں گے کہ بھائی!یہ مغفرت اوررحمت تمہیں ملنے والی نہیں ہے،بلکہ اس کا بھی ایک اصول ہے،اس سے اتناتومعلوم ہواکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اورمعافی کے لئے بھی کچھ قوانین ہیں، کافر کے لئے توپہلاہی قانون یہ ہے کہ جب تک وہ کفر چھوڑکراسلام وایمان قبول نہ کرلے،وہاں تک تووہ اس کاحقدارہی نہیں بنتا۔اسی طرح اہلِ ایمان کے حق میں بھی کچھ قاعدے بتائے گئے ہیں۔

کس کے اعمال تولے جائیں گے؟

جیسے قیامت میں اہلِ ایمان کے نامۂ اعمال کوتولاجائے گا۔ دیکھو!کافروں کے اعمال نہیں تولے جائیں گے،ان کے لئے توکفرکی وجہ سے سیدھاہی جہنم کافیصلہ سنا دیا جائے گا۔ اس لئےیہ بھی ایک بحث ہے کہ کس کے اعمال تولے جائیں گے؟اکثر علماء یہی لکھتے ہیں کہ اہلِ ایمان ہی کے اعمال تولےجائیں گے، اس لئے کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت کے مستحق بن چکے ہیں ،لیکن گناہ نے ان کا معاملہ ذرا کھٹائی میں ڈال دیاہے،تواب وہاں ان کےاعمال تول کریہ دیکھاجائے گاکہ اس میں نیکیاں کتنی ہیں اورگناہ کتنے ہیں۔ اگر گناہوں کاپلڑاغالب ہے توسزاکے لئے جہنم میں بھیجا جائے گااورسزابھگتنےکےبعدمؤمن ہونے کی وجہ سے جنت کافیصلہ ہوگا،اوراگرنیکیاں غالب ہیں تواس صورت میں شروع ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے اس کو جنت میں بھیجا جائے گا۔ بہرحال! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا اصول اور قانون بتایا ہے، اس لئے جو لوگ گناہ کر کے یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے، ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔

کسی کو عمل جنت میں داخل نہیں کرائے گا

اچھا! یہ تو گنہگاروں کی بات ہوئی۔ لیکن جو لوگ دیندار ہیں اور نیکی کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کے معاملہ میں غلو سے کام لیتے ہیں اور وہ اس طرح کہ جو اعمال ہمیں کرنے کے لئے کہا گیا ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ کا اہتمام کرنا، یا گناہوں سے بچنا؛ ان اعمال کے بعد بھی اصل تو یہ ہے کہ آدمی کے لئے جنت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ایک روز ارشاد فرمایا: "لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا كُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ" تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرائے گا۔ حضراتِ صحابہ نے عرض کیا: "وَأَنْتَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟" اے اللہ کے رسول! آپ بھی؟ حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا: "وَأَنَا، إِلَّآ أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَتِهِ" میں بھی؛ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں (بخاری شریف، ۵۶۷۳) جب حضور (ﷺ) اپنے لئے یہ فرماویں تو پھر دوسروں کے لئے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ان لوگوں کے لئے ہے جو اعمال کا اہتمام کرتے ہیں، اور جو لوگ اعمال کا اہتمام ہی نہیں کرتے اور گناہوں میں مست رہتے ہیں، ان کا تو جواب صاف ہو گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توفیق بھی اسی وقت ملتی ہے

اورجولوگ اعمال کااہتمام کرنے والے ہیں ان کے لئے بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے خیالات درست کرلیں،اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نےان اعمال کے اوپرجنت اوراس کی نعمتوں کے جووعدے کئے ہیں وہ تمام صرف اللہ کے فضل سے ہی ملنےوالے ہیں ،اس لئے کہ جنت کے متعلق بھی بخاری شریف اور تمام کتبِ احادیث میں موجودہے کہ ایک ادنیٰ جنتی کودنیاسے دس گنا بدلہ ملے گا،اوریہ بھی اس جنتی کو جو گرتا پڑتاجنت میں پہنچاہو گا،جیساکہ اس کا تفصیلی قصہ حدیث میں موجودہےایک ادنیٰ اور معمولی جنتی کودنیاسے دس گنابدلہ ملے گا(بخاری شریف، ۶۵۶۱)اور حقیقت تو یہ ہے کہ سارے اعمال محض علامت ہیں ،ورنہ آدمی کوجنت میں لے جانے والی اورجنت کی نعمتیں دلوانے والی چیزاللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے،اوروہی اصل ہے، اس کے اندر مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی ہے،اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال ہوگی تب ہی یہ رتبہ ملے گا۔اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ اعمال کی توفیق بھی اسی وقت ملتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال ہو، ورنہ جماعت کاکام کرنے والے بھی بہت سے احباب یہاں موجودہیں جولوگوں کے پاس جاتے ہیں اورلوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اورکہتے ہیں کہ بھائی!مسجدمیں آؤ، تو اس کو مسجدمیں آناایسامعلوم ہوتاہے جیساکہ سولی پر چڑھایاجارہا ہو،اتنی منت و سماجت کرنے کے بعدبھی وہ کیسے کیسے بہانے کرکے نکل جاتاہے۔کیاان لوگوں نے مسجدمیں اس کے لئےکوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سولی کا تختہ تیار رکھا ہے جو وہ یہاں آنے سے ڈرتا ہے؟ یہاں آکر اس کو کیا کرنا ہے، صرف تھوڑی دیر کے لئے نماز ادا کرنی ہے، یا دین کی بات سن کر اللہ کو یاد کرنا ہے۔ سبحان اللہ کا جملہ آدمی اپنی زبان پر جو لاتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے لاتا ہے۔

كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ

حدیث پاک میں نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے: ﴿كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ (بخاری شریف، ۷۵۵۲)﴾
اللہ تعالیٰ نے جس کو جس کے لئے پیدا کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توفیق بھی ملتی ہے، اور وہی کام اس کے لئے آسان بھی کیا جاتا ہے۔ دنیا میں دونوں طرح کے لوگ ہیں، برے بھی ہیں اور اچھے بھی ہیں، برے لوگ برے کام کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں، لوٹ چلاتے ہیں، اور گناہ کے بڑے بڑے خطرناک کام کرتے ہیں، اور وہ ان کاموں کو آسانی کے ساتھ انجام دے لیتے ہیں، اس لئے کہ ان کے لئے وہی کام طے ہوا ہے، لہٰذا ان کو وہ کام انجام دینے میں کوئی دشواری بھی پیش نہیں آتی۔ وہی آدمی جو بڑی بے باکی کے ساتھ دس آدمیوں کو آسانی سے قتل کر سکتا تھا، اسی سے آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کہیئے، یا اس سے کہیئے کہ ہمارے ساتھ چار رکعات نماز پڑھنے کے لئے آؤ، تو اس کے لئے وہ بڑا مشکل ہو جائے گا۔ حالاں کہ ہم اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہیں لیکن وہ اس کو مشکل سمجھ رہا ہے، اس سے یہ ہو ہی نہیں رہا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور جو لوگ نیکی کے کام کرنے والے ہیں اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اطاعت و فرمانبرداری لکھ دی ہے، نماز ادا کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں، ان کو آپ معمولی سا گناہ کرنے کے لئے کہیے تو وہ تیار نہیں ہوں گے۔ قتل کرنا تو در کنار، صرف کسی کو ایک تھپڑ مارنے کو کہیے۔ اور وہ بھی چھوڑو، ان سے کہیے کہ فلاں کو صرف ایک گالی ہی دیدو، تو ہم تم کو سو روپے دیں گے۔ تو وہ کہے گا کہ ہزار بھی دو تب بھی مَیں گالی نہیں بولوں گا۔ حالانکہ دیکھنے کے اعتبار سے زبان پر گالی کا لانا صرف ایک جملہ ہے اور کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے، لیکن جیسے پہلی قسم کے آدمی کو سبحان اللہ کہنا مشکل معلوم ہوتا تھا، یہ جملہ اس کو بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی کی بات ہے، اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی اور اپنا نام لینے کی، نمازوں کا اہتمام کرنے کی اور دوسرے نیکی کے کام کرنے کی توفیق دی ہے، اور ساتھ ہی گناہوں سے بچنے کی توفیق دی ہے؛ تو ان کو چاہیے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں مَیں آپ سب سے یہی کہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے، اب اس نعمت میں آپ زیادتی چاہتے ہیں تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں کہ اس کا شکر ادا کیا جاتا رہے: ﴿لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡ﴾ باری تعالیٰ کا قرآنِ پاک میں وعدہ ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم تمہاری نعمتوں میں اضافہ کریں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس پہلو پر بھی غور کیجیے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو لوگ نیکی کے کام کرتے ہیں وہ بھی اس معاملہ میں ذرا غلو سے کام لیتے ہیں۔ دیکھو! ہم میں سے بہت سے لوگ وہ ہوں گے جو نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نیکی کے کام کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے متعلق یہ فیصلہ کئے بیٹھے ہیں کہ گویا جنت میں ہماری بکنگ ہو چکی ہے، اور ریزرویشن ہو گیا ہے، دوسرا پہلو تو ہم کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچتے، حالاں کہ حضراتِ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) وہ لوگ ہیں جن کو دنیا میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے جنت کی بشارتیں سنائی گئیں، اس کے باوجود وہ حضرات ڈر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ ایسا تو نہیں تھا کہ جنت کی جو بشارت ان کو زبانِ رسول سے دی گئی تھی اس پر ان کو اعتماد نہیں تھا؟ ایسا بالکل نہیں تھا، بلکہ پورا پورا یقین تھا لیکن اس کے باوجود عذاب کا ڈر اتنا غالب آجاتا تھا کہ وہ سہم جاتے تھے۔

الہامی مثال

اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ کسی جگہ اونچائی کے اوپر دو فٹ چوڑا راستہ بنا ہوا ہو اور آپ سے کہا جائے کہ اس پر چلو، تو سیدھی بات ہے کہ راستہ دو فٹ چوڑا ہے، اور عام طور پر آدمی کو چلنے کے لئے دو فٹ سے زیادہ چوڑی جگہ نہیں چاہیے، لیکن جب وہ یہاں چلتا ہے تو کبھی اس کو ایسا خطرہ یا خیال آتا ہے کہ مَیں گر جاؤں گا؟ اور اونچائی پر دو فٹ چوڑے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

راستہ پر چلنے کے لئے کہا جائے گا تو بعض تو پہلے سے ہی منع کر دیں گے، بعض ڈرتے ڈرتے چلیں گے کہ کہیں گر نہ جائیں، حالانکہ وہ اوپر جتنی جگہ پر چل رہا ہے اتنی ہی جگہ پر نیچے بھی چلتا ہے، لیکن نیچے جس طرح آسانی سے چلتا ہے اُس طرح اوپر نہیں چل سکتا۔ آخر ایسا کیوں؟ اس لئے کہ وہاں خوف غالب آجاتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جوب

اسی طرح ان حضرات کو بشارتیں سنائی گئی تھیں، پھر بھی وہ بہت زیادہ ڈرتے تھے۔ اس سے نعوذ باللہ یہ خیال پیدا نہ ہو کہ ان کے ایمان ویقین میں کمی تھی، ان کے جیسا ایمان تو کون پیش کر سکتا ہے، وہ تو پوری امت کے لئے نمونہ ہیں، لیکن دراصل اس بشارت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا زیادہ غالب آجاتا تھا کہ یہ چیز نگاہوں کے سامنے رہتی ہی نہیں تھی۔ جیسے کسی دشمن نے حملہ کر دیا، اب اپنے پاس بھی کوئی ہتھیار موجود ہے لیکن دشمن کا خوف اتنا غالب آیا کہ وہ اپنا ہتھیار تو بھول ہی گیا۔ بعد میں کہتا ہے کہ ارے یار! مَیں تو اپنا ہتھیار بھول ہی گیا تھا، اگر ذرا سا بتلاتا تو وہ بھاگ جاتا۔ جیسے فارسی کا مقولہ ہے: ’’مُشتے کہ بعد از جنگ یاد می آید، بر پُشتِ خود باید زد‘‘ وہ مُکّا جو لڑائی کے بعد یاد آئے، وہ اپنی ہی پیٹھ پر مارنا چاہیے۔ جب آدمی کا کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو بعد میں وہ سوچتا ہے کہ مَیں یوں مارتا اور یوں کرتا اور توں کرتا۔ آدمی کی ذہنی سوچ ہوتی ہے، یہ سب ایسی ہی بے تکی باتیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں،جب کام کاوقت تھااس وقت توساری چوکڑیاں تم بھول بھال گئے تھے،اب ان خیالات کا کیا فائدہ ہے۔

ہمارامزاج

خیر! جن حضرات کو یقین تھااور جن کوبشارتیں سنائی گئی تھیں ان پراللہ تعالیٰ کا کتناخوف غالب تھا۔اور ہم لوگ جواعمال کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں ہم جس قسم کی امیدیں لئے بیٹھے ہیں،اوراپنےاوپر مکمل اعتماد کئےہوئےہیں ، گویاہم یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل وحی لے کرآکرہمیں کہہ چکے ہیں کہ جنت میں تمہاری فلاں سیٹ نمبر ہے،اور فلاں بنگلہ نمبرہے۔ہم تواپنے متعلق ایساہی سمجھتے ہیں اوردوسروں پر تبصرے کرتے رہتےہیں۔آج کل ہمارامزاج یہی بناہواہے،حالانکہ جنت میں جانے کا اصل مدار اعمال نہیں ہیں،خودنبیٔ کریم (ﷺ)اپنے متعلق یہی فرمارہے ہیں۔

اعمال کاویلیوئیشن (valuation)

اورپھر جن اعمال پرجنت کے بدلہ کاوعدہ کیاگیاہے توپہلےذرایہ بھی دیکھوکہ وہ بدلہ ہمیں حق کے طورپرنہیں مل رہاہے۔ایسانہیں ہے کہ ان اعمال کی وجہ سے ہمارا استحقاق ہوگیاہے۔اس لئے کہ اگرایساہی ہوتاتوہمیں ذرا غورکرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارےاعمال کی حیثیت اوراس کی قیمت کیاہے؟ہمیں اپنے اعمال کاویلیوئیشن (valuation) کرلینا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چاہیے، اوراس کے مقابلہ میں ہمیں جو کچھ معاوضہ مل رہاہے جس کا جنت میں وعدہ کیا گیا ہے؛وہ کیاہے؟لہٰذا آیئے ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیتے ہیں۔ دیکھو!ہم پورے چوبیس گھنٹے اللہ کی عبادت میں نہیں لگاتے بلکہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت کی فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں ،جماعت سے پانچ سات منٹ پہلے مسجد میں آتے ہیں، اور اگراس سے پہلے آگئے تب بھی اندر آنے کی زحمت نہیں کرتے،یوں کہتے ہیں کہ ابھی تو جماعت میں بہت وقت باقی ہے، ذرا باہر ہی کھڑے رہو۔نفس اور شیطان کیسا ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ اندر آنے ہی نہیں دیتا،جن کو مسجد میں آنے کی توفیق ملی ہوئی ہے وہ بھی مسجد کے احاطہ میں آنے کے بعد جماعت خانہ میں داخل نہیں ہوتے،اس لئے کہ اندر جانے کے بعد باتیں کرنے کا وقت نہیں ملے گا۔ارے بھائی!اللہ تعالیٰ نے آنے کی توفیق دی ہے تو بیٹھ کر کچھ پڑھ لو، اگر دس پندرہ منٹ پہلے آگئے توکیاحرج تھاکہ وضو کرکے اندر آجاتے اور سنتیں پڑھ کر جو پانچ سات منٹ بچ گئے ان میں کچھ تسبیح اور قرآنِ پاک وغیرہ پڑھ لیتے تواس میں ہمارا کیاچلاجاتا؟لیکن ہم ایسانہیں کرتے اورباہر جوتے اتارنے کی جگہ پر ہی کھڑے رہتے ہیں،جب پانچ منٹ باقی ہوں گے تواندرآکر جلدی جلدی وضو کریں گے،اور جب جماعت کھڑی ہوگی تب ہی مسجد میں داخل ہوکر نماز میں شامل ہوں گے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے جو یہاں شروع ہوگیا۔ضمناً بات آگئی تواس پر تنبیہ کردی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زندگی بھر کی محنت کی قیمت

خیر!میں یہ عرض کررہاتھا کہ ہم اللہ کی عبادت میں جو اوقات لگاتے ہیں ہمیں اس کا حساب کرنے کی ضرورت ہے کہ پانچوں وقت کی نمازمیں ہمارا کل کتنا وقت لگتا ہے؟پانچ وقت کی نمازمیں کل ملاکرزیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سے دوگھنٹے لگتے ہیں ،اور ذرا خشوع و خضوع سے پڑھیں توڈھائی گھنٹے ہوں گے،اس سے زیادہ نہیں لگتے۔اب ہمیں یہ سوچناہے کہ ہمارے اس ڈھائی گھنٹے کی قیمت ہمیں دنیامیں کیامل رہی ہے؟اس لیے کہ ہم صرف یہ نمازتونہیں پڑھ رہےہیں،اس کے علاوہ اوقات میں ہم اپنےکاروبارمیں لگتےہیں ، تجارت والاتجارت میں لگتاہے،سروس اور ملازمت والااس میں لگتاہے،تواب یہ آدمی جوملازمت اورسروس کررہاہے اس کوڈھائی گھنٹے کی تنخواہ کتنی ملتی ہے؟سب کومعلوم ہے کہ آٹھ سے دس گھنٹے ملازمت اورسروس کے ہوتےہیں اوراس کی ماہانہ تنخواہ جو مقرر ہوتی ہے وہ مان لیجئے کہ تیس ہزار ہے۔چلومان لوکہ تیس ہزار نہیں بلکہ تین لاکھ ہے، حالانکہ ایسے تو بہت کم لوگ ہوں گے کہ جن کو ماہانہ تین لاکھ تنخواہ ملتی ہو لیکن ہم زیادہ سے زیادہ ویلیو کے حساب سے تسلیم کرتےہیں کہ ٹھیک ہے کوئی کسی ڈائنگ ہاوس میں بہترین ماسٹرہے تو اس کو تین لاکھ تنخواہ ملتی ہے۔تو اب اس کومہینہ کے جوتین لاکھ ملے توایک دن کے دس ہزارہوئے،اوردن بھرکے وہ دس گھنٹے لگاتاہے توایک گھنٹہ کے ایک ہزارہوئے۔اب ہم روزانہ ڈھائی گھنٹے اللہ کے کام میں اور عبادت میں لگاتے ہیں توہمارےڈھائی ہزاراس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کام میں لگے۔اب ہم زندگی میں پندرہ سولہ سال کے بعد نمازیں پڑھنا شروع کرتے ہیں اور پچاس ساٹھ سال میں سے شروع کے پندرہ سال نکال کر روزانہ کے ڈھائی ہزار کے اعتبار سے حساب لگالو تو چار سے پانچ کروڑ روپے ہوں گے،اب مَیں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان پانچ کروڑ سے پوری دنیا نہیں بلکہ سورت شہر کا سب سے اعلیٰ اور پوش ایریا جو کہلاتا ہے وہاں کتنے اسکویر فٹ زمین خرید سکتے ہیں؟اور اس میں کیسا بنگلہ بنا سکتے ہیں؟آج اس زمانہ میں سورت شہر کے سب سے پوش ایریا(Posh Area) میں بڑا بنگلہ تو ملنے سے رہا۔یہ ہماری زندگی بھر کی محنت کی قیمت ہوئی۔

زندگی بھر کے نقشوں کا نقشہ

اب آپ پوری دنیا کا نقشہ اُٹھا کر دیکھو کہ اس پوری دنیا کے نقشہ میں ہندوستان کہاں ہے،اور پورا ہندوستان پوری دنیا کا کتنا حصہ بنتا ہے؟اور پھر اس ہندوستان میں گجرات کی کیا حیثیت دکھتی ہے؟اور دنیا کے نقشہ میں شاید گجرات کا نام تو ملے گا لیکن سورت کا نام اس میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔اس کے لئے آپ کو دنیا کا نقشہ چھوڑ کر ہندوستان کا نقشہ نکالنا پڑے گا،دنیا کے نقشہ میں سورت کا وہ نقطہ تھا ہی نہیں،ہاں!ہندوستان کے اس نقشہ میں سورت کا حصہ ایک نقطہ اور پوئنٹ کے برابر ملے گا،اور پانچ کروڑ میں جو جگہ آپ نے خریدی ہے،اس کی حیثیت اس ایک نقطہ اور پوئنٹ میں کیا ہوگی؛اس کا آپ اندازہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لگالیجئے۔یہ توسب سے بڑی ویلیو نکال کرہم حساب کررہے ہیں ، کم تنخواہ والے اس حساب سے اپنااپنااندازہ نکال لیں۔

اورپھریہ توہم صرف نماز کاحساب لگارہے ہیں ،دوسرے اعمال کاکیاحال ہے وہ توابھی ہم نے دیکھاہی نہیں۔اورادنیٰ جنتی کودنیاکادس گناملنےوالاہے،توپھر اوپرکے بڑے درجہ والوں کاتوکہنا ہی کیا۔حالاں کہ ہم نے اس مثال میں دنیاکے اونچی سے اونچی تنخواہ والے کاحساب لگایاتھا۔

یہاں اوروہاں کاتقابل

اورپھریہ توصرف مقداراورکونٹیٹی (Quantity)کی بات ہوئی ہے،حالانکہ کسی بھی چیزمیں صرف مقدار ہی نہیں دیکھی جاتی،کوالٹی(Quality) بھی دیکھی جاتی ہے،اس لئے وہاں کے ادنیٰ اوریہاں کے اعلیٰ کاموازنہ کروکہ یہاں کے اعلیٰ بنگلہ کا مٹیریل(Material) کیا ہوسکتاہے اوروہاں کے ادنیٰ بنگلہ کی کوالٹی کیسی ہوگی۔یہاں کی چیزیں کیسی ہیں اور وہاں کی چیزوں کی کوالیٹی کیسی ہے۔جنت کی صرف ایک حورکے متعلق حدیثِ پاک میں آتاہے کہ اس کاصرف دوپٹہ دنیاومافیہاسے بہتر ہے،اور اگر وہ حورسمندرمیں صرف تھوک دے توسمندروں کاساراکھارا پانی میٹھا ہوجائے۔حالانکہ سمندرکتنے بڑے ہیں ؟زمین کے مقابلہ میں سمندروں کاحصہ دوتہائی زیادہ ہے اور ابھی توہم نے صرف یہاں کے بنگلہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورزمین کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ یہاں تودوسری چیزیں مثلاً ڈیکوریشن(Decoration) رنگ روغن اور فرنیچر وغیرہ کے پیسے الگ ہوں گے،اور وہاں تو سب کچھ تیار ملے گا۔

اپنے اعمال پر کبھی بھروسہ نہ کرو

تواب کیاکسی کویہ کہنے کا حق ہے کہ جنت اوراس کی ساری چیزیں ہمیں اعمال کے بدلہ میں ملیں گی۔بالکل نہیں۔یہ تودراصل اللہ تعالیٰ دیناچاہتے تھے اس لئے بہانہ کے طورپرہم سے یوں کہاگیاکہ یہ اعمال کرلوتوتم کویہ مل جائے گا۔اس کومیں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ یہ توایساہی ہے جیسے ایک غریب فقیرآدمی مسجد کے دروازہ پرآپ کے پاس آیا، آپ اس کوکچھ رقم دیناچاہتےہیں،اس کوآزمانے کے لئے آپ نےاس سے کہاکہ اگرتم یہاں سے چوک بازارتک پیدل جاؤ تومیں تم کوایک ہزارروپے دوں گا ظاہرہے کہ کوئی بھی یہی کہے گاکہ چوک بازار تک جانے کی جوشرط لگائی گئی ہےوہ اس کی قیمت نہیں ہے، بلکہ صرف آزمائش ہے، ورنہ تویہ آدمی اس کوایک ہزارروپے دینا چاہتاہے،صرف بہانہ کے طورپریہ بات کہی گئی ہے۔اب وہ وہاں تک توکیاجاتابلکہ آپ کی اس سوسائٹی کے باہر چندقدم جاکرواپس آیااور کہنے لگاکہ لاؤ!وہ ایک ہزارروپے دو۔تو اس سے کیاکہاجائے گا؟ اسی طرح اعمال کابھی حال ہے،ہمیں اپنےاعمال کی حیثیت اور قیمت دیکھ لینی چاہیے کہ اس کی قیمت اورحیثیت کیاہے۔آدمی اپنے اعمال پر کبھی بھی بھروسہ نہ کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

با حضورِ دل نہ کردم طاعتے

اور پھر ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ کیسی ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں جیسا کہ میں نے مسجد میں آنے کا ہمارا طریقہ اور ڈھنگ بتلادیا، اسی طرح اللہ اکبر سے جو نماز شروع کریں گے وہاں سے لے کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک کا ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ دل پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ اس دوران دل کا کتنا دھیان نماز میں حاضر رہتا ہے اور کتنا غائب رہتا ہے۔ جس طرح آجکل ہر چیز آٹومیٹک (Automatic) ہوگئی ہے، اسی طرح ہماری نماز بھی آٹومیٹک (Automatic) ہوچکی ہے، اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے تو اس کے بعد سب کام برابر ہوتے ہیں، کوئی چیز چھوٹتی نہیں ہے، لیکن سلام پھیرنے کے بعد اسی سے پوچھیں کہ کون سی سورت پڑھی تھی، تو کہتا ہے کہ یاد نہیں ہے، حالاں کہ اس نے سورت پڑھی ہے، لیکن خود اسے ہی یاد نہیں، پہلے وہ سوچے گا، دماغ پر زور لگانا پڑے گا کہ کون سی سورت پڑھی تھی۔ یہ ہماری نماز کا حال ہے۔

شیخ فریدالدین عطار (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک کتاب "پندنامہ" ہمارے یہاں مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اس میں انہوں نے بڑی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے:-

بے گنہ نہ گذشت برمن ساعتے ۔۔۔ با حضورِ دل نہ کردم طاعتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ! کوئی گھڑی میرے اوپر بغیر گناہ کے نہیں گذری،اور کوئی عبادت میں نے دل کی حاضری کے ساتھ نہیں کی۔اگر ہم سے قیامت میں پوچھ لیاجائے کہ ایک سجدہ ایسا لاؤجو حضورِدل کے ساتھ کیاہو؛توکیازندگی بھر کی نمازوں میں سے ہم وہ پیش کرنے کے قابل ہیں ؟ بالکل نہیں۔ہمارے اعمال کی حیثیت یہی ہے۔

اس دربار کے قابل ہیں یا نہیں ؟

اورآپ دیکھیں گے کہ یہ اعمال کس ذات کے لیے کئے جاتے ہیں؟ عبادتیں تواللہ تعالیٰ ہی کے لیے کی جاتی ہیں ،ہماراعقیدہ ہے کہ جوکام عبادات کے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اورذات کے لئے نہیں کرسکتے،اگرکسی اورکے لئے کئے جائیں گے تووہ شرک کہلائے گا،لیکن آپ احادیث کامطالعہ کریں گے تومعلوم ہوگا کہ اکثر عبادتوں کے بعد استغفارکے کلمات رکھے گئے ہیں ،حدیثِ پاک میں آتاہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد حضوراکرم (ﷺ)زورسے تین مرتبہ استغفراللہ پڑھتے تھے(سنن دارمی، ۱۳۴۸) اور نماز کے بعدکے جواذکاربتائے جاتے ہیں ان میں استغفاربھی آتا ہے۔اسی طرح روزہ افطار کرنے کی دعامیں ہے: یَاوَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ(المعجم الاوسط ۷۷۳۸) وہاں بھی معافی مانگی جارہی ہے۔ غورکرنے کی چیزہے کہ صبح سے شام تک بھوکے رہے،اوراب معافی مانگی جارہی ہے؟ درحقیقت اس سے یہی بتلایاجارہاہے کہ جوعبادت تم پیش کررہے ہو،وہ اُس دربارکے قابل بھی ہے یانہیں۔اسی لئے قرآنِ پاک میں اللہ کےنیک بندوں کاحال بتلایاگیا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو اس طرح اعمال کرتے ہیں کہ ان کے دل ڈرے سہمے رہتے ہیں۔اس پر کسی نے پوچھا کہ کیا گناہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں ؟ تو فرمایا کہ نہیں! بلکہ نیکی کے کام کرکے ڈرے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں؛وہ اس دربار کے قابل ہیں بھی یا نہیں،اور قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔(ترمذی شریف،۳۱۷۵)

میں یہ عرض کررہا تھا کہ امید کے معاملہ میں جو دیندار لوگ ہیں وہ بھی غفلت سے کام لیتے ہیں،اس لئے صرف امید کا سبق پڑھ لینے سے کوئی کام نہیں بنتا۔اور دراصل مَیں امید کی حقیقت بتلانا چاہتا تھا۔آج وقت بھی زیادہ ہوچکا ہے،بقیہ باتیں ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں ہوں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۲

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

﴿مجلس ۲﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امید کا بیان چل رہا تھا، گذشتہ مجلس میں امید کی حقیقت بتلائی تھی، اور یہ بھی بتلایا تھا کہ ہم جو اعمال انجام دیتے ہیں اور انکے بل بوتے پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں۔ حالاں کہ درحقیقت ہمارے اعمال کی قیمت ہی کیا ہے؟ اور ہمیں جو بھی وعدے کئے گئے وہ تمام اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے پورے ہوں گے جن میں ہمارے اعمال کا کوئی عمل دخل نہیں۔

فقیر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے

اور دیکھو! عبادت تو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے لیے انجام نہیں دی جاسکتی، اسی طرح صدقہ بھی دراصل عبادت ہی کی ایک قسم ہے۔ جو مال اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جاتا ہے؛ وہ صدقہ کہلاتا ہے، اور وہ بھی عبادت ہے، اس لئے وہ بھی اللہ کے علاوہ کسی اور کی نیت سے آپ خرچ نہیں کرسکتے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں فقہاء لکھتے ہیں کہ آدمی جب زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو وہ مال جب فقیر کے ہاتھ میں جاتا ہے تو گویا آپ نے اللہ کے ہاتھ میں دیا۔ فقیر دراصل اللہ تعالیٰ کا نائب بن کرلیتا ہے۔ (المعجم الکبیر،۸۵۷۱) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں یہ کہہ دیا گیا کہ جو مال آپ کو ہمارے واسطے نکالنا ہے وہ فقیر کو دیدینا۔ اس کو دیا گویا ہم کو دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ بہت سی مرتبہ ہم صدقات اور زکوۃ کے نام سے مال دیتے ہیں،اس وقت ہمارے دل میں اس فقیر کے متعلق-جو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا نائب بن کر ہمارے پاس آیا ہے-کیا جذبات ہوتے ہیں ؟ بھائی آپ کے اوپر کسی کا قرضہ ہو اور اس کی وصولیابی کے لئے وہ آدمی کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجے،تو کیا آپ اس کے ساتھ تحقیر یا بے عزتی کا معاملہ کر سکتے ہیں؟ایسا کرتے ہوئے آپ ڈریں گے کہ یہ تو اس کا نمائندہ ہے،گویا کہ وہی بذاتِ خود میرے پاس آیا ہے،اگر کچھ بھی غلط معاملہ کروں گا تو یہ وہاں اس کی اطلاع کر دے گا۔اور یہاں تو اللہ تعالیٰ کو اطلاع کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے ، سب کچھ اس کے علم میں ہے،اس کے باوجود ہم اس فقیر کے متعلق دل میں کیا جذبات رکھتے ہیں ؟

اِس کا احترام کیوں نہیں ؟

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک جملہ یاد آگیا جو وہ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے کہ تم مسجد کا اکرام اور تعظیم کرتے ہو،حالاں کہ وہ پتھر کی بنی ہوئی ایک عمارت ہے،اس کا اکرام اورادب واحترام اس لئے کرتے ہو کہ یہ عبادت کی ایک جگہ ہے جہاں نماز ادا کی جاتی ہے،ورنہ پتھر کی ایک عمارت ہے،کوئی جاندار چیز بھی نہیں ہے۔تو وہ جگہ چوں کہ عبادت کو ادا کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک اہم فریضہ وہاں ادا کیا جاتا ہے،اس لئے اس کا ادب اور احترام کیا جاتا ہے؛تو آخر اس فقیر کا ادب اور احترام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تمہارے دلوں میں کیوں نہیں ہوتا؟ جبکہ زکوٰۃ جو اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت اہم فریضہ ہے وہ اسی کے ہاتھوں ادا ہورہا ہے۔اور وہ کوئی پتھر کی عمارت نہیں ہے،بلکہ جاندار مخلوق ہے، اور وہ بھی انسان ہے۔ ویسے بھی ایک انسان کا انسان ہونے کے ناتے اکرام کرنا چاہیے تھا،چہ جائیکہ وہ تو ایک اہم فریضہ ادا کرنے کی جگہ بھی ہے؛پھر تو اس کا کتنا زیادہ احترام ہونا چاہیے!

ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرو

اور قرآنِ پاک میں جہاں خرچ کا تذکرہ آتا ہے وہاں ایک خاص انداز اختیار کیا گیا ہے:﴿وَمِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ گویا یہ بتلایا گیا کہ تم جو کچھ خرچ کروگے وہ ہمارے دئے ہوئے ہی میں سے خرچ کروگے۔جیسا کہ باپ کا بچہ سے مانگنا یہ اس کے محتاج ہونے کی علامت نہیں ہے،اور ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ جو دے گا اس سے باپ کی ضرورت پوری ہوجائے گی، بلکہ باپ تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے کہنے پر وہ کیا کرتا ہے۔اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا جو حکم دیا ہے اس سے نعوذباللہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے خزانہ میں کوئی کمی تھی۔یا ایسا بھی نہیں ہے کہ خرچ کرکے اس نے اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان کیا ہے۔بلکہ دراصل ہمیں مال دے کر آزمایا جارہا ہے کہ یہ میرا دیا ہوا میرے کہنے پر کتنا خرچ کرتا ہے،اور اسی سے تعلق کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خرچ کرنے کے دوطریقے

قرآن پاک میں ارشادِباری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ(فاطر:٢٩)﴾ ہم نے جو دیا اس میں سے چھپ کر اور کھلم کھلا خرچ کرتے ہیں۔اس آیت میں یہ بھی بتلایاہے کہ خرچ کرنے کے دو طریقے ہیں،ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی کوپتہ بھی نہ چلے۔حدیثِ پاک میں آتاہے کہ سات آدمی جن کو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی، ان میں سے ایک وہ بھی ہے جس نے اتنااخفاء اورچھپاکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنےکااہتمام کیاکہ دائیں ہاتھ نے کیاخرچ کیااس کا بائیں ہاتھ کوبھی پتہ نہیں چلا(بخاری شریف،٦٦٠) اوردوسراطریقہ کھل کرخرچ کرنا ہے۔علماء نے اس کی تفصیل بیان کی ہے کہ کون سا صدقہ کھل کر کیا جائے اورکون سا چھپ کر کیا جائے۔توزکوٰۃ کے معاملہ میں لکھا ہے کہ اگروہ اس طرح دی جائے کہ لوگوں کو پتہ چلے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں لوگوں کوبھی ترغیب ہوگی،اوراس پر کسی کو بدگمانی کا بھی موقع نہیں ملے گا کہ فلاں زکوٰۃ نہیں نکالتا۔اور نفلی صدقات میں چھپاکردینا چاہیے، الاَّ یہ کہ کوئی ایسا موقع ہوجہاں لوگوں کوترغیب دینے کی ضرورت ہوتوپھروہاں کھل کربھی دے سکتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امید کا صحیح طریقہ

اس آیت میں تین چیزیں بتلائی ہیں کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں ، نماز قائم کرتے ہیں، اوراللہ کے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں کوئی گھاٹا نہیں ہے یعنی جنت کی امید رکھتے ہیں۔اس آیت میں کہا﴿یَرْجُونَ﴾ امید رکھتے ہیں یعنی ان کاموں کو انجام دینے کے بعد بھی کوئی گارنٹی نہیں دی گئی،بلکہ اس کے بعد بھی امید رکھتے ہیں۔حضرت حکیم الامت (نوراللہ مرقدہٗ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کس طرح امید رکھنی چاہیے اس کا صحیح طریقہ یہی ہے جو قرآنِ پاک میں بتلایا گیا ہے۔

امید کا مفہوم ،ایک مثال

دنیامیں بھی امید کا یہی طریقہ ہے۔ایک آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ حکومت کے اندر کلکٹری کا منصب حاصل کرے،اور بچپن سے اس نے یہ امید رکھی ہے تو وہ کیا کرے گا؟ وہ شروع ہی سے اس انداز سے آگے بڑھے گا،کلکٹر بننے کے لئے تعلیم کی جتنی مقدار ضروری ہے،ان تمام مراحل کو(step by step)پوری توجہ سے طے کرے گا۔پہلے پرائمری،پھر سیکنڈری،پھر ہائی سکول،پھر کالج اوریونیورسٹی کی تعلیم اور جتنی ڈگریوں کی ضرورت ہے وہ پوری کرے گا،اوراس میں بھی اعلیٰ طریقہ سے پوری کرنے کا اہتمام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرے گا۔ کلکٹر تو کئی سالوں کے بعد بنے گا، لیکن اس نسبت پر بچپن سے خوب اچھی طرح محنت چل رہی ہے۔ اور پھر مان لو کہ اس کو ڈگری مل گئی تو ڈگری کا مل جانا یہ تو صرف اس بات کی علامت ہے کہ اس میں کلکٹر بننے کی صلاحیت ہے، اس ڈگری کے ملتے ہی وہ کلکٹر نہیں بن جاتا، بلکہ ابھی اور بھی مراحل سے گذرنا باقی ہے۔ پہلے وہ درخواست دے گا، اس کے بعد بھی فوراً کلکٹر نہیں بنا دیتے، بلکہ پہلے کوئی دوسرا عہدہ ملتا ہے، مثلاً پہلے تحصیلدار بنایا، پھر نائب معاملتدار، اس کے بعد معاملتدار بنا، اور پھر کئی سالوں بعد کلکٹر بنا۔ اس طرح پورا سلسلہ چلتا ہے۔ اس درمیان کوئی اس سے پوچھے کہ کیا آپ کلکٹر بن گئے؟ تو کہتا ہے کہ ہاں! کام چل رہا ہے، ابھی معاملتدار میں ہوں، دھیرے دھیرے پوسٹ بڑھے گی تو کلکٹر تک پہنچ جاؤں گا۔ حالانکہ معاملتدار کی پوسٹ پر بھی کتنی مدتوں کی محنت کے بعد آیا ہے، لیکن یہی کہتا ہے کہ امید ہے۔

ایک بزرگ اور ایک ڈپٹی کمشنر

ایک صاحب ایک بزرگ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا کوئی آسان طریقہ بتلادیجیے۔ ان بزرگ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ ان کو باتوں میں لگادیا کہ بھائی! آپ کون ہیں، اور کیا کرتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ تو پوچھا کہ آپ ڈپٹی کمشنر کیسے بنے؟ اب اس کو پتہ نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں، وہ سمجھا کہ ایسے ہی میرے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورویسے بھی انسان کی ایک خاص نفسیات ہے کہ اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے کہ مثلاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت سے نوازا تو آپ نے اس کے لئے کیا کام کئے؟بس! پھر دیکھو کہ اس کا دفتر کھلے گا،اوروہ اپنی صلاحیتوں کو بیان کرے گا کہ میں نے کیسی کیسی محنتیں کیں۔ایک صاحب سے ہماری ملاقات ہوتی رہتی ہے،ان کی کپڑے کی دوکان ہے جب کبھی کپڑا خریدنے کی ضرورت سے وہاں جانا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ پوچھے بغیر ہی مجھ سے یہ کہنے لگتے ہیں کہ مولوی صاحب! پہلے تو میں ماچس بیچتا تھا اور پھر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور اگر کسی سے پوچھو تو پھر تو وہ ایسا شروع ہوتا ہے کہ بس آپ سنتے ہی رہ جائیں گے۔ یہ انسان کی نفسیات ہے۔کوئی کسی عہدہ پر ہو اور آپ اس سے پوچھیں کہ آپ اس عہدہ پر کیسے پہنچے؟تو وہ بڑے لطف اور مزے لے لے کر ساری تفصیل بیان کرے گا،پھر تو آپ کو معذرت کرنی پڑے گی کہ وقت تنگ ہو رہا ہے، آئندہ پھر کبھی سنیں گے۔

خیر!ان صاحب نے بھی بزرگ کو سنانا شروع کیا کہ میں نے بڑی محنت سے پڑھائی کی اور پھر ڈگری حاصل کی اور پھر درخواست دی اور اس کے لئے بھی بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی،اور ایک مدت تک بڑی محنت اور لگن سے کام کرنے کے بعد ڈپٹی کمشنر بنا اور اب ریٹائیرڈ ہوا ہوں۔بزرگ نے پوچھا: آپ کی عمر کتنی ہوئی؟کہا: ساٹھ سال ہوئی۔ اب ان بزرگ نے کہا کہ جناب!آپ ڈپٹی کمشنری سے ریٹائیرڈ ہونے کے بعد اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں،توشاید آپ کی نگاہوں میں اللہ کا قرب ڈپٹی کمشنری سے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اونچی ہی چیز ہوگی؛ تب ہی تو یہاں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ تو ان بزرگ نے کہا کہ آپ ڈپٹی کمشنری کی پوسٹ پر تو پچاس پچپن سال کی عمر تک محنت کرنے کے بعد پہنچے تھے، اور یہاں آکر ہم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا کوئی ایسا آسان راستہ بتادو کہ دو چار دن میں وہ حاصل ہو جائے۔

مفت میں لینا چاہتا ہے

آدمی کا یہی مزاج ہے کہ دنیا کے معاملہ میں بڑا ہوشیار بنتا ہے اور دن رات خوب محنت کرتا ہے اور سردی، گرمی، بارش دھوپ کچھ نہیں دیکھتا۔ لیکن دین کے معاملہ میں ویسی محنت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ چیز مفت میں لینا چاہتا ہے، دین کے معاملہ میں ڈھونڈتا ہے کہ بیٹھے بٹھائے کوئی سستا سودا مل جائے۔ کوئی ایسا بزرگ مل جائے جو دم کر دے اور میرا سینہ کھل جائے۔

ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ یہ کیا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جائیں اور ان سے بیعت ہوں اور اصلاح کا تعلق قائم کریں؛ تب کچھ کام بنے۔ مَیں یہ سب چیزوں کو نہیں مانتا۔ ہم کو تو ایسا بزرگ چاہیے کہ ایک نگاہ کرے اور سینہ کھل جائے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ پھر تو ڈھونڈتے ہی رہو۔ ہمارا یہ مزاج ہو گیا ہے کہ آدمی دین کے معاملہ میں مفت کا چاہتا ہے، ویسے دنیا کے معاملہ میں بھی مفت کا ڈھونڈتا تو رہتا ہے لیکن کوشش بھی برابر جاری رہتی ہے، لیکن دین کے معاملہ میں کوشش بھی نہیں کرتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی کا نام امید ہے

مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ دنیوی معاملہ میں امید کے ساتھ پوری محنت بھی کی جاتی ہے۔جیسے ایک کسان اگر یہ چاہتاہوکہ اس کے کھیت کے اندرایک بیگہ میں زیادہ سے زیادہ کوئنٹل گیہوں میں حاصل کروں ،تووہ اس کے لئے عمدہ قسم کابیج لائے گاکھاد ڈالے گا،پانی برابرپلائے گا،خوب محنت کرے گا،اور اب اس سے پوچھو کہ کیاحال ہے ؟ تواس کاجواب یہ ہوگاکہ اب اچھی فصل کی امید ہے۔مطلب یہ ہوا کہ دنیوی معاملات میں امید کامطلب یہی سمجھاجاتاہے کہ اس چیز کے لئے قاعدہ سے جتنی محنت کی جانی چاہیے،اتنی کوشش کرنے کے بعداس چیز کی توقع رکھنا؛اسی کانام امید ہے

کنوارے کو اولاد کا تعویذ چاہیے!

جیسے ایک آدمی بچے کی امیدرکھتاہےتواس کو شادی کرنی پڑے گی،اور صحبت کے بعد توقع رکھے۔ایک صاحب حضرت شاہ عبدالعزیزصاحب دہلوی(رحمۃ اللہ علیہ) کےپاس تعویذ لینے کے واسطے آئےاورکہاکہ حضرت! اولاد کا تعویذچاہیے۔ حضرت نے پوچھاکہ آپ نےشادی کی ہے؟تواس نے کہاکہ نہیں !ابھی شادی تونہیں کی ہے۔اب آپ ہی بتایئے کہ وہ شادی کئے بغیراولاد کا تعویذلینے آیاتھا،اس کے متعلق آپ کیارائے قائم کریں گے؟کہنے کاحاصل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ ہے کہ اسباب اختیار کئے جاتے ہیں اور پھر امید رکھی جاتی ہے۔ دنیوی معاملات میں ہم اسی کو امید کہتے ہیں۔

ایک طالبِ علم کو شاہزادی سے نکاح کرنے کے حوصلے تھے،اوروہ ہمیشہ اسی خیال میں مست رہتا۔کسی نے پوچھا کہ بھائی کیا ہوا؟تو کہنے لگا کہ بس!آدھا معاملہ تو طے ہو گیا ہے، آدھا باقی ہے ہماری طرف سے تو منظوری ہے،اُدھر کی بات نہیں جانتا۔

اپنے بس میں جتنا ہو؛ کرلو پھر...

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی دنیوی اعتبار سے محنت کرتا ہے پھر امید رکھتا ہے،اور امید کا اصل مفہوم یہی ہے۔تو کیا امید کا جو معنیٰ ،مفہوم و مطلب ہم دنیوی معاملات میں سمجھتے ہیں؛دین کے معاملہ میں وہ بدل جاتا ہے؟ظاہر ہے کہ جو مطلب وہاں لیا جائے گا،وہی مطلب یہاں بھی لیا جائے گا۔دنیا کے کسی بھی کام میں امید اس وقت رکھی جاتی ہے جب اس کے سارے اسباب اختیار کرلئے جائیں ،اپنے ہاتھ میں جتنا تھا وہ کرلیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے توقع اور امید رکھو۔ایسے ہی دین کے معاملہ میں اپنے ہاتھ میں جتنا ہو وہ کرلو، پھر اللہ تعالیٰ سے امید رکھو؛اس کا نام امید ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ امید نہیں ؛ ہوس ہے

اسباب کو اختیار کئے بغیر کوئی آدمی امید رکھے تو اس کو امید نہیں ،بلکہ ہوس کہتے ہیں۔

اسی کو حدیثِ پاک میں فرمایا گیا:﴿اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ(مسند احمد،۱۷۱۲۳)﴾سمجھدار اور ہوشیار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے، قابو اور(control)میں لاوے،اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کرے۔اور عاجز و درماندہ،بے کار ہے وہ آدمی؛ جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے چلتا رہے،جیسا نفس کہے ویسا ہی کرے، اور پھر اللہ تعالیٰ سے امیدیں بھی باندھے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ یہ سمجھ داری کی بات نہیں ہے، بلکہ بے وقوفی کی بات ہے،یہ حماقت ہے، دنیوی معاملہ میں ہم بھی اس کو حماقت کہتے ہیں۔جیسے ایک کسان نے اپنی زمین کو جوتا اور اس میں ہل چلایا،بیج ڈالا، پانی پلایا،کھاد ڈالا اور اس کی پوری حفاظت کی،پھر جب کٹائی اور فصل لینے کا وقت آیا تو وہ امید لگائے بیٹھا ہے کہ میرا گھر غلہ سے بھر جائے گا؛تو اس کا یہ امید رکھنا درست ہے،اور دوسرا کسان ایسا ہے کہ نہ اس نے زمین میں ہل چلایا،نہ بیج ڈالا، نہ کھاد ڈالی،نہ پانی پلایا اور نہ کچھ کیا،لیکن جب فصل کاٹنے کا وقت آیا تو جیسے سب لوگ امید باندھے بیٹھے ہیں؛یہ بھی امید لگائے بیٹھا ہے،تو اس کے متعلق کیا کہا جائے گا؟اس کو بے وقوف ہی کہیں گے، اس کے علاوہ اور کیا کہا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی طرح سے دینی معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے امید کا طریقہ بتلادیا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ (فاطر:۲۹)﴾ قرآنِ پاک میں ﴿يَرْجُوْنَ﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی امید اسی کا نام ہے کہ آپ سارے اسباب کو اختیار کرلیجئے اور پھر امید لگایئے، تب تو بات برابر ہے، اور یہی امید کا صحیح طریقہ بھی ہے۔ اس کے بغیر کوئی آدمی امید لگا رہا ہے، تو اس کا نام امید نہیں ہے بلکہ یہ تو حماقت ہے، اور اسی کا نام ہوس ہے۔

مؤمن کی شان

تو بنیادی چیز میں یہی بیان کرنا چاہتا تھا کہ امید کی حقیقت کیا ہے۔ اور مَیں بار بار یہ کہتا رہتا ہوں کہ دیکھو! ایمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں کرنے کو کہا ہے، مؤمن ان کو کرتا رہے۔ اور جن چیزوں سے بچنے کے لئے کہا ہے ان سے بچتا رہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے امیدیں قائم کرے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے کرنے کو کہا ہے وہ کرسکتا ہے پھر بھی نہ کرے۔ یا جن چیزوں سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے ان کو جان بوجھ کر اختیار کرے۔ یہ مؤمن کی شان سے بعید ہے۔ مؤمن تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہی رہے گا، اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہی رہے گا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے دوران کبھی اپنی بیماری کی وجہ سے، یا کمزوری کی وجہ سے اتفاقیہ طور پر کوئی کام کرنے کے لئے کہا گیا تھا لیکن چھوٹ گیا، تو وہ معافی مانگنے سے معاف ہوجائے گا۔ جیسے آپ کا کوئی نوکر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسا ہے جس کو آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتا ہے، پھر کسی روز کہی ہوئی کوئی بات اس نے نہیں کی، تو آپ اس پر اس کی گرفت نہیں کریں گے (Let go) کردیں گے کہ ہمیشہ وہ ہر کام برابر کرتا ہے، آج بیمار ہو گیا ہوگا، خود ہی اس کا عذر نکال لیں گے۔

اسی طرح جن چیزوں سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے ان سے بچتا ہے، کبھی اپنے ارادہ سے وہ کام اس نے کئے نہیں ہیں، لیکن غیر اختیاری طور پر اس سے کوئی کام ہو گیا اور اس سے اس نے معافی بھی مانگ لی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع کیا ہے، آدمی جانتا ہے کہ وہ حرام کام ہیں اور انکا کرنا گناہ ہے اور پھر بھی کرے۔ یہ تو ایمان کے تقاضہ کے سراسر خلاف ہے۔ مؤمن سے تو ایسا ہونا ہی نہیں چاہیے۔ یہ سیدھی سادی بات ہے۔

باب کا مقصد

خیر! علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے باب کا جو عنوان قائم کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اس باب میں وہ ایسی حدیثیں بیان کرنا چاہتے ہیں جن سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید اور رجا پیدا ہو۔ اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی سارے اعمال برابر انجام دیتا ہے اور گناہوں سے بچتا بھی ہے، لیکن کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو بعض انسانوں پر اس گناہ ہو جانے کے نتیجہ میں اتنی زیادہ ندامت غالب ہو جاتی ہے کہ وہ یوں سوچنے لگتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا کر ڈالا؟ اب ہمارا کیا ہوگا؟ اب تو ہم بالکل ہلاک ہی ہو جائیں گے۔ ایسی مایوسی چھانے لگتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔اس باب میں جوحدیثیں آرہی ہیں وہ دراصل اسی قسم کی مایوسی کوختم کرنے کے لئے ہیں۔لیکن سیدھی بات ہے کہ جو آدمی کچھ بھی نہیں کرتا،اس کے لئے یہ باتیں نہیں ہیں۔ اس باب کو قائم کرنے کی بنیادیہی ہے کہ گویاہمیں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ کوئی آدمی باوجوداہتمام کے یہ سوچنے نہ لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی ہلاکت کا سبب ہوسکتی ہے۔اس سے کہا گیاکہ بالکل مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے﴿إِنَّاقَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَاأَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (طٰه:۴۸)﴾ اللہ تعالیٰ کا عذاب توانہیں لوگوں کوہوگا جنہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے رخ پھیرا۔

باری تعالیٰ کا یہ بھی ارشادہے:﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ(أعراف:۱۵۶)﴾میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔اس جگہ پر بعض مفسرین نے لکھاہے کہ یہ حکم دنیاہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیامیں مؤمن اورکافرسب کے لئے عام ہے، لیکن آخرت میں تومعا ملہ ایمان کی وجہ سے ہوگا۔

جنت میں ضرورجائے گا

حدیث ۴۱۲

عن عبادۃبن الصامت(رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):مَنْ شَهِدَ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ،وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، وَأَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللهِ وَ رَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَاإِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ،وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ،وَالنَّارَحَقٌّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَاكَانَ مِنَ الْعَمَلِ۔ (متفق علیه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

ترجمہ:- حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اوراس بات کی گواہی دے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ گواہی بھی دے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اوررسول ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جواللہ تعالیٰ نے حضرت مریم پرڈالا ہے (اس لیے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کسی مرد کے نطفہ سے نہیں ہوئی بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کلمۂ کن سے ہوئی ہے۔) اور یہ گواہی دے کہ جنت اور جہنم حق ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے، چاہے جیسے بھی اعمال ہوں گے۔

افادات:- اتنی بات توطے ہے کہ جب وہ ایمان لے آیا تو اب اس کے کیسے ہی اعمال کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے۔ اگر کوئی آدمی دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا اور شرک کا کوئی ایسا کام اس نے نہیں کیا جس سے ایمان ختم ہوجائے، تو وہ ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور جائے گا۔ یا فوراً جائے گا جس کو دخولِ اولین کہتے ہیں، یا پھر یہاں سے گناہوں کی آلودگی لے کر گیا تھا تو پاک وصاف کرنے کے لئے بھٹّی میں ڈالا جائے گا اور پاک وصاف کرواکر جنت میں بھیجا جائے گا۔ باقی جنت میں ضرور جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طلب سے زیادہ عنایت

حدیث ۴۱۳

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ(رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):يَقُوْلُ اللهُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَوْ أَزِيدُ،وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً،وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً،وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا،لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً۔(رواہ مسلم)

معنى الحديث:(مَنْ تَقَرَّبَ) إِلَيَّ بِطَاعَتِي (تَقَرَّبْتُ)إِلَيْهِ بِرَحْمَتِي۔ وَإِنْ زَادَ زِدْتُ۔ (فَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي)وَأَسْرَعَ فِي طَاعَتِي(أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً)أَيْ:صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهُ بِهَا، وَلَمْ أُحْوِجْهُ إِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيرِ فِي الْوُصُولِ إِلَى الْمَقْصُودِ۔(وَقُرَابُ الْأَرْضِ)بِضَمِّ الْقَافِ، وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ أَصَحُّ وَأَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ:مَا يُقَارِبُ مِلأَهَا۔ وَاللهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ مع تشریح:۔حضرت ابوذر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشادفرمایاکہ باری تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جوآدمی ایک نیکی لے کر آئے گااس کو دس گنایااس سے بھی زیادہ بدلہ دیا جائے گا(گویانیکی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے یہاں کم سے کم دس گناملتا ہے،اور زیادہ جتنااللہ تعالیٰ چاہیں گے دیں گے۔)اورجو آدمی کوئی گناہ کا کام کرے،تو اس کے گناہ کا بدلہ اتنا ہی ہے جتنااس کاگناہ ہے، یا میں اس کومعاف کردوں گا۔ (اللہ تعالیٰ کو اختیارہے وہ چاہے تو معاف کردے)اور جو آدمی مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا،میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوؤں گا(یعنی جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرکے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا،اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ذریعہ سے اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گے،یعنی وہ جتنا بڑھااللہ تعالیٰ اس سے دوگنااس کی طرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

متوجہ ہوئے، گویا اس کی طرف سے جتنی طلب ہوتی ہے،وہاں سے اس سے زیادہ عنایت ہوتی ہے جیسے بچہ جب آدھاقدم آگے بڑھاتاہے توماں باپ آگے بڑھ کر اس کواپنی طرف کھینچ لیتے ہیں بس وہاں یہ معلوم ہوناچاہیے کہ بندہ میرے پاس آنا چاہتاہے) اورجو آدمی ایک ہاتھ میری طرف بڑھاتو میں اس کی طرف ایک باع یعنی چار ہاتھ متوجہ ہوتا ہوں (آدمی جب دونوں ہاتھ پھیلائے گاتووہ چارہاتھ ہوجائیں گے؛اس کو باع کہتے ہیں۔بعضوں نے دوہاتھ کہاہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ چارہاتھ مرادہیں۔)اور جو میری طرف چل کربڑھے گاتومیں اس کی طرف دوڑکربڑھوں گا (مطلب یہ ہے کہ بندے کی طرف سے جو کوشش ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی گنازیادہ اس کو قبولیت ملتی ہے آج کل کی زبان میں اس کو(Response)کہتے ہیں)اورجو میرے پاس قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گاکہ زمین بھرکر گناہ ہوں،لیکن (ایک بات ہے کہ)کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا تھا؛تومَیں اتنی ہی مغفرت لے کر اس سے ملتاہوں۔

افادات:-علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نےاس حدیث کامطلب بیان کیاہے کہ جومیرے قریب ہوا یعنی جس نے میری اطاعت وفرمانبرداری اختیارکی،وہ میرے قریب ہوتا ہے۔یہ بندہ کی طرف سےاللہ تعالیٰ کے قریب ہوناہوا۔اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے قریب ہونےکامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بندے کی طرف بھیجتے ہیں "وَاِنْ زَادَ زِدتُّ" اگروہ زیادتی کرے گاتواللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی زیادتی ہوتی ہے۔"اوروہ چل کرآیا" یعنی میری اطاعت وفرمانبرداری بہت جلدی کی،اس میں تاخیر نہیں کی۔دیکھو!وہاں مقداربتلائی گئی تھی اوریہاں وقت بتلایاجارہاہے یعنی بندہ کی طرف سےاللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنےمیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جتنا وقت لگتا ہے، اس سے زیادہ جلدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو نوازا جاتا ہے، وہاں سے بدلہ ملنے میں دیر نہیں لگتی۔

واجب کرنے والے دو کام

حدیث ۴۱۴

عَنْ جَابِرٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: جَاءَ أَعرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ: مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! وہ دو کام کونسے ہیں جو واجب کرنے والے ہیں؟ (یعنی جن کا نتیجہ بالکل طے شدہ ہے کہ اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ایسی حالت میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے؛ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو آدمی اس حالت میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا؛ تو وہ جہنم میں داخل ہوگا (یہ دونوں واجب کرنے والی چیزیں ہیں۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۳

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

مجلس ۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھنی چاہیے،اسی سلسلہ میں آج روایت لائے ہیں۔

نہایت ہی امید افزا روایت

حدیث ۴۱۵

وَعَنْ أَنَسٍ(رضی اللہ عنہ)أَنَّ النَّبِی (صلی اللہ علیہ وسلم) وَمُعَاذ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحلِ,قَالَ:يَا مُعَاذُ! قَالَ: لَبَّيك يَارَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْك۔قَالَ:يَامُعَاذُ!قَالَ:لَبَّيك يَارَسُولَ اللهِ وَ سَعْدَيْك۔ قَالَ: يَامُعَاذُ! قَالَ: لَبَّيك يَارَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْك۔(ثلاثا)قَالَ:مَامِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّااللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صِدْقاًمِنْ قَلْبِهِ إِلَّاحَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ قَالَ:يَارَسُولَ اللهِ! أَفَلاأُخْبِرُبِهَاالنَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟قَالَ:إِذاًيَتَّكِلُوا. فَأَخْبَرَ بِهَامُعَاذٌعِنْدَمَوْتِهِ تَأَثُّماً.(متفق عليه)

وَقَوْلُهُ:(تَأَثُّماً)أَيْ خَوفاًمِنَ الْإِثْمِ فِيْ كَتْمِ هَذَاالْعِلْمِ۔

ترجمہ مع تشریح:۔حضرت اَنس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)سواری پر تشریف لے جارہے تھے اورحضرت معاذ(رضی اللہ عنہ) آپ کے پیچھے اس سواری پرسوار تھے۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذ(رضی اللہ عنہ) کوخطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!مَیں حاضرہوں ،ارشاد فرمائیے۔ پھر حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا:اے معاذ!انہوں نے پھرعرض کیا:اے اللہ کےرسول! حاضر ہوں۔حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر فرمایا:اے معاذ! انہوں نے پھر عرض کیا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اے اللہ کے رسول! حاضر ہوں (دراصل نبیٔ کریم (ﷺ) نے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور آئندہ جو بات کہی جانے والی ہے اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے تین مرتبہ خطاب فرمایا تھا، ورنہ حضرت معاذ تو اسی اونٹ کے اوپر آپ کے پیچھے ہی سوار تھے، آپ (ﷺ) "یامعاذ" نہ بھی فرماتے اور اپنی بات ارشاد فرمادیتے تو حضرت معاذ سن لیتے، لیکن ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے پہلے ان کانام لے کر آپ نے خطاب فرمایا، پھر جب انہوں نے جواب میں اپنی توجہ کا اظہار فرمادیا تو دوبارہ پھر پکارا، پھر سہ بارہ پکارا جب یہ بات ہوچکی) تو پھر ارشاد فرمایا: اللہ کا جو بندہ اس بات کی سچے دل سے گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں؛ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو جہنم کے اوپر حرام کر دیتے ہیں۔

(ظاہر ہے کہ اس روایت میں ایمان والوں کے واسطے کتنی بڑی امید ہے کہ جو ایمان لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور معبود ہونے کا اور نبیٔ کریم (ﷺ) کی عبدیت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں، دل سے بھی سچا سمجھتے ہیں اور زبان سے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، صرف اتنی بات پر یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں۔)

جب نبیٔ کریم (ﷺ) نے یہ بات ارشاد فرمائی تو حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (اتنی بڑی بشارت جو آپ نے اہلِ ایمان کے لئے سنائی ہے) مَیں لوگوں کو اس کی اطلاع نہ کردوں؛ تاکہ وہ بھی اس بشارت کو سن کر خوش ہوجائیں؟ (اس لیے کہ جو بھی اہلِ ایمان اس چیز کو سنے گا تو ظاہر ہے کہ اس کو اس پر قلبی مسرت ہوگی اور وہ خوش

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو گا) نبیٔ کریم(ﷺ)نے جواب میں فرمایا:"إِذًا يَتَّكِلُوا" لوگ بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں گے۔پھر حضرت معاذ(رضی اللہ عنہ) نے موت کے وقت گناہ کے ڈر سے یہ روایت بتلادی۔

روایت کرنے سے کیوں منع فرمایا؟

افادات:۔بعض طبیعتیں ایسی ہیں کہ اتنا سننے کے بعد انکے عمل کا جذبہ کمزور ہو جائے گا اوراعمال کرکے جو اونچے مراتب حاصل کرسکتی ہیں ان سے محروم رہ جائیں گی۔ایک تو ہے اس کا جہنم پر حرام ہونااورجنت میں پہنچ جانا، اورساتھ ہی جنت میں پہنچنے کے بعدوہاں کے مراتب کی بھی کوئی انتہاء نہیں ہے،آدمی جیسے جیسے اعمال کرے گااوراس میں جتنی محنت کوشش ومجاہدہ کرے گا،اس کواللہ تعالیٰ جنت میں اتناہی اونچا مقام عطافرمائیں گے توحضورِاکرم (ﷺ)کے اس ارشادکاحاصل یہ تھاکہ آپ لوگوں کویہ بات سنادیں گے تو ہوسکتاہے کہ بعض طبیعتیں اس کوسننے کے بعد اعمال کے معاملہ سست پڑجائیں ،اوراعمال کرکے جومراتب حاصل کرسکتی ہیں،ان کے معاملہ میں کوتاہی سے کام لینے لگیں۔اور اس بشارت پربھروسہ کرکے بیٹھ جائیں کہ چلو!ہم کلمہ تو پڑھتے ہی ہیں ، ہم کواتنی گارنٹی تومل ہی گئی ہے،اس لئے نبیٔ کریم(ﷺ)نے فرمایاکہ ابھی لوگوں کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس روایت کا پتہ کیسے چلا؟

راوی کہتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم(ﷺ)نے بتلانے سے منع فرمادیا تھاتواس روایت کا پتہ کیسے چلا؟توحضرت انس(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کی وفات کاوقت آیاتوچونکہ حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)کونبیٔ کریم(ﷺ)کی طرف سے ایک ذمہ داری یہ بھی سونپی گئی تھی"فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ"جوسننے والے موجودہیں وہ ان لوگوں تک[جوابھی موجودنہیں ہیں]میری بات پہنچادیں۔یہ ایک ذمہ داری ان کے حوالہ کی گئی تھی اس لئے جب حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کی موت کاوقت آیاتویہ سوچ کرکہ نبیٔ کریم(ﷺ) کی زبانِ مبارک سے دی گئی یہ بشارت کہیں میرے ساتھ قبرمیں نہ چلی جائے اورآپ (ﷺ)کایہ ارشادامت تک پہنچنے سے رہ جائے،اس لئے بالکل آخری وقت میں گناہ سےبچنے کےلئےانہوں نے یہ بات لوگوں کوبتلائی۔

علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) خوداس کی تشریح فرماتےہیں کہ کہیں ایسانہ ہوکہ یہ ایک علم جونبیٔ کریم(ﷺ)نے عطافرمارکھاتھاوہ چھپارہ جائے،اوراس کی وجہ سے سرپر ایک گناہ آجائے، اس لئے مرتے وقت یہ بات لوگوں کوبتلاکرگئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عشق است وہزار بدگمانی

ویسے یہ بشارت نبیٔ کریم(ﷺ)نے ایک اور موقع پر بھی ارشادفرمائی تھی۔ مسلم شریف میں(مسلم شریف، ۱۶۵)روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) صحابہ کے درمیان تشریف فرماتھے،اچانک آپ(ﷺ)ان کے درمیان سے اٹھے اور آبادی سے باہر تشریف لے گئے،صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)یہ سمجھے کہ آپ اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے گئے ہیں،تھوڑی دیرانتظار کیالیکن جب حضوراکرم (ﷺ)تشریف نہیں لائے توصحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو فکرلاحق ہوئی کہ پتہ نہیں کیابات ہوئی۔اس لئے کہ آپ(ﷺ)کے دشمن بھی بہت تھے جوآپ کومختلف طریقوں سے ایذاء پہنچانے کے درپے رہتے تھے،اورپھر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کوحضورِاکرم (ﷺ)کے ساتھ جومحبت تھی اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں یہ خیال آیاکہ کہیں کچھ ہوتو نہیں گیا۔جیسے ایک بچہ ماں کے بازومیں لیٹا ہواہے،اور اس کی سانس کی آواز نہیں آتی تو ماں ایک دم سے بیٹھ کر دیکھنے لگ جاتی ہے کہ اس کوکچھ ہوا تو نہیں۔

کسی کاکوئی عزیز قریب جس سے اس کومحبت ہے،اگروہ بیمارہو اورسانس کا پتہ نہ چلتاہو،تووہ اس کے چہرہ کے قریب کان لے جاتاہے،اس کوہاتھ لگاکردیکھتاہے، اس کی نبض دیکھتاہے،یہ محبت کالازمی تقاضہ ہے۔”عشق است وہزار بدگمانی“ جیسا معاملہ ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ)رات کو عبادت میں مصروف ہوئے،جب سجدہ میں تشریف لے گئے تودیرتک سجدہ میں رہے،وہ فرماتی ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مجھے اندیشہ لاحق ہوا،مَیں نے اُٹھ کرنبیُ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدمِ مبارک پر ہاتھ رکھ کردیکھاکہ کہیں ایساتونہیں کہ روح پروازکرگئی ہو۔جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتاہے،جولوگ اس کیفیت سے گذر چکے ہیں وہ اس چیزکو بہت آسانی کے ساتھ محسوس کرسکتے ہیں۔بہرحال!حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہ فکر لاحق ہواکہ آپ کہاں تشریف لے گئے،سب آپ کی تلاش اور جستجو میں نکلے۔

جنت کی خوشخبری سنادو

حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ ایک باغ کے متعلق مجھے خیال ہوا تو میں نے اندرجانے کاراستہ ڈھونڈا،لیکن مجھےراستہ نہیں ملا،اس باغ کےپانی کے باہر نکلنے کی جونالی تھی اس میں سے ہوکرمیں اندرداخل ہوا تودیکھاکہ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس باغ میں تشریف فرماہیں،مَیں نے جاکرعرض کیاکہ اے اللہ کےرسول!آپ ہمارے درمیان سے اچانک اٹھ کرچلے آئےاوردیرہوگئی توسب پریشان ہوگئے، اور سب ہی آپ کی تلاش اور جستجو میں نکلے ہوئے ہیں ،مَیں بھی اسی لئے نکلا تھااوراس باغ میں آنےکاکوئی راستہ نہیں ملا توپانی نکلنے کی نالی سےمیں اندر گُھساہوں اورآپ یہاں تشریف فرماہیں۔جب نبیُ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کویہ معلوم ہواکہ حضراتِ صحابہ پریہ کیفیت گذری،توحضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)نےحضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)کواپنے نعلین مبارک دے کریہ فرمایاکہ جاؤاورجو بھی تمہیں راستہ میں ملے ، جواس بات کی گواہی دیتاہوکہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کےلائق نہیں،اور مَیں اللہ کا بندہ اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رسول ہوں ؛اس کو جنت کی خوشخبری سنادو۔ گویااس طریقہ سے صحابہ کرام کی طبیعتوں پر آپ کے ساتھ محبت کی وجہ سے جو فکرلاحق ہواتھا اورانہوں نے کلفت کی جو کیفیت محسوس کی تھی آپ(ﷺ)اس کی تلافی فرماناچاہتے تھے۔ چوں کہ اہلِ ایمان کو ایمان کی وجہ ہی سے آپ سے محبت تھی، اسی ایمان پر یہ خوشخبری سنائی جارہی ہے۔

کہیں لوگ بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائیں

خیر !حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) نعلین مبارک لے کرخوشی خوشی باہرنکلے اوراتفاق کی بات یہ ہوئی کہ سب سے پہلے حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)سے ملاقات ہوگئی،اب حضرت ابو ہریرہ(رضی اللہ عنہ)تو بڑے جوش وخروش کے ساتھ جارہے تھے،حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نے کہاکہ اے ابوہریرہ!کیا بات ہے؟ تمہارے ہاتھ میں یہ جوتیاں کیسی؟کہاں جارہےہو؟ انہوں نے کہاکہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی جوتیاں مبارک ہیں اورمجھے حضورنے فرمایاہے کہ جوبھی اہلِ ایمان تمہیں راستہ میں ملے اس کو جنت کی خوشخبری سنادو،اس لئے مَیں جارہاہوں۔ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)نے ان کے سینے پر ایسی زورسے ہاتھ ماراکہ حضرت ابوہریرہ گرگئے اورکہاکہ واپس جاؤ۔اس طرح حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)نے ان کوواپس کیا۔ اب حضرت ابوہریرہ آگے آگے اورحضرت عمر پیچھے پیچھے، دونوں اسی باغ میں پہنچے۔ حضرت ابوہریرہ توبالکل رونے کے قریب ہوگئے تھے،انہوں نے جاکرحضور(ﷺ) سے شکایت کی کہ اے اللہ کےرسول!آپ نےمجھے یہ ذمہ داری سونپی تھی،مَیں اسی کی ادائیگی کے لئے جارہا تھااورحضرت عمرسے ملاقات ہوگئی،انہوں نے مجھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

منع کر دیا اور کہا کہ واپس چلو۔اتنی دیر میں حضرت عمر بھی وہاں پہنچ گئے اور نبیؐ کریم (ﷺ) سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ان کو بھیجا تھا؟ کہا: ہاں۔ پوچھا کہ وہ آپ کی جوتیاں مبارک تھیں ؟ کہا: ہاں۔ عرض کیا کہ کیا اس لئے بھیجا تھا کہ لوگوں کو خوشخبریاں سنائیں ؟ کہا: جی ہاں۔تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ایسا نہ کیجئے، کہیں لوگ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا: ٹھیک ہے، کسی کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔گویا ایک پہلو یہ بھی تھا اور دوسرا پہلو وہ بھی تھا جو حضور اکرم (ﷺ) نے ملحوظ رکھتے ہوئے صحابہ کی دلجوئی کے لئے بشارت سنانے کے لئے بھیجا تھا، لیکن جب دوسرا پہلو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ (ﷺ) نے روک دیا کہ ٹھیک ہے، کسی کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بات لوگوں کو بتلائی نہ جائے، بلکہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے عرض کرنے کا حاصل یہ تھا کہ یہ پہلو بھی ہونے کی وجہ سے مناسب یہ ہے کہ ابھی لوگوں کو اس بات کی اطلاع نہ دی جائے، اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں کو ابھی عمل کرنے دیجئے ،ورنہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے

بات ایک ؛ اثر مختلف

ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی بات کا اثر مختلف طبیعتوں پر مختلف ہوتا ہے، ایک ہی بات مختلف آدمیوں کے سامنے کہی جائے تو سننے والوں کے مزاج کے اعتبار سے اس بات کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اثر ضروری نہیں کہ ایک پر جیسا ہوا، دوسرے پر بھی وہی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے پر کوئی دوسرا اثر ہو۔ آخر جن حضرات کو دنیا میں جنت کی بشارت سنائی گئی تھی جن کو عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے، اسی طرح صحابہ میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے حضرات ہیں جن کو نبیٔ کریم (ﷺ) کی طرف سے دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنائی گئی تھی، لیکن جیسا کہ آپ حضرات نے پڑھا اور سنا ہوگا کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ کاش! مَیں کوئی تنکا ہوتا۔ کاش! مَیں کوئی گھاس ہوتا جس کو کوئی جانور کھا جاتا۔ حالاں کہ یہ وہ لوگ تھے جن کو نبیٔ کریم (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے جنت کی بشارت مل چکی تھی۔ اور ایک حال ہمارا ہے کہ اگر ایک مہینہ تک پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی تو ہم ایسا سمجھنے لگتے ہیں کہ اب حضرت جبرئیل وحی لے کر آنے ہی والے ہیں ۔ دراصل مَیں مزاجوں کا فرق بتلانا چاہتا ہوں ۔

طبیعتوں کا فرق ... ایک مثال

شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے :-

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش کی خوبی میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہوسکتا، کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ بارش میں عیب ہے، بارش کا پانی تو ماشاء اللہ ہوتا ہے، اس میں تو کوئی کلام ہو ہی نہیں ہوسکتا، لیکن یہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بارش کا پانی باغ میں جب پہنچتاہے تواس میں پھول کھلتے ہیں ، اور یہی بارش کاپانی جب کھاری زمین میں پڑتاہے؛ تووہاں کانٹے اُگتے ہیں۔

دوسری مثال

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک لوگوں کی ہدایت کے واسطے نازل کیاہے،اس کے باوجود قرآنِ پاک ہی میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا﴾ اللہ تعالیٰ اسی قرآن کے ذریعہ سے بہت سوں کوگمراہ بھی کرتاہے، اوربہت سوں کو ہدایت بھی عطافرماتاہے۔دراصل یہ طبیعتوں کافرق بتایاگیاہے،اس میں نعوذباللہ قرآنِ پاک کی کوئی خرابی نہیں ہے۔جیسے بارش کےپانی میں کسی کو کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ وہ پانی جہاں گراہے ،اس جگہ کی خرابی کی وجہ سے اس میں خرابی پیدا ہوئی۔

تیسری مثال

ایک عمدہ غذااوربہترین خمیرہ کسی تندرست آدمی کوکھلایئے جس کامعدہ غذا کو ہضم کرتاہے تویہ غذااس کے پیٹ میں جاکرصالح خون اورقوت پیدا کرے گی اوریہی غذا کسی ایسے آدمی کوکھلایئے جس کوہیضہ اورکولیراہوگیاہو،تووہ آدمی مرجائے گا۔یہ سمجھنے کی بات ہے۔اسی کونبیٔ کریم(ﷺ) نے ارشادفرمایاکہ یہ ایک ایسی بات ہےجوامت تک پہنچانی ضروری ہے،لیکن سب کاحال ایک سانہیں ہوتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس پہلو کو بھی سامنے رکھنا

حضرت معاذ(رضی اللہ عنہ)نے جب خبر دینے کی اجازت مانگی تو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے جواب میں صرف اتنا ہی اشاد فرمایا:"اِذاً یَتَّکِلُوا"لوگ بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں گے، یہ نہیں فرمایا کہ کسی کو خبر مت کریو۔مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو اس بات کی خبر دینا چاہو تو اس پہلو کو بھی سامنے رکھنا۔چنانچہ اسی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ)نے پوری زندگی تو کسی کو اس بات کی خبر نہیں دی، لیکن مرتے وقت اطلاع دی کہ بھائی دیکھو! میرے پاس نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے ارشادات کے قبیل سے جو کچھ تھا وہ سب تو مَیں پہنچا چکا ہوں ، لیکن یہ ایک بات ہے جو میں ابھی تک نہیں پہنچا پایا ہوں۔اب ظاہر ہے کہ ایک آدمی اتنی ساری چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے اور اتنے اہتمام سے مرتے وقت آخر میں یہ چیز بتا کر گیا ہو، تو پھر دوسرا جو خطرہ والا پہلو تھا وہ باقی نہیں رہے گا۔اس لئے انہوں نے اس بات کی خبر دیدی، اور اپنا ذمہ بھی پورا کر دیا۔

اس روایت میں ایمان والوں کے واسطے بہت بڑی بشارت ہے کہ جو آدمی سچے دل سے ایمان لاتا ہے ،اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اہم اور قابلِ فہم بحث

یہاں ایک بات یاد رہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو کلمہ پڑھے گا وہ جنت میں جائے گا،اور جو فلاں گناہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔شرک کی وجہ سے کبھی جنت میں نہیں جاسکتا۔غرض کہ مختلف باتوں پر مختلف چیزیں سنائی گئیں ہیں۔حضرت شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اس میں دراصل ہر عمل کی ایک خاصیت بتلائی ہے،جیسے ڈاکٹری اور طب کی جو کتابیں ہوتی ہیں ان میں ایک تو کتابیں وہ ہوتی ہیں جن میں مفردات کو بتایا جاتا۔یعنی ایک جڑی بوٹی کے بارے میں بتایا گیاہے کہ اس کی خاصیت یہ ہے،اگر اس کو کھاؤگے تو یہ ہوگا۔دوسری جڑی بوٹی کی خاصیت یہ بتائی ہے کہ اس کو کھاؤگے تو یہ ہوگا۔ ہرایک کی الگ الگ خاصیت بتائی گئی ہے۔مفردات میں یہی ہوا کرتاہے۔

اسی طرح یہاں اعمال کے متعلق آیاکہ مثلاً کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔اور دوسری طرف یہ بھی آیاہے کہ جس نے لاالٰہ الااللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔اب سوال پیدا ہوا کہ یہ کیابات ہے؟بظاہر ان دونوں باتوں میں تعارض سامعلوم ہوتاہے۔تو دراصل ہر عمل کاالگ الگ خاصہ بتلایا گیاہے۔فقط ایمان کی خاصیت یہ بتلائی کہ وہ جنت میں لے جائے گا۔اوراِدھر کبر کی خاصیت اور نقصان یہ بتلایا کہ وہ جہنم میں لے جائے گا۔توجن احادیث میں اس طرح مختلف اعمال پر مختلف چیزیں بتلائی گئی ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ دراصل ہر ہر عمل کا الگ الگ خاصہ بتلایا گیا ہے، لیکن اب اگر اس طرح کی کئی چیزیں جمع ہو جائیں تو کیا ہو گا؟

اس کو اسی مثال سے سمجھئے کہ جیسے کوئی طبیب یہ بتلائے کہ کیلا کھاؤ گے تو سردی ہو جائے گی، اور الائچی کھاؤ گے تو گرمی ہو جائے گی۔ تو الائچی اور کیلے کی خاصیت الگ الگ بتلائی، لیکن کسی نے الائچی بھی کھائی اور کیلا بھی کھایا؛ تو اب کیا ہو گا؟ وہ اس طبیب نے نہیں بتلایا تھا۔ اس لئے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دونوں چیزیں اندر جاکر کیا اثر دکھلاتی ہیں اور اس کی طبیعت ان دونوں کا کیا اثر لیتی ہے، اور اندر دونوں کے جمع ہونے کے بعد کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے، اور کون کس پر غالب آتا ہے، یہ ایک الگ چیز ہے جو بعد میں جاکر پتہ چلے گی۔

اسی طریقہ سے یہاں پر بھی ہے کہ نیک اعمال کی خاصیتیں بتلائی ہیں کہ فلاں نیک عمل کی وجہ سے یہ ہو گا، اور فلاں عمل کی وجہ سے یہ ملے گا۔ اور اسی طرح برے اعمال اور گناہوں کا نقصان بتلایا کہ یہ کرو گے تو یہ ہو گا اور یہ کرو گے تو یہ ہو گا۔ ہر عمل کو الگ الگ کرکے بتلایا۔ اب اگر دونوں جمع ہو جائیں تو کیا ہو گا؟ تو وہ تو وہاں جاکر ہی پتہ چلے گا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ لاالٰہ الا اللہ کہنے والا جنت میں ضرور جائے گا۔ یہ بڑی اہم اور قابلِ فہم بحث ہے، اس لئے اس کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر! باب کا عنوان قائم کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہیے تو جو بھی اہلِ ایمان ہیں ان کے لئے اس روایت سے بہت بڑی امید قائم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے ان کی حفاظت فرمائیں گے۔

ان دو چیزوں کو لے کر جائے

حدیث ۴۱۶

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا (شَكَّ الرَّاوِيُّ، وَلَا يَضُرُّ الشَّكُّ فِي عَيْنِ الصَّحَابِيِّ، لِأَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُولٌ) قَالَ: لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَأَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ (ﷺ): افْعَلُوا. فَجَاءَ عُمَرُ (رضی اللہ عنہ) فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (ﷺ): نَعَمْ. فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيءُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ (ﷺ) بِالْبَرَكَةِ. ثُمَّ قَالَ: خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَأُوهُ وَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا وَفَضَلَ فُضْلَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (ﷺ): أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ. لَا يَلْقَى اللهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ. (رواه مسلم)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک ہوا تو لوگوں کو بڑی بھوک کا سامنا ہوا (یعنی اس غزوہ میں سامانِ سفر زیادہ نہیں تھا، اس کی وجہ سے دورانِ سفر فاقے بھی بہت ہوئے) تو حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو ذبح کریں اور اس کا گوشت کھانے میں استعمال کرلیں ("نَوَاضِح"، "نَاضِحَۃ" کی جمع ہے، پانی کھینچنے کے لئے جو اونٹ ہوا کرتا ہے، اس کے لیے بولا جاتا ہے، لیکن یہاں مطلق اونٹ مراد ہے) اور اس کی چربی سے جو تیل نکلے اس کو جسموں پر لگائیں (گرمی کی وجہ جسم کی کھال جو سخت ہوجاتی وہ بھی نرم رہے گی) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ٹھیک ہے ایسا کرلو۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ویسے بھی سواریوں کی کمی ہے (ایک اونٹ پر باری باری کئی کئی آدمی سوار ہوتے ہیں) اگر آپ اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت دیدیں گے تو (ابھی سفر جاری ہے) سواریاں اور بھی کم ہوجائیں گی، اس لئے آپ ایسا کیجئے کہ لوگوں کو حکم دیجئے کہ ہر ایک کے توشہ دان میں جو کچھ بچا کھچا ہو، وہ حاضر کریں اور جب سب آجائے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے سب کی ضرورتیں پوری کردے گا۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں! یہ بات ٹھیک ہے۔ چناں چہ ایک چمڑا لایا گیا (جو عام طور پر اُس زمانہ میں دسترخوان کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا) اس کو بچھا کر اعلان کردیا گیا کہ جس کے توشہ دان میں جو کچھ بچا ہو، سب لاؤ اور یہاں جمع کرداو۔ چنانچہ جس کے پاس جو کچھ تھا وہ لے آیا، کوئی آدمی صرف ایک مٹھی مکئی لے کر آیا، اور کوئی ایک مٹھی کھجور لے کر آیا، کسی کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا تو وہ لے کر آیا۔ جس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب لاکر اس چمڑے پر ڈال دیا، یہاں تک کہ پورے لشکر کے پاس سے ملاکر اس چمڑے کے ٹکڑے پر بہت قلیل مقدار جمع ہوگئی (حالاں کہ ایک قول کے مطابق چالیس ہزار کا لشکر تھا، اور ایک قول کے مطابق ستر ہزار کا لشکر تھا) خیر! نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھرلو۔ چناں چہ سب نے اپنے برتنوں کو بھرنا شروع کیا تو پورے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہیں بچا جو بھر نہ گیا ہو (چالیس ہزار کے لشکر کے پاس جتنے برتن تھے وہ سب بھر گئے) اور اس میں سے سب نے کھایا، یہاں تک کہ سب نے پیٹ بھر کر کھایا پھر بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس میں بچ گیا (یہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی دعا کی برکت تھی)پھر نبیٔ کریم (ﷺ)نے فرمایا: ”أَشْهَدُ أَنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهَ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ“ مَیں اس بات کی گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اورمَیں اللہ کا رسول ہوں۔(ایسا کوئی بھی معجزہ جب نبیٔ کریم (ﷺ)کے دستِ مبارک پرظاہر ہوتا تھا یاآپ کی بیان فرمائی ہوئی کوئی پیشین گوئی رونما ہوتی تھی تو آپ (ﷺ) یہ جملہ ارشاد فرماتے تھے کہ مَیں اس بات کی گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اورمَیں اللہ کا رسول ہوں۔گویاآپ کے رسول ہونے کی ایک علامت اورنشانی لوگوں کے سامنے ظاہرہوئی جس کو دیکھ کرلوگ اس کو تسلیم کررہے ہیں اورویسے بھی وہ تواہلِ ایمان تھے گویاان کو مزید ثبوت فراہم ہوا۔)

(پھر حضورنے فرمایا)جو اللہ کا بندہ ان دونوں چیزوں کو (یعنی توحید و رسالت؛ اللہ تعالیٰ کی الوہیت،اورنبیٔ کریم (ﷺ)کے اللہ کارسول ہونے کا اقرار)لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا کہ اس کے دل میں توحیدورسالت کے بارے میں ذرہ برابرتردّد اور شک وشبہ نہیں ہوگا(جس کو یقین کہتے ہیں)توپھراس کے اورجنت کے درمیان کوئی حجاب اورپردہ نہیں ہوگا۔

افادات:-کوئی آدمی اگریہ دوچیزیں-توحیداوررسالت کااقرار-لےکر اللہ کے دربارمیں پہنچ گیاتوپھروہ جنت سے روکانہیں جائے گا،اس کوجنت میں داخلے کا پروانہ مل جائے گا۔گویایہ بھی بہت بڑی بشارت ہے،اس لئے اس روایت کو امید والے باب میں ذکرکیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک ۹ ؁ھ میں ہوا تھا۔ ’’تبوک‘‘ جزیرۃ العرب میں مدینہ منورہ سے شام جاتے ہوئے ایک علاقہ ہے اور وہیں سے قیصرِ روم کی مملکت کے حدود شروع ہوتے تھے، شام کے نبطی سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے، ان کے ذریعہ سے نبیٔ کریم (ﷺ) کو یہ خبر ملی کہ قیصرِ روم نے ایک بہت بڑا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا ہے، جس کا مقدمۃ الجیش مقامِ بلقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے تمام فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کردی ہیں۔ اور پھر اس علاقہ میں غسان، بنو قین وغیرہ جو قبائل آباد ہیں، وہ بھی اس کے ساتھ مل گئے ہیں، اور وہ سب مل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، جب نبیٔ کریم (ﷺ) کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہم پر لشکر لے کر آویں، اس سے پہلے ہم ہی جاکر ان سے مقابلہ کریں گے۔ لہٰذا نبیٔ کریم (ﷺ) نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا۔ چوں کہ یہاں مقابلہ دنیا کی ایک بہت بڑی حکومت اور سلطنت سے تھا جو اس زمانہ کی سپرپاور سمجھی جاتی تھی۔ اُس زمانہ میں دو ہی حکومتیں سپرپاور تھی، ایک تو یہی روم کی حکومت تھی جس کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا اور دوسری فارس کی حکومت تھی جس کا بادشاہ کسریٰ کہلاتا تھا۔ تو یہاں روم والوں کی طرف سے لشکر آرہا تھا، اور اِدھر مدینہ منورہ میں جو مسلمان آباد تھے ان کا حال جو تھا وہ سب کے علم میں ہے، اس لیے اس موقع پر نبیٔ کریم (ﷺ) نے صحابہ کرام کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیے کہ جنگ کی تیاری کے لئے سواریوں اور ہتھیاروں وغیرہ بہت کچھ چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے،اوراس زمانہ میں الگ سے توکوئی نظام تھا نہیں، جیسے آج کل تمام ممالک کے بجٹ کے انداراس کے لیے ایک الگ سے حصہ رکھا جاتا ہے۔اورہر مسلمان کے اوپرفوجی تعلیم ضروری ہے، وقت آنے پرجب یہ کہا جائے کہ جہاد کے لئے نکلنا ہے توہرایک کے لئے نکلناضروری ہوجاتاہے،اسلامی تعلیم یہی ہے۔خیر! حضور (ﷺ)نے اعلان فرمادیاکہ تیاری کرو۔

روایتوں میں آتاہے کہ ویسے تو حضورِاکرم (ﷺ) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کسی دشمن کے مقابلہ کے لئے لشکرتیار کراتے تھے توبتلاتے نہیں تھے کہ کہاں جانا ہے (بخاری شریف،۴۴۱۸) جنگ کی مصلحت کاتقاضہ یہی ہوتاہے، کسی مہم کوسرکرنے کے لئے جب کوئی ٹکڑی بھیجی جاتی ہے توپہلے سے بتایانہیں جاتا۔ اس کے سردارکوبھی عین وقت پر بتاتے ہیں اوروہ سرداربھی اپنے ساتھیوں کو تو بتاتاہی نہیں ،بلکہ ساتھ لے کرجاتاہے کہ ایک جگہ جاناہے اوریہی رازداری کاتقاضہ ہوا کرتاہے۔لیکن اس موقع پر چوں کہ دورکاسفرتھااورمقابلہ بھی ایک طاقتوردشمن سے تھا،اس لئے آپ (ﷺ)نے صاف صاف بتلادیاتھاکہ تبوک جانا ہے ، اور فلاں دشمن سے مقابلہ ہےتاکہ جیسی پُرزورتیاری کرنا چاہیں وہ کرلیں ،اور نبیٔ کریم (ﷺ) نے لوگوں سے اللہ کےراستہ میں خرچ کرنے کی اپیل کی تھی۔چناں چہ یہ وہی موقع تھاکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جس کوجو حیثیت دی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھی وہ اس کے مطابق لے کر حاضر ہوا۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اللہ کے راستہ میں دینے کے لئے اپنے گھر کا سب کچھ لے کر حاضر ہوئے اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جو کچھ تھا اس کا آدھا لے کر آئے۔

کبھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس وقت جب حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی تو مجھے معلوم تھا کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ اس وقت کشادہ نہیں ہے، اور میری حالت اس وقت ذرا اچھی تھی، تو میں نے سوچا کہ اگر کسی موقع پر حضرت ابو بکر سے میں آگے بڑھ سکتا ہوں تو یہی موقع ہے، اس لئے میرے پاس جو کچھ تھا اس کا آدھا لے کر حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُدھر حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ سارا لے کر حاضر ہوئے۔ مربی کی شان دیکھئے کہ ویسے کبھی یہ پوچھا نہیں جاتا تھا کہ کیا لے کر آئے اور کیا چھوڑ کر آئے، لیکن اس روز نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ گھر پر کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آدھا چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: گھر پر کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جو کچھ تھا وہ سب لے کر آیا ہوں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ مَیں دل میں سوچنے لگا کہ مَیں کبھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آپ سیرت کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گا کہ کبھی آپ (ﷺ) نے ایسا سوال نہیں فرمایا، صرف یہی ایک موقع ہے جب آپ (ﷺ) نے یہ پوچھا۔ اس میں بھی گویا ان لوگوں کی تربیت مقصود ہے۔

صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی قربانی

خیر! اس موقع پر حضورِ اکرم (ﷺ) نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی، اور لوگوں نے بھی اسوقت خوب خرچ کیا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے پورا مال پیش کیا جو تقریبا چار ہزار درہم تھے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور جو بڑے مالدار صحابہ تھے جیسے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ)؛ انہوں نے نوسو (۹۰۰) اونٹ اور سو (۱۰۰) گھوڑے سازوسامان کے ساتھ اور نقد روپئے الگ؛ اتنا سب نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) دو سو اوقیہ چاندی لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ)، حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ)، حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ)، حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عاصم بن عدی (رضی اللہ عنہم) اور دوسرے حضراتِ صحابہ میں سے ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق بہت کچھ دیا، یہاں تک کہ بعض حضرات کے پاس کچھ نہیں تھا تو انہوں نے مزدوری کی اور شام کو ایک یا دو صاع کھجوریں جو مزدوری میں ملیں، وہی لا کر نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کردیں۔ بہر حال! لشکر روانہ ہوا۔ (الرحیق المختوم) اور پھر اس سے پچھلے سال قحط سالی ہوگئی تھی اور اس وقت کھجوروں کے پکنے کا زمانہ تھا، شدید گرمی تھی، اور مدینہ والے چونکہ کھیتی باڑی والے لوگ تھے اور باغ والوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی عادت ہوتی کہ وہ اپنا سب سامان لے کر باغات میں چلے جاتے ہیں ، جیسے ہمارے یہاں بھی یہی ہوتا ہے کہ جن کے آم کے باغات ہوتے ہیں،جب آم کے پکنے کا زمانہ آتا ہے تو وہ پورے خاندان کے ساتھ باغ کے اندر چلے جاتے ہیں،وہیں چھوٹا سا مکان بنا ہوا ہوتا ہے ،جب تک پوری فصل وصول نہ کرلیں تب تک وہیں قیام رہتا ہے۔ مدینہ والوں کے یہاں بھی یہی دستور تھا اور باغات کے اندر ٹھنڈک بھی اچھی ہوتی ہے۔ اُدھر کھجوروں کے کاٹنے کا عین وقت آیا تھا کہ نبیٔ کریم(ﷺ) کی طرف سے نکلنے کا مطالبہ ہوا۔حضراتِ صحابہ تو ہر وقت تیار ہی رہتے تھے،وہ سب روانہ ہوئے۔البتہ کچھ حضرات کی طرف سے تھوڑی سی کوتاہی ہوئی تو ان کو تنبیہ ہوئی۔جب مقامِ تبوک پر پہنچے اورآپ(ﷺ) نے وہاں قیام فرمایا تو کوئی لشکر نہیں آیا، روایتوں میں ہے کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ آپ(ﷺ)وہاں پندرہ روزاورایک قول کے مطابق پچیس روز قیام پذیر رہے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تو پھر وہاں سے واپس تشریف لائے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) کی حیاتِ طیبہ کا یہ آخری غزوہ تھا،اس کے بعد کوئی غزوہ پیش نہیں آیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۴

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

﴿ مجلس ۴ ﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی ذات سے آدمی کوامید رکھنی چاہیے ،یہ مضمون پچھلی کئی مجلسوں سے چل رہاہے،اس سلسلہ میں احادیث بیان کررہے ہیں۔

سچے دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے پر وعدہ

حدیث ۴۱۸

وعَنْ عِتْبَانَ بن مالك (رضی اللہ عنہ) وَهُوَمِمَّنْ شَهِدَ بَدْراً ،قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَ تِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقُلْتُ لَهُ:إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وإِنَّ الْوَادِيْ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ فتُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ مَكَاناً أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى . فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): سَأَفْعَلُ . فَغَدَارَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَأَبُوْ بَكْرٍ (رضی اللہ عنہ) بَعْدَ مَااشْتَدَّ النَّهَارُ۔وَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ:أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ۔فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَاوَرَآءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ ۔ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ۔فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فِيْ بَيْتِيْ. فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَالرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ. فَقَالَ رَجُلٌ:مَافَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ :ذٰلِكَ مُنَافِقٌ،لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم):لَاتَقُلْ ذٰلِكَ،أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى. فَقَالَ:أَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ ۔أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم):فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ ۔(متفق علیہ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَ(عِتْبَانَ)بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِوإسكان التاء المثناةِوبعدهاباء موحدة۔ وَ(الْخَزِيْرَةُ) بالخاء المعجمةِ والزاء:هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ۔ وَقَوْلُهُ:(ثَابَ رِجَالٌ)بالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ:أَيْ جَاؤُوْا واجْتَمَعُوْا۔

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عتبان بن مالک انصاری(رضی اللہ عنہ)(صحابی ہیں اور یہ ان حضرات میں سے ہیں جو غزوۂ بدر میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شریک ہوئے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں اپنے قبیلہ بنوسالم والوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا(گویا وہ اپنے قبیلے والوں کے امام تھے) میرے قبیلے کی جو مسجد تھی اس کے اور میرے گھر کے درمیان ایک وادی اور ایسی نشیبی جگہ پڑتی تھی کہ جہاں بارش کے زمانہ میں پانی بھر جاتا تھا، جس کی وجہ سے بارش کے زمانہ میں اس وادی کو پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لئے مشکل ہوا کرتا تھا۔(جب تک بینائی ٹھیک رہی وہاں تک تو وہ اس مشکل کے باوجود بھی آتا رہا۔ لیکن جب بینائی میں کمزوری آگئی تو) میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول !میری نگاہیں کچھ کمزور ہو گئیں ہیں ،اور یہ وادی جو میرے گھر اور محلہ کی مسجد کے درمیان میں پڑتی ہے وہ بارش کے زمانہ میں بھر جاتی ہے اور میرے لئے اس کا پار کرنا مشکل ہوتا ہے۔(گویا میں مسجد تک جا نہیں سکتا)اس لئے میری دلی تمنا ہے کہ اللہ کے رسول!آپ میرے گھر تشریف لایئے، اور میرے گھر میں کسی جگہ پر نماز ادا فرمالیجئے، تاکہ میں اپنے گھر کی اس جگہ کو اپنے لئے نماز کی جگہ کے طور پر مقرر کرلوں(جس کو گھر کی مسجد کہا جاتا ہے)چناں چہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ آؤں گا(آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ان سے وعدہ فرمالیا)حضرت عتبان(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ دوسرے روز چاشت کے وقت نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکر صدیق(رضی اللہ عنہ) میرے یہاں تشریف لائے اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی ،میں نے اجازت دی۔جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)اندر تشریف لائے تو آتے ہی بیٹھنے سے پہلے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم کون سی جگہ کو مسجد بنانا چاہتے ہو؟ میں نے ایک جگہ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرف اشارہ کردیا،آپ اس جگہ تشریف لے گئے اور نماز کی نیت باندھ لی، توہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بناکرنیت باندھ لی(ویسے کوئی آدمی اس طرح نفل پڑھ رہاہو تو اس کے پیچھے نیت باندھنے کی اجازت ہے، لیکن دوآدمی سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں)آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے دو رکعات نماز ادا فرمائی (جب آپ ان کے مکان پر تشریف لائے تھے توظاہر ہے کہ گھروالے آسانی سے توچھوڑتے نہیں)چناں چہ ہم نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تواضع کے لیے خزیرہ پیش کیا۔اورجب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کی محلہ والوں کواطلاع ہوئی توبہت سارے لوگ میرے گھرمیں جمع ہوگئے،ان میں سے ایک آدمی نے کہاکہ کیا بات ہے کہ مالک بن دخیشن نظر نہیں آتے؟(یہ ایک صحابی ہیں جواسی محلہ میں رہتے تھے،اوراتفاق کی بات کہ وہ اس وقت محلے میں نہیں ہوں گے،ورنہ ظاہرہے کہ ان کواطلاع ملتی تووہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملاقات کے لیے ضرورآتے،لیکن جب وہ نظرنہیں آئے توایک آدمی نے موقع پاکریہ تذکرہ چھیڑاکہ محلہ کے سب لوگ آئے،لیکن مالک نظرنہیں آتے،کیا بات ہے؟ جب اس نے یہ سوال قائم کیا)تودوسرے نے کہاکہ وہ تو منافق آدمی ہے، اللہ اوراس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔جب دوسرے نے یہ کہاتواس پرنبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ایسا مت بولو کیاتمھیں معلوم نہیں کہ انھوں نے خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اوررضامندی حاصل کرنے کے لیے لاالٰہ الااللہ کہاہے؟(گویاحضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے متعلق پکے مؤمن ہونے کی گواہی دے دی۔اس پروہ صحابی خاموش ہوگئے) اورکہاکہ اللہ اوراس کارسول زیادہ جانتے ہیں ،لیکن میں نے تویہ بات اس لیے کہی تھی کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا اٹھنابیٹھنااور ملناجلنامنافقین سے زیادہ ہوتاہے۔پھرحضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کواس آدمی پرحرام کردیاہے جو خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے لاالٰہ الااللہ کہتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-یہ روایت اسی لیے لائے ہیں کہ دیکھئے!سچے دل سے صرف کلمہ طیبہ پڑھنے پر اوردل سے اس کو مان لینے پر یہ وعدہ ہے۔منافقین بھی زبان سے کلمہ پڑھتے تھے لیکن دل میں دوسری بات ہوتی تھی۔اب ظاہر ہے کہ مؤمنین کے لئے یہ کتنی بڑی امید کی چیز ہے۔

گھر کی مسجد بھی ہونی چاہیے

اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آدمی کوچاہیے کہ اپنے گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرلے،تاکہ گھر والوں میں سے جس کسی کو نماز پڑھنی ہوتو اسی جگہ پر نمازادا کریں،اوراس جگہ کوپاک صاف رکھنے کااہتمام کیا جائے۔اس لیے کہ اگرکوئی جگہ مقرر نہیں ہوگی تواس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی پاکی اورصفائی کا جتنااہتمام ہونا چاہیےوہ نہیں ہوپائے گا۔بچوں والاگھر ہوتاہے توہرجگہ بچے گھومتے پھرتےرہتےہیں کہیں پیشاب پاخانہ کردیتےہیں اورایسےلوگ بھی آتےہیں جو پاکی ناپاکی سےواقف نہیں ہوتے،تواگرگھر کے اندر نماز کے لیےکوئی جگہ مقرر نہیں کریں گےتوظاہر ہے کہ کوئی اہتمام اورفکر نہیں ہوگی۔اس کے بجائےاگرایک جگہ مقرر کرلی جائے گی تو گھروالےتمام افراد بھی اس جگہ کی پاکی کاخاص اہتمام کریں گے، اوراس جگہ کوناپاکی سے بچانےکی پوری کوشش کی جائے گی۔اس لیےتاکید آئی ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنےگھر کی کسی مناسب جگہ کو نماز کےلیےمقرر کرلے۔ اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں اور کتابوں میں گھر کی مسجد کہا جاتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔اور مرد تو محلے کی مسجد میں جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں وہاں اعتکاف کرتے ہیں،لیکن عورتوں کے لیے اعتکاف کا مسئلہ آتا ہے کہ عورتیں کہاں اعتکاف کریں گی؟ تو آپ نے پڑھا ہوگا کہ عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں یعنی گھر کی اس جگہ میں اعتکاف کریں جس کو نماز کے لئے مقرر کیا ہے۔اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہمارے گھر میں تو کوئی ایسی جگہ متعین نہیں ہے تو ہم کیا کریں؟تو علماء فرماتے ہیں کہ آج تک نہیں تھی تو اب مقرر کرلیجئے، اورآئندہ اسی جگہ پر نماز پڑھا کیجئے اور وہیں اعتکاف کرلیا کیجئے، اوراس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

خزیرہ کیا چیز ہے؟علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ آٹے کو چربی ڈال کر پکایا جاتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی ڈال دیتے ہیں،جب وہ خوب پک جاتا ہے اور پانی خشک ہوجاتا ہے؛اسی کو خزیرہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں سے ماں سے زیادہ محبت ہے

حدیث ۴۱۸

عن عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) قَالَ:قَدِمَ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بِسَبْيٍ۔فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعَى۔إِذْ وَجَدَتْ صَبِيًّا فِيْ السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا،فَأَرْضَعَتْهُ۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم):أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟قُلْنَا:لَا وَاللهِ۔فَقَالَ:لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا.(متفق علیه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:-حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیؑ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ قیدی لائے گئے ،ان قیدیوں میں عورتیں اور بچے بھی تھے،ان میں ایک عورت تھی (جس کا دودھ پیتا بچہ ہوگا۔اوردودھ پلانے والی جو عورت ہوتی ہے اس کی چھاتی میں جب دودھ بھر جاتا ہے،تواس کو بے چینی ہوتی ہے،جب تک بچے کو دودھ نہ پلائے وہاں تک اس کو چین نہیں پڑتا۔تواس عورت کی چھاتی جب دودھ سے بھرگئی اوراس کا بچہ اس کے پاس نہیں تھااس لئے)وہ بے چینی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی اورجو بھی بچہ اس کو مل جاتااس کو اُٹھالیتی اوراپنے سینے سے چپکالیتی اوراس کو دودھ پلادیتی۔ نبیؑ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے جب یہ منظر دیکھا تو حضراتِ صحابہ سے پوچھاکہ بتلاؤ! اگراس عورت کو اس کابچہ مل جائے توکیایہ دیدہ ودانستہ اپنے بچے کوآگ میں کبھی ڈال سکتی ہے؟(جو اپنے بچے کے لئے اتنی بےچین ہے اورجس کی یہ کیفیت ہے کہ کسی پل اس کواطمینان وسکون نہیں،توکیاوہ اپنے بچے کوآگ میں ڈال سکتی ہے؟حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں)ہم نے جواب دیاکہ اللہ کی قسم!کبھی نہیں ڈال سکتی۔ اس پر حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایاکہ اس عورت کواپنے بچے کے ساتھ جتنی محبت،شفقت اورمہربانی ہے؛ اللہ تعالیٰ کواپنے بندوں کے ساتھ اس سے زیادہ محبت وشفقت اورمہربانی ہے۔

افادات:-تواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو جہنم میں نہیں ڈالے گا،لیکن جو آدمی باوجود روکے جانے کے خود ہی جہنم میں جاوے؛تواس کا کوئی علاج نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رحمت غضب پر غالب ہے

حدیث ۴۱۹

وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: غَلَبَتْ غَضَبِيْ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: سَبَقَتْ غَضَبِيْ۔ (متفق علیه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو ایک صحیفے میں ایک جملہ لکھ دیا اور وہ عرش کے اوپر اس کے پاس محفوظ ہے کہ ”میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہے“۔

بعض روایتوں میں ہے: میری رحمت میرے غضب سے آگے نکل جاتی ہے۔

افادات:- دنیا کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء نافرمانیاں ہوتی ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی پہنچا رہے ہیں، ہر ایک کی ضرورتیں پوری کر رہے ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بڑے نافرمان ہیں ان کو بھی روزی دی جاتی ہے۔ آپ ہی بتلائیں کہ یہ سارے اختیارات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت میں رکھے ہیں اگر وہ اختیارات ہمیں دیئے جاتے تو کیا ہم اپنے کسی مخالف کو ایک دانہ بھی دیتے؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سارے بندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام کیا ہے ، گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بہت ہی کم اس کے غضب کا ظہور ہوتا ہے، ورنہ جہاں دیکھو گے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظاہر ہی نظر آئیں گے۔

رحمت کے ایک حصہ کا کمال

حدیث ۴۲۰

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) يَقُوْلُ: جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِئَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذَالِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ، حَتّٰى تَرْفَعُ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيْبَهُ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِئَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ۔ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق عَلَيْهِ)

رواه مسلم أيضًا من رِوَايَة سلمان الفارسي (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) : إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِئَةَ رَحْمَةٍ، فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ، وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِئَةَ رَحْمَةٍ، كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً ، فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیئے، ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رہنے دیئے، اور ایک حصہ یعنی سوواں حصہ زمین پر اتارا۔ دنیا کی ساری مخلوقات؛چاہے وہ جنات ہوں یا انسان، چوپائے ہوں یا درندے،ان سب میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، مہربانی اور شفقت کا جو سلوک (آپ دیکھ رہے ہیں وہ) اسی رحمت کے سوویں حصہ کا اثر ہے، شیر اور شیرنی بھی اپنے بچوں کے ساتھ اور بھیڑیا اپنے بچے کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سوواں حصہ جنات،انسانوں چوپایوں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں میں اور تمام جانوروں میں تقسیم کردیا،اوراسی ایک حصہ کا یہ اثر ہے کہ یہ ساری مخلوق آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت ومہربانی اور شفقت کا معاملہ کررہی ہے۔اور اسی ایک حصہ کا یہ نتیجہ ہے کہ درندہ بھی اپنی اولاد کے ساتھ محبت کرتا ہے۔اور گھوڑا اپنا پاؤں اونچا رکھتا ہے تاکہ اس کا بچہ دب نہ جائے (خاص کر گھوڑی میں آپ یہ بات دیکھیں گے کہ اس کے پاس جب اس کا بچہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے تو گھوڑی اپنا آگے والا پاؤں اونچا ہی رکھتی ہے اور وہ بچہ جب کھیل رہا ہوتا ہے تب ہی وہ اپنا وہ پیر رکھتی ہے ،ورنہ وہ اسی ڈر سے اپنے پاؤں کو اُٹھائے رکھتی ہے کہ کہیں بچہ میرے پاؤں کے نیچے دب نہ جائے۔ تو آخر ایک جانور کے اندر اپنے بچہ کے ساتھ محبت کی یہ بات کہاں سے آئی؟ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ رحمت کا وہ سوواں حصہ جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتارا ہے؛یہ سب اسی کا اثر ہے) پھر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے بقیہ نناوے حصے اپنے پاس رہنے دیئے ہیں ان نناوے حصوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں کے ساتھ رحمت و مہربانی کا معاملہ کریں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-جب رحمت کے ایک پرسینٹ(۱ر فیصد)کی وجہ سے ان نافرمانیوں کے باوجود ساری دنیا قائم ہے،توجب آخرت میں بقیہ نناوے حصوں کااثر ظاہر ہوگا؛ تو پھر کیا کچھ نہ ہوگا؟یہ بات سن کر ظاہر ہے کہ آدمی کو کتنی امید پیدا ہوسکتی ہے، اوراس کی وجہ سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید دل میں پیدا ہوتی ہے،اس لئےاس روایت کو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امید والے باب میں ذکر کیا ہے۔

میرے بندے کو معلوم ہے

حدیث ۴۲۱

وعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قَالَ: أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ. ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لِي رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ. (متفق عَلَيْهِ)

وقوله تعالى: (فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ) مَادَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوبُ أَغْفِرُ لَهُ فَإِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا.

ترجمہ:- یہ حدیثِ قدسی ہے۔ حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم(ﷺ) سے نقل کرتے ہیں اور حضور(ﷺ) اللہ تعالیٰ کاارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتاہے،پھروہ اپنے گناہ کی معافی مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہ کومعاف کردے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے نے ایک گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ میرا ایک رب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

و مالک ہے جو میرے گناہ کو معاف کرتا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے (گویا بندہ یہ جانتا ہے تب ہی تو مجھ سے عرض کررہاہے کہ یااللہ! میرے گناہ کو معاف کردے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ وہ گناہ معاف کردیتاہے۔ پھر وہ آدمی دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اور پھر عرض کرتا ہے کہ یااللہ! میرے گناہ کو معاف کردے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے گناہ کیا، اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب و مالک ہے جو اس کے گناہ کو معاف کرتاہے اور گناہ پر پکڑ بھی کرتاہے۔ پھر بندہ تیسری مرتبہ گناہ کرتاہے اور کہتاہے کہ اے اللہ! میرے گناہ کو معاف کردے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندہ کو معاف کردیا اب وہ جو چاہیے کرے۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ جب وہ بندہ معافی مانگتاہے تو میں معاف کر دیتا ہوں، گویا بندوں کے لئے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار ہو اور اس سے بار بار گناہ کا صدور ہوا ہو، تب بھی اس کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میرا گناہ معاف ہو گا یا نہیں، بلکہ وہ جب بھی اللہ کی بارگاہ کے اندر اپنے گناہ کی معافی کے لئے درخواست پیش کرے گا، وہاں سے ذرہ برابر تاخیر نہیں ہو گی اور گناہ کی معافی آ ہی جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی نڈر نہ بن جائے

باقی جیسا کہ پہلے بھی بتلاچکاہوں کہ آدمی کو دیدہ ودانستہ گناہ کاارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ایک تو آدمی بےحیائی کے ساتھ جرأت کرکے اللہ کاڈر رکھے بغیر گناہ کرے۔ایسے حالات میں عام طورپریہ ہوتاہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کو یہ کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اے اللہ!میرے گناہ کومعاف کردے۔ ہاں!پھر بھی اگر اس کی زبان سے ایساجملہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے، لیکن عام طورپر ایساجملہ اس کی زبان سے نکلتاہی نہیں ہے۔اورجس نےبےحیائی اورنڈربن کرگناہ نہ کیا ہو،بلکہ نادانستہ ہوگیاہو؛اسےہی ڈرتےڈرتےیہ کہنےکی توفیق ہوتی ہے،یہاں پر یہ بتلاناہےکہ کسی آدمی سے نادانستہ ایساکام ہوا، یاجرأت کے ساتھ ہوالیکن بعد میں ندامت ہوئی اور وہ توبہ کرے گا؛توپھر کیساہی بڑا گناہ کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتا ہے۔

آدمی جب بھی توبہ کرے

اس سےیہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ باربارٹوٹتی رہی تب بھی آدمی کواس کی وجہ سےپشیماں ہونےکی ،یا یہ سوچنےکی ضرورت نہیں ہےکہ میں تو باربار توبہ کرتا ہوں اور ٹوٹ جاتی ہے؛اب کیاکروں ؟اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کوئی انتہانہیں ہے، بس اتنا ہے کہ آدمی جب بھی توبہ کرےاس وقت توبہ کی حقیقت کوسامنےرکھے۔ ہرتوبہ میں تین چیزیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ضروری ہیں،اور بعض میں چوتھاایک حصہ بھی لگ جاتا ہے۔لیکن عام طورپر توبہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ایک تو یہ کہ دل میں ندامت اور پچھتاواہو۔ندامت کہتے ہی ہیں دل کے اندرتکلیف اوررنج ہوناکہ ہائے!میں نے یہ کیا کرڈالا؟توایک تودل کے اندر ندامت کا احساس ہو ،جیسے کوئی آدمی اپنے محبوب کو-جس کے ساتھ اس کو دلی تعلق ہے- ناراض کرلے،کوئی ایساکام کرلے جس سے وہ ناراض ہوجائے،تواس کے دل کو اس وقت تک چین ہی نہیں آتا جب تک کہ اس کو راضی نہ کرلے،اس کے لئے یہ تصورہی سوہانِ روح ہوتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سےناراض ہوگیا۔توپہلی بات یہ ہے کہ دل میں ندامت ہو۔

دوسرا یہ ہے کہ اس گناہ کوچھوڑدے۔اور تیسرا یہ ہے کہ پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ اس کام کو نہیں کروں گا۔جس وقت توبہ کررہا ہے اس وقت یہی ارادہ پختہ ہو۔اس وقت دل میں یہ نہ ہوکہ میں کروں گا،پھر چاہےاس توبہ کرنے کے دومنٹ بعد وہ کام ہوجائے۔اس نے توپکاارادہ کیاتھا کہ میں نہیں کروں گا لیکن ہوگیا،توپہلے جوتوبہ کی تھی وہ اپنی جگہ پر صحیح تھی،اللہ نےاس پر گناہ معاف کردیا۔بعدمیں دوبارہ جو گناہ ہوا اس کی وجہ سےپہلےوالی توبہ پرکوئی زد نہیں پڑتی ہے،وہ اپنی جگہ درست ہے،اگراس وقت یہ ارادہ تھاتواللہ نے گناہوں کو معاف کردیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توبہ کا مسئلہ بہت آسان ہے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلفاء میں ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) تھے، وہ نوجوانوں کو جمع کرکے فرماتے تھے کہ بھائی دیکھو! توبہ کا مسئلہ بہت آسان ہے کہ بس! رات کو سوتے وقت پکا ارادہ کرلو اور توبہ کرلو؛ سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔ مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا: حضرت! توبہ کے اندر تو تین چیزیں ہیں، ایک تو ندامت، دوسرا اس گناہ کو چھوڑنا اور تیسرا پختہ ارادہ کرنا۔ اور آپ جو کہہ رہے ہیں کہ روزانہ رات کو سوتے وقت توبہ کرلو، تو ٹھیک ہے کہ ندامت بھی ہوسکتی ہے، ساتھ میں وہ گناہ بھی چھوڑ رہا ہے، لیکن تیسری شرط کہ "پختہ ارادہ کرلے" تو اگر دل میں ذرا بھی تردد ہے تو یہ شرط نہیں پائی جاتی؟ تو حضرت نے فرمایا: پختہ ارادہ کا تعلق تو دل سے ہے، اور پختہ ارادہ کی حقیقت اتنی ہی ہے کہ آدمی یہ طے کرلے کہ آئندہ میں اس کام کو نہیں کروں گا۔ عرض کیا گیا کہ کبھی دل میں ہوتا ہے کہ کہیں میری توبہ ٹوٹ نہ جائے، اور میرا نفس غالب نہ آجائے، اور شیطان مجھ سے یہ کام کروالے گا تو؟ تو حضرت نے فرمایا: یہ جو اندیشہ اور خطرہ لگا ہوا ہے اور آپ ڈر رہے ہیں کہ کہیں ایسا ہوگیا تو کیا ہوگا؟ ایسا خطرہ پختہ ارادہ کے منافی نہیں ہے۔ ہم نے تو اپنے طور پر پختہ ارادہ کرلیا کہ آئندہ یہ کام نہیں کرنا ہے، اب ساتھ میں جو ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ہمارا نفس غالب آکر یا شیطان بہکاوے میں ڈال کر ہم سے یہ کام نہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کروالے؛تو یہ گمان ہمارے اس پختہ ارادے کے خلاف نہیں ہے۔اور اگر یہ ڈر ہے تو اس کا بھی ایک آسان علاج ہے کہ اس وقت ارادہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا بھی کرلے کہ اے باری تعالیٰ!میں نے تو پختہ ارادہ کرلیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا،لیکن میں کمزور ہوں اور میرا ارادہ بھی کمزور ہے،ہوسکتاہے کہ میرا نفس مجھ پر غالب آجائے،یاشیطان بہکاوے میں ڈال دے،اس لئے اے اللہ! تو ہی مدد کرنے والاہے،تومیری مدد کر اور نفس وشیطان کے مقابلہ میں مجھے ثابت قدم رکھ۔اس کے بعد بھی اگرگناہ ہوگیا تو اپنی پہلے والی توبہ توپکی تھی،اب پھرسے دوبارہ ویسی ہی توبہ کرلے، توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے،آدمی جب چاہے توبہ کرلے۔

باقی یہ سوچناکہ جب توبہ کادروازہ کھلاہواہے توگناہ کرلو۔توجیساکہ میں نے پہلے بھی کہاتھاکہ کسی کے پاس کتناہی بڑھیا مرہم کیوں نہ ہو،اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ چھری لےکر اپنی انگلیاں کاٹنےکےلئےبیٹھ جاوے۔اگرکوئی کہے کہ بھائی!یہ کیا کررہاہے؟تووہ کہے کہ میرے پاس بہت عمدہ مرہم ہے ،اس کولگاتے ہی فوراًخون بند ہوجاتاہےاورزخم بالکل ٹھیک ہوجاتاہےاس لیےانگلی کاٹ رہاہوں؛تویہ بےوقوفانہ حرکت ہے۔اس کامطلب تویہ ہوتاہےکہ باوجودحفاظت کی تمام تدابیر اختیار کرنےکے جسم کا کوئی حصہ کٹ گیا؛تب وہ مرہم استعمال میں لایا جاسکتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ جو چاہے کرے یعنی جب تک یہ توبہ کرتا رہے گا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کے گناہ کو معاف کرتا رہوں گا، چاہے اس نے کیسے ہی گناہ کیوں نہ کئے ہوں۔ باقی یہ ہے کہ توبہ ہوتی رہنی چاہیے۔

اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو...

حدیث ۴۲۲۔۔۔۴۲۳

وعنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ): وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔

وعن أبي ايوب خالد بن زيد (رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) يَقُوْلُ: لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ، لَخَلَقَ اللهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو ہٹا کر ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کرے گی اور اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گی اور استغفار کرے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک غلط فہمی کا ازالہ

افادات:- اس حدیث کا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی نہ ہو، دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے گناہ اور نیکی کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ اس سے گناہ ہی نہ ہو، تو گناہ کرنے کی صلاحیت رکھی ہی نہ جاتی، اور پھر تو انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی، ایسی مخلوق فرشتوں کی شکل میں پہلے سے پیدا شدہ موجود تھی کہ جن کے اندر گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ فرشتے اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بھی چاہیں تب بھی نہیں کرسکتے، ان میں نافرمانی کا مادہ ہی نہیں ہے، اور انسان میں اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں رکھی ہیں۔ اس کے بعد انسان کو حکم دیا کہ گناہ مت کرنا، اگر گناہ کروگے تو مَیں ناراض ہوجاؤں گا۔ تو گناہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور فقط صلاحیت ہی نہیں بلکہ گناہ کا تقاضا موجود ہے، نفس یہ کہہ رہا ہے کہ ایسا کرو، صلاحیت اور تقاضہ دونوں باتیں ہیں اس کے باوجود انسان یہ سوچ کر کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض ہوجائے گا، اس نے مجھے منع کیا ہے کہ یہ کام مت کرنا، اب چاہے نفس تقاضہ کرتا ہے اور مجھ میں ایسا کرنے کی طاقت بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے گا، تو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لئے وہ انسان اپنے آپ کو اس معصیت ونافرمانی اور گناہ کے کام سے روکے، تو آپ اندازہ لگایئے کہ اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ کمال نہیں

دیکھو! دو باتیں الگ الگ ہیں، ایک تو یہ کہ کسی کام کی صلاحیت ہو اور نہ کرے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی کام کی صلاحیت ہی نہ ہو۔ جیسے ایک آدمی اندھا ہے، اب اگر وہ کسی نامحرم اور اجنبی عورت کی طرف نظر نہیں کرتا، سینما نہیں دیکھتا، ٹی وی نہیں دیکھتا اور لوگوں سے کہتا ہے کہ مَیں نے کبھی ٹی وی نہیں دیکھا، کبھی کسی اجنبی عورت کی طرف نگاہ نہیں اُٹھائی؛ تو کیا کہیں گے کہ اللہ کے بندے! تو تو اگر چاہے تب بھی نظر نہیں اُٹھا سکتا، تیرے اندر صلاحیت ہی کہاں ہے؟ اس لیے یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

اور ایک آدمی بینا ہے، اس میں اجنبی عورت کو دیکھنے کی صلاحیت موجود ہے، اور طبیعت میں تقاضہ بھی موجود ہے، نفس کہہ رہا ہے اس کے باوجود وہ آدمی یہ سوچ کر نگاہ نہیں اٹھاتا کہ اللہ تعالیٰ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے، وہ مجھے پوچھے گا تو میں کیا جواب دوں گا۔ تو اب اندازہ لگایئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوں گے۔ اور یہی تقویٰ کا نور ہے۔

تو شانِ غفاری کا ظہور کیسے ہوتا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ کو بندے سے گناہ کروانے ہی نہیں تھے تو پھر انسان میں گناہ کی صلاحیت ہی کیوں رکھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں صلاحیت بھی رکھی اور تقاضہ بھی رکھا اور پھر اللہ نے حکم دیا کہ مت کرو۔ اب جب نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے دل میں تقویٰ کا نور ڈالیں گے۔ اور پھر بھی اگر کسی سے گناہ ہوگیا تو اس کے لئے راستہ بند نہیں کیا، بلکہ کہا کہ دل سے معافی مانگو تو ہم خوش ہوں گے اور معاف کردیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت معاف کرنے کی بھی ہے۔ اگر گناہ کرنے والے نہ ہوتے اور گناہ کرکے اللہ سے معافی نہ مانگتے تو پھر اللہ کی اس صفت اور شانِ غفاری کا ظہور کیسے ہوتا؟ اس لئے جب انسان گناہ کرے گا اور پھر توبہ واستغفار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ظہور کا ذریعہ بنے گا۔

سالہا سال کی عبادت وہ کام نہیں کرتی

بلکہ بعض کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ عبادت کرنے کے بعد طبیعت کے اندر جو غرور پیدا ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں کسی جرم کرنے کے بعد طبیعت میں جو انکساری پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ قابلِ قدر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ غرور کی وجہ سے عبادت کا معاملہ تو ختم ہوگیا اور عبادت کا تو ستیا ناس ہی ہوگیا لیکن گناہ کرنے کے بعد جو انکساری اور ندامت پیدا ہوئی، تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالہا سال کی عبادت وہ کام نہیں کرتی جو کام گناہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ندامت کر جاتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا کام بن جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے: ؎

زاہد غرور داشت، سلامت نہ برد راہ

رِند از راہ نیاز بدار السلام رفت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زاہد کو تو اپنی عبادت کے اوپر غرور تھا اس لئے وہ پھنس گیا، اور گنہگار کو اپنے گناہ کے اوپر نیاز؛ تو وہ اپنی اسی ندامت سے جنت کے اندر پہنچ گیا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گناہ کے نتیجے میں بندہ اللہ کے سامنے معافی مانگتا ہے اور اس طرح اللہ کی صفتِ غفاریت اور صفتِ رحمت کا ظہور ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ۔ اسی کو بتلایا گیا کہ انسان کو اسی لئے پیدا کیا گیا کہ وہ گناہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ مغفرت کا ظہور ہوگا۔

اس لیے اس حدیث کا مطلب سمجھنے میں کسی کو غلط فہمی نہ ہو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیدہ ودانستہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں یہ مادے تو رکھے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آدمی گناہوں کا ارتکاب نہ کرے، اور اگر ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۵

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

مجلس ۵

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۱/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے امید رکھنے کا بیان چل رہا ہے،اسی سلسلہ میں پچھلی دو تین مجلسوں میں چند حدیثیں آئی تھی۔آگے ایک راویت لاتے ہیں ۔

کلمہ پر جنت کی خوشخبری

حدیث ۴۲۴

وعن أبي هريرة(رضی اللہ عنہ)قَالَ: كُنَّا قُعُوداً مَعَ رَسُولِ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم)مَعَنَا أَبُوبَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم)مِن بَيْنَ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم)، حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطاً لِلأَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ إِلَى قَوْلِهِ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم): اِذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَآءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مُسْتَيْقِناً بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ.

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے،حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) بھی کچھ صحابہ کے ساتھ موجود تھے کہ اچانک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)ہمارے درمیان سے اٹھے اور آبادی سے باہر تشریف لے گئے ہم یہ سمجھے کہ آپ اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے گئے ہیں ، جب سب نے تھوڑی دیر انتظار کیا لیکن حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)واپس تشریف نہیں لائے تو سب کو فکرلاحق ہوئی کہ پتہ نہیں کیا بات ہوئی، اس لیے سب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ کی تلاش اور جستجو میں نکلے۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں سب سے پہلے میں ہی آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلا۔یہاں تک کہ ایک انصاری صحابی کے باغ کے متعلق مجھے خیال ہوا کہ آپ شاید اندرہوں گے تومیں نے اندرجانے کاراستہ ڈھونڈا لیکن مجھے راستہ نہیں ملا، اس باغ کے پانی کے باہر نکلنے کی جونالی تھی اس میں سے ہوکرمیں اندر داخل ہواتودیکھاکہ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس باغ میں تشریف فرماہیں،مَیں نے جاکرعرض کیاکہ اے اللہ کے رسول!آپ ہمارے درمیان سے اچانک اٹھ کر چلے آئے اوردیرہوگئی تو سب پریشان ہوگئے، اور سب ہی آپ کی تلاش اور جستجو میں نکلے ہوئے ہیں، میں بھی اسی لئے نکلاتھا اور اس باغ میں آنے کاکوئی راستہ نہیں ملاتومَیں پانی نکلنے کی نالی میں سے اندر گُھساہوں اورآپ یہاں تشریف فرما ہیں۔جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کویہ معلوم ہواکہ حضراتِ صحابہ پریہ کیفیت گذری توحضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کواپنے نعلین مبارک دے کر فرمایا کہ جاؤاورجو بھی تمہیں راستہ میں ملے، جو اس بات کی گواہی دیتاہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ،اورمَیں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں؛اوراس بات پروہ دل سے پورایقین رکھتاہو اس کو جنت کی خوشخبری سنادو۔[اس روایت کی تشریح پہلے گذرچکی ہے۔]

ہم آپ کو راضی کردیں گے

حدیث ۴۲۵

وعن عَبْدَ اللہ بن عمروبن العاص (رضی اللہ عنہ): أَنَّ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاقَوْلَ اللهِ فِي إِبْرَاهِيمَ (علیہ السلام): ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ [ابراهیم:۳۶] الآية وقَوْلَ عِيسَى (علیہ السلام): ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة:۱۱۸] فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: أَللّٰهُمَّ أُمَّتِي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أُمَّتِي. وبَكَى. فَقَالَ اللهُ تَعَالَى:يَاجِبْرِيْلُ!اِذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ،وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَايُبْكِيْهِ؟فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بِمَاقَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ.فَقَالَ اللهُ تَعَالَى: يَاجِبْرِيْلُ! اِذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ،فقُلْ: إِنَّاسَنُرْضِيْكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءكَ.(رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:-حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باری تعالیٰ کا وہ ارشاد تلاوت کیا جس میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہے کہ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کیا(یعنی بہت سے لوگ ان بتوں کی تاثیر کے قائل ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ یہ بھی کچھ نفع نقصان پہنچانے کے مالک ہیں گمراہی میں مبتلاہیں ، گویا ان کی گمراہی کا ذریعہ یہ بت بنے۔اسی کو تعبیر کیا گیا کہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیاہے۔اس لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) دعا فرما رہے ہیں کہ) اے باری تعالیٰ !پس جو میری پیروی کرے گا وہ تو مجھ سے ہے (یعنی جو میرے اوپر ایمان لائے گا اور میں تیرے جن احکام کو ان تک پہنچارہا ہوں ان احکام پر عمل کرنے کے معاملہ میں میری پیروی کرے گاتو اس کا تعلق مجھ سے ہے) اور جو میری نافرمانی کرے گا؛توتوبخشنے والا اورمہربان ہے(گویاان نافرمانوں کے متعلق بھی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کررہے ہیں کہ آپ تومغفرت کرنے والے، رحمت کرنے والے،معاف کرنےوالےاور مہربانی کرنے والےہیں،اگر آپ چاہیں توان کی بھی بخشش کرسکتے ہیں)

اورپھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ایک دعا جو قرآنِ پاک میں ہے،نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ آیت بھی پڑھی: اے اللہ!تواگران کو عذاب دے تویہ تیرے بندے ہیں (توان کا مالک ہے اور مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی چیز میں جو چاہے کرے اس پرکسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ،یادم مارنے کی کوئی گنجائش نہیں)اوراگرتو ان کومعاف کردے توبے شک تو قوت والااورحکمت والاہے(معاف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرنے پر قدرت رکھتاہے،اور حکمت والا بھی ہے کہ کس کو کس طرح معاف کیا جائے وہ بخو بی جانتا ہے۔تو حضرت ابراہیم(علیہ السلام) کی جو اپنی امت کے نافرمانوں اور فرمانبرداروں کے سلسلہ کی دعا،اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی دعاجو نافرمانوں کے سلسلہ میں ہے؛ان دونوں دعاؤں کی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تلاوت فرمائی) اس کے بعد نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دونوں ہاتھ دعاکے لئے اٹھائے اور باری تعالیٰ کے حضورمیں عرض کیا کہ اے اللہ!میری امت،میری امت (اے اللہ! تو میری امت کو معا ف کر دے، ان کو بخش دے۔ گویا ان دو نوں جلیل القدر انبیاء نے اپنی امت کے گنہگاروں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی جودعا فر ما ئی،اس کا تذکرہ کرنے کے بعد نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے واسطے دعاکررہے ہیں :اے اللہ! تومیری امت کومعاف کردے) تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام)سے کہا کہ اے جبرئیل! محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کے پاس جاؤ(ویسے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھاکہ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کیادعا کررہے تھے اور کیوں رورہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)کے اس رونے پر جوانعام دینے والے ہیں اس کو ظاہر کرنے کے لیے پوچھاجارہا ہے۔جیسے کو ئی بچہ کسی چیز کے لئے جب روتا ہے تو باپ جانتاہے کہ وہ کیوں رورہاہے،پھر بھی پوچھتاہے کہ بیٹا!کیوں روتاہے؟ فلاں چیز چاہیے، چلودے دی،تاکہ اس کارونابند ہو جائے۔ایسے ہی یہاں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اس کے باو جود حضرت جبرئیل (علیہ السلام)کو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خد مت میں بھیجااور کہاکہ جاکر ان سے پو چھوکہ کو ن سی چیز ان کو رُلارہی ہے؟میرے حبیب! آپ کیو ں رو تے ہیں ؟)

چناں چہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے،تو نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتلایا کہ میری امت کی معافی اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔حالاں کہ اللہ تعالیٰ بخو بی جانتے تھے، آپ کی اس دعا سے واقف تھے۔پھر حضرت جبرئیل(علیہ السلام) نے جاکر باری تعالیٰ کو خبر دی کہ آپ کے حبیب یہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جو اب میں فرمایا کہ اے جبرئیل!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

محمد(ﷺ) کے پاس جاؤ، اور ان سے کہو کہ ہم آپ کی امت کے سلسلہ میں آپ کو راضی کردیں گے، اور آپ کو امت کے سلسلہ میں ذرا بھی ناراض نہیں کریں گے۔

میں راضی ہونے والا نہیں

افادات:- حضرت امام شافعی(رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز(رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ امید دلانے والی روایت ہے۔ اور حضور اکرم(ﷺ) فرماتے ہیں کہ جب تک میری امت کا ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا، میں راضی ہونے والا نہیں ہوں، میں تو سب کو جہنم سے نجات دلاکر ہی راضی ہوؤں گا۔

دیکھو! حضور(ﷺ) کو امت کا کتنا درد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنی امت کی مغفرت کے لئے رو رو کر دعا مانگ رہے ہیں۔ اس لئے اب ہمیں بھی آپ(ﷺ) کا حق سمجھنا چاہیے۔ جب ہمارے لئے آپ(ﷺ) رو رہے ہیں تو کیا اب ہماری ذمہ داری نہیں بنتی کہ ہم نبیٔ کریم (ﷺ) کی پیروی کریں اور آپ کے طریقوں کو اپنی زندگی میں اپنائیں۔ اور کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جو نبیٔ کریم(ﷺ) کو ناراض کرنے والا ہو، اور آپ(ﷺ) کی ناراضگی کا باعث ہو۔ روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ ہر ہفتہ قبر مبارک کے اندر حضور(ﷺ) کے سامنے امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، جب کوئی امتی اچھے عمل کرتا ہے اور آپ کو بتلایا جاتا ہے کہ آپ کے امتی نے یہ اعمال کئے ہیں، تو آپ(ﷺ) خوش ہوتے ہیں۔ اور جب بتلایا جاتا ہے کہ برے اعمال کئے ہیں، تو اس سے آپ (ﷺ) کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسند البزار، ۱۹۲۵)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بڑی بے مروتی کی بات

اس لیے ہر امتی کے اوپر حضورِ اکرم (ﷺ) کا یہ حق ہے کہ جب آپ ہمارے لئے روتے ہیں اور ہماری مغفرت اور رحمت کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں درخواست کرتے ہیں، تو ہمیں بھی چاہیے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی اتباع و پیروی اور آپ کی سنتوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کا پورا پورا اہتمام کریں۔ ہر حال میں ہماری طرف سے یہی کوشش ہو، اس کے بعد بھی خدانخواستہ نادانستہ طور پر بے خبری میں کہیں غفلت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے، لیکن دانستہ طور پر نبیٔ کریم (ﷺ) کے طریقوں کو چھوڑنا اور آپ (ﷺ) کے دشمنوں اور غیروں کے طریقوں کو اختیار کرنا کتنی بڑی بے غیرتی اور بے مروتی کی بات ہوگی۔ یہ محبت کا تقاضہ نہیں ہے۔

اللہ کا اور بندوں کا کیا حق ہے؟

حدیث ۴۲۶

وعن معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) قَالَ: كُنْتُ ردف النَّبِيِّ (ﷺ) عَلٰى حِمَارٍ، فَقَالَ يَامُعَاذُ! هَلْ تَدْرِىْ مَا حَقُّ اللهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ؟ قُلْتُ: أللهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ، وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئاً وحقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ. أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔ (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:-حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک گدھے پر سوار ہوکر تشریف لے جارہے تھے،اور میں اسی گدھے پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہواتھا، اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں (آپ ہی بتلایئے) تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں کے اوپر یہ حق ہے کہ بندے اللہ ہی کی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اس آدمی کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتاہے۔حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اور لوگوں کو اس بات کی بشارت نہ سنادوں؟(یہ تو بہت آسان چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا بڑا وعدہ ہے۔اس لئے یہ چیز لوگوں کے لئے بڑی خوشخبری اور مسرت افزا ہے۔تو میں لوگوں کو اس چیز کی اطلاع کردوں ؛ تاکہ یہ سن کر سب ہی خوش ہوجائیں؟)تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: ابھی نہ بتانا، ورنہ لوگ بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں گے۔

افادات:-ایک بات یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے اوپر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ اسکا وعدہ فرمالیاہے،اس لئے گویا اللہ تعالیٰ یہ چیز اپنے بندوں کو ضرور عطافرمائیں گے،اسی معنیٰ کو حدیثِ پاک میں یوں تعبیر کیا گیا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کے اوپر بندوں کا حق یہ ہے کہ اس آدمی کو عذاب نہیں دے گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور میں پہلے عرض کرچکاہوں کہ جنت کے اندر بڑے بڑے درجات ہیں جو آدمی کو مختلف اعمال پر دیئے جائیں گے۔اگر بشارت سنادی جائے توانسان کامزاج ہے کہ صرف اس چیزکولے کراس بات پر کفایت کرلے گاکہ اتنی چیز جہنم سے حفاظت کے لیےکافی ہے۔اس لئے مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ اس وقت لوگوں کو اس بات کی اطلاع نہ دی جائے۔ اور جیساکہ پہلے بھی میں بتلاچکاہوں کہ مختلف طبیعتیں اور مختلف مزاج ہوتےہیں ایک ہی بات پرہرایک کاتاثرالگ الگ ہوتا ہے،ایک ہی بات دوآدمیوں کوکہی جاتی ہےلیکن ایک آدمی کچھ اوراثر لیتا ہے،اوردوسراآدمی دوسرااثرلیتاہے۔اوریہ بھی سوال نہیں ہوسکتا کہ حضرت معاذ(رضی اللہ عنہ)کونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نےکیوں بتلایا؟اس لئے کہ انکے متعلق یہ اندیشہ نہیں تھا۔ ہمارے جیسے سست و کاہل اور کم عملوں کے متعلق ہوسکتاہے کہ اس بات کو سننے کے بعد اطمینان کی سانس لے کر بیٹھ جاتے۔اس لئے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایاکہ ”ان کو عمل کرنے دو، جنت کے اندر بڑے درجات ہیں“۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ ثابت قدم رہیں گے

حدیث ۴۲۷

وعن البرآء بن عازب (رضی اللہ عنہ) عن النَّبِیِّ (صلی اللہ علیہ وسلم): اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ یَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ (ابراهیم:۲۷)

ترجمہ:- حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جب قبر کے اندر سوال کیا جائے گا (کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور اس شخصیت یعنی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے ہو؟) اس وقت وہ گواہی دے گا اور کلمہ پڑھے گا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ (گویا مومن قبر میں جواب دے گا) اور قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں جمائے گا، مضبوط و ثابت قدم رکھے گا

افادات: جو لوگ دنیا کی زندگی میں کلمہ کے اوپر جمے رہے، اور ان کا عقیدہ پختگی کے ساتھ رہا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اپنے اسی عقیدہ کے مطابق زندگی گذاری کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، اسی کی عبادت کرتے رہے۔ اور جس کا یہ عقیدہ رہا کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور انہی تعلیمات کو اپنی زندگی کی اندر مشعلِ راہ بنایا اور انہی کے مطابق زندگی گذاری، تو جیسے زندگی میں اس پر جما رہا، قبر میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریں گے۔ایمان والوں کے لئے یہ چیز بڑی امید کی ہے۔جو لوگ دنیا میں ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور قبر کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شاملِ حال رہے گی۔یہ بڑے اطمینان وتسکین کی چیز ہے۔

نیکیوں کا بدلہ دنیا اور آخرت میں

حدیث ۴۲۸

وعن أنس (رضی اللہ عنہ) عن رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا۔ أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقاً فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ.

وفِيْ رِوَايَة: إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطِيْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ يَجْزِيْ بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزِيْ بِهَا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: دنیا کے اندر جب کوئی کافر کوئی نیکی کا کام کرتا ہے، اس کو اس کی نیکی کا بدلہ دیا جاتا ہے۔رہا مومن: تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لئے محفوظ رکھتے ہیں، اور دنیا میں بھی اس کی طاعت ونیکی پر کچھ دیتے ہیں لیکن بڑا بدلہ آخرت کے اندر عطا فرمائیں گے۔ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ذرا بھی کمی نہیں کرتے، مومن کی نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور اس کا پورا بدلہ آخرت کے اندر ملے گا۔اور رہا کافر تو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دیدیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب آخرت کے اندر جاتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نظامِ خداوندی

افادات:- اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ایک نظام ہے کہ کافر کی عبادت کا تو اسلام نہ ہونے کی وجہ سے سوال ہی نہیں ہوتا، اگر وہ کوئی نیکی کا کام کرتا بھی ہے تو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام قابلِ قبول نہیں ہوتے، اس لئے کہ عبادت کے لئے نیت شرط ہے۔ کوئی غیر مسلم نماز پڑھے تو وہ نماز نہیں کہلائے گی۔ روزہ رکھے تو وہ روزہ نہیں کہلائے گا۔ لیکن دوسرے نیکی کے کام جو لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں، جیسے کسی کو کھانا کھلا دیا، کسی کو کپڑا پہنا دیا، کسی کی مدد کر دی، کسی پریشان حال کی پریشانی دور کی؛ تو یہ سب کام مسلمان کرے تب بھی نیکی اور کافر کرے تب بھی نیکی ہیں، اس میں نیت کا سوال نہیں آتا۔ تو نیکی کا ایسا کوئی بھی کام جب کافر دنیا کے اندر کرتا ہے تو نبیٔ کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دنیا ہی میں عطا فرما دیتے ہیں، گویا اس کی نیکی کا معاوضہ باقی نہیں رکھا جاتا، دنیا ہی میں سب دیدیا جاتا ہے۔ اور ایمان والوں کی جتنی بھی نیکیاں ہیں ان کو اس کا بدلہ دنیا میں نہیں دیا جاتا، دنیا میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو ان کی نیکیوں کا پورا بدلہ بن سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کے نتیجہ میں کی گئی نیکیوں کے بدلہ کو آخرت کے اندر رکھا ہے۔ البتہ دنیا میں بھی تھوڑا بہت اس کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے، لیکن حقیقی بدلہ تو آخرت ہی میں دیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی لئے دوسری روایتوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ عام طو ر پر اللہ تعالیٰ دنیاکے اندرموٴمن کواس کے گناہوں کی سزامختلف شکلوں میں دے کر اس کی برائیوں کوختم کردیتے ہیں اوراس گناہ سے پاک صاف کردیتے ہیں (شعب الایمان،۹۸۱۹) جیسے”بیماریوں کی شکل میں“مصیبت کی شکل میں“رو زی کی تنگی کی شکل میں‘اور لوگوں کی ایذارسانی کی شکل میں‘یہاں تک کہ بہت سے ایمان والے وہ ہوتے ہیں کہ ان کی کو ئی برائی باقی ہی نہیں رہتی جس کابدلہ نہ لیاگیاہو،اور جس کی سزااس کونہ دیدی ہو،اور آخرت کے اندراس کی نیکیوں کی وجہ سے اس کوجنت میں بھیجاجائے گا۔اورکافرکامعاملہ اس کے برعکس ہوتاہے۔اس لئے حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا مزاج اور طبیعت یہ تھی کہ جب دنیاکی کوئی دولت یااورکوئی نعمت ان کے پاس آتی تھی تووہ ڈرجاتےتھےکہ یہ چیزکہیں ہماری نیکیوں کابدلہ تونہیں۔

نعمتیں ملنے پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سوچ

حضرت خباب بن اَرت (رضی اللہ عنہ) کی روایت بخاری شریف کے اندرہے (بخاری شریف ۴۰۴۷) وہ بیمار تھے جب لوگ ان کی خبرپر سی کے لئے گئےتووہ فرمانے لگے کہ ہم لوگ اللہ کے نبی پرایمان لائےاور ایمان کےراستہ میں ہم نے مشقتیں اور تکلیفیں اُٹھائیں اور ہم میں سےبہت سےوہ ہیں جنھوں نےاپنی ان تکلیفوں کا ذرہ برابربھی بدلہ دنیامیں نہیں پایا بلکہ ان کی ساری نیکیاں آخرت کےلئےجمع ہیں ، انہیں میں سےحضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت مصعب بن عمیر وغیرہ ہیں۔ حضرت مصعب (رضی اللہ عنہ) غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تو ان کو کفن پہنانے کے لئے صرف ایک ہی چادر تھی اور اس وقت ان کا حال بھی یہ تھا اگر ان کے چہرہ اور سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ سر اور چہرہ کو ڈھانپ دو اور پاؤں کے اوپر گھاس ڈال دو وہ حضرات تو دنیا سے اسی طرح چلے گئے اور ہم اپنے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پا رہے ہیں۔ مال کے آنے پر وہ لوگ ڈرتے تھے۔

قابلِ اصلاح تعبیر

آج کے زمانہ میں ہم یوں سمجھتے ہیں کہ جتنا زیادہ مال و دولت آئے وہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور اس کے نہ ملنے پر ہم بہت زیادہ ناراض ہو جاتے ہیں، اور ملنے پر یوں سمجھتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت ہو رہی ہے۔ بعض لوگ تو اس کو یوں تعبیر کیا کرتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیکھا، گویا اب تک تو دیکھا نہیں تھا۔ جب تک دو پیسے نہیں ملے، وہاں تک اللہ تعالیٰ نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ یہ عجیب تعبیر ہے۔ جب کوئی ایسا بولتا ہے تو میرے دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے کہ بولنے والا کچھ خیال کیوں نہیں کرتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کے مقبول بندوں کا حال

کسی جگہ ایک بزرگ رہتے تھے، ایک مرتبہ بارش آئی تو وہ کہنے لگے کہ کیا ہی موقع سے بارش آئی ہے۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً تنبیہ ہوتی ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ کیا ہم کبھی بے موقع بھی برساتے ہیں؟ یہ اللہ کے مقبول بندوں کا حال ہوتا ہے، اور ہم تو معلوم نہیں ایسی کیا کیا بکواس کر جاتے ہیں جس پر ہمیں تردّد بھی نہیں ہوتا۔

وجود ہی گناہ

بعض مرتبہ لوگ بولتے ہیں کہ میں نے ایسا کون سا گناہ کیا کہ یہ مصیبت آئی، بعض اللہ والے فرماتے ہیں: "وُجُوْدُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهٖ ذَنْبٌ" تمہارا وجود ہی گناہ ہے، کسی دوسرے گناہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس لئے حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارا کوئی لمحہ غفلت سے خالی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ جو نعمتیں ہمیں مل رہی ہیں وہ ساری بلا استحقاق مل رہی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو سامنے رکھتے ہوئے زبان سے ایسا جملہ نکالنے سے ڈرنے اور بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہی کرم ہے، جتنی نعمتیں ہمیں دے رکھی ہیں، وہ اس کا احسان ہے، ہم اس کے احسان اور اس کی ان نعمتوں کا بدلہ کہاں ادا کر سکتے ہیں، جب اس کا حق ہی ادا نہیں کر سکتے تو پھر آگے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پانچ نمازوں کی مثال

حدیث ۴۲۹

وعن جابر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم): مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَہْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ أَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ.

(الغمر) الکَثِیْر.

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازہ پر بہت زیادہ پانی والی نہر بہہ رہی ہو اور وہ ہر دن اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔

افادات:- جو آدمی پانچ وقتہ نمازوں کا اہتمام کرتا ہے اس کے لئے اس حدیث میں بڑی امید ہے۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے مکان کے سامنے نہر ہو اور وہ بھی زیادہ پانی والی ہو جس کا پانی صاف شفاف ہو، اور وہ اس میں پانچ وقت نہائے تو کیا اس کے بدن پر میل کچیل رہے گا؟ نہیں رہے گا۔ اسی طریقہ سے جو آدمی پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے وہ ان نمازوں کے ذریعہ سے گناہوں سے ایسا ہی پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ نہر میں پانچ وقت نہانے والا جسمانی میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں بہت بڑی امید ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ کے والد ماجد (رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد

اگرچہ علماء نے یہ لکھاہے اورآگے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی فرماتےہیں کہ یہاں جن گناہوں کا تذکرہ ہے کہ نمازوں سے معاف ہوجاتےہیں وہ سب صغیرہ گناہ ہیں۔اور کبیرہ گناہ توجب تک آدمی توبہ نہ کرے وہاں تک معاف نہیں ہوتے۔اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فضائلِ نمازمیں اپنے والدِ محترم مولانا محمد یحییٰ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالہ سے جوبات ذکرفرمائی ہے اس کومیں پہلے بھی کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں۔ قرآن و حدیث کی آیتوں سے معلوم ہوتاہے کہ جو گناہ عبادتوں اور دوسری نیکیوں کی وجہ سے معاف ہوتےہیں؛وہ صغیرہ گناہ ہیں ، کبیرہ گناہ نہیں۔ حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کے والدصاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ مسلمان کے اعمال نامہ میں کبیرہ گناہ توہوتاہی نہیں ہے، ہاں کبھی اس سےنادانستہ طورپرصغیرہ گناہ ہوجاتاہے، تووہ ان عبادتوں کی وجہ سے معاف ہوجاتاہے۔اوراگرکبھی کبیرہ گناہ ہوگیا توجب تک وہ توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سےمعاف نہ کروالے وہاں تک اس کو چین وسکون نہیں ہوتا۔جیسے اگرکسی کو کسی کے ساتھ محبت ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی کوئی بڑی نافرمانی تووہ کرتاہی نہیں۔ہاں!بے خبری میں کوئی چھوٹی موٹی غلطی اس سےہو جاتی ہے تووہ اس کی خدمت کےصلہ میں معاف کردی جاتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنازہ میں چالیس مؤمنوں کی شرکت کی فضیلت

حدیث ۴۳۰

وعن ابن عباس(رضی اللہ عنہ)قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ:مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ ، فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللهِ شَيْئاً إِلاَّ شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيْهِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٴ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان انتقال کرجاتاہے اوراس کے جنازہ کے اوپرایسے چالیس آدمی نمازپڑھتے ہیں جواللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اورکوشریک نہیں کرتے ہیں(یعنی مؤمن) تواللہ تعالیٰ ان کی سفارش کواس مرنے والے کے حق میں قبول کرلیتے ہیں۔

افادات:-اس لئے کہ جنازہ کی نماز جوپڑھی جاتی ہےوہ درحقیقت نماز پڑھنے والے مرنے والے کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔اور دعاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ اس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو،پھرنبیٴ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو،اس لئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجناآدمی کی اس دعاء کوقبولیت کے قریب کردیتاہےاور جنازہ کی نمازمیں پہلی تکبیرکے بعد ثناء پڑھی جاتی ہے،یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوئی۔دوسری تکبیرکے بعد درودپڑھاجاتاہے۔اورتیسری تکبیرکے بعد دعاء مغفرت پڑھی جاتی ہے: "أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا" جس میں آدمی یہ مانگتاہے کہ اے اللہ! جوہمارے زندے ہیں ان کی بھی مغفرت فرما، اورجو مرچکے ہیں ان کی بھی مغفرت فرما،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورجو موجودہیں اور جو موجودنہیں ہیں ان کی بھی مغفرت فرما چھوٹوں اوربڑوں کی بھی مغفرت فرما، مردوں اورعورتوں کی بھی مغفرت فرما گویا جو لوگ نمازِ جنازہ پڑھ رہے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضورسفارش اوردرخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ!اسے معاف کردے۔تونبیٔ کریم (ﷺ)فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کاانتقال ہوجاتاہے اورچالیس مسلمان اس کی جنازہ کی نمازپڑھتے ہیں گویا چالیس مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے دربارمیں اس مردے کے لئے سفارش کی کہ اے اللہ!اس کومعاف کردے۔ حضورِاکرم (ﷺ)فرماتے ہیں کہ ان چالیس مسلمانوں کی سفارش کو اللہ تعالیٰ قبول کرلیتے ہیں،جب چالیس مسلمان اللہ کی بارگاہ میں یوں کہہ رہےہیں کہ باری تعالیٰ!اس کومعاف کردیجئےتوباری تعالیٰ فرماتےہیں کہ جاؤ!میں نےاس کو معاف کردیا۔

یہ بھی بہت بڑی امیددلانےوالی روایت ہے کہ جس کےجنازہ میں چالیس یا اس سےزیادہ مسلمان شریک ہوتےہیں تواس کی مغفرت کی امیدبڑھ جاتی ہے۔ اس لیے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ)نےاس روایت کواس باب میں نقل کیاہے۔ان ساری روایتوں میں یہی مضمون مشترک ہےکہ ان کےپڑھنے سےہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سےبڑی امیدیں وابستہ ہوجاتی ہیں،اس لئےان تمام روایتوں کواس باب میں نقل کررہےہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنت میں امت ِ محمدیہ کا حصہ

حدیث ۴۳۱

وعن ابن مسعود(رضی اللہ عنہ) قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِيْنَ . فَقَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، إِنِّيْ لَأَرْجُوْا أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. وَذَالِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ. وَمَا أَنْتُمْ فِيْ أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھے، اس وقت حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر خوش اورراضی ہو کہ جنتیوں میں چوتھائی حصہ تمہارا (یعنی امت ِ محمدیہ کا)ہو؟(جب سے دنیاپیداہوئی ہے وہاں سے لے کر قیامت تک جتنے لوگ آئیں گے، ان میں سے جنت میں جتنے جائیں گے،ان جنت میں جانے والوں میں چوتھائی حصہ تمہاراہو،کیاتم اس پر خوش ہو؟ حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں)ہم نے جواب میں عرض کیا:جی ہاں۔پھر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ جتنے لوگ جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک تہائی تمہارا(یعنی امت ِ محمدیہ کا)ہو؟ ہم نے عرض کیا:جی ہاں۔پھر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد((صلی اللہ علیہ وسلم))کی جان ہے مَیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتاہوں کہ تم لوگ جنتیوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدھے ہوگے،اور یہ اس لیے کہ جنت میں امتِ مسلمہ ہی داخل ہوگی۔اور تم لوگ شرک والوں کے اندر ایسے ہی ہو جیسے سیاہ بیل کے جسم پر سفید بال ہوتا ہے، یا سفید بیل کے جسم پر سیاہ بال ہوتا ہے۔

افادات:-یعنی جتنے لوگ جنت میں جائیں گے ان میں آدھی تعداد تو امت محمدیہ کی ہوگی اور باقی امتیں جو حضرت آدم (علیہ السلام) سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک گذری ہیں،وہ تمام مل کر آدھی تعداد ہوگی۔

ایک اور روایت میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو ثلث فرمایاہے۔جن لوگوں کا جنت میں جاناطے ہے ان کی ۱۲۰/ صفیں ہوں گی،اس میں ۸۰/ صفیں امتِ محمدیہ کی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔(مسند احمد،۴۳۲۸)دیکھو!جنت میں جانے والوں میں امتِ محمدیہ کا کتنابڑاحصہ آیا۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت کے اندر اہلِ ایمان ہی جائیں گے،کافر تو جانے والے نہیں،تو جتنے اہلِ ایمان حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک ہوں گے،ان میں دوتہائی تعدادامتِ محمدیہ کی ہوگی،اور ایک تہائی باقی امتوں کی ہوگی۔

کالے بالوں میں ایک سفید بال

اب کسی کوخیال آسکتاہے کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ دنیاکی اتنی بڑی آبادی میں ایک بڑی تعدادتوغیروں کی ہے،اس لئے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایاکہ تم لوگ شرک والوں کے اندرایسے ہی ہو جیسے سیاہ بیل کے جسم پر سفید بال ہوتاہے۔یاسفید بیل کے جسم پر سیاہ بال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتا ہے۔ جسم کے تمام سفید بالوں کے مقابلہ میں کالے بال کی کیا اہمیت و حیثیت ہے؟ یا تمام کالے بالوں میں ایک سفید بال کی کیا حیثیت ہے؟ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ دنیا کے اندر جو مشرک اور غیر مسلم ہیں ان کے مقابلہ میں تعداد کے اعتبار سے ایمان والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ بلکہ یاجوج ماجوج کو ملایا جائے تو جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو خطاب کریں گے: اے آدم! تو حضرت آدم (علیہ السلام) حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ! حاضر ہوں۔ تو کہا جائے گا کہ ان میں سے جن کو جہنم بھیجنا ہے ان کو الگ کرو۔ وہ کہیں گے کہ کتنے؟ کہا جائے گا کہ ہزار میں نو سو ننانوے۔ حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جب یہ راویت سنی تو وہ سب ڈر گئے اور سب کے چہرے خوف سے پیلے پڑ گئے کہ ایک ہزار میں نو سو ننانوے تو جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک جنت میں جائے گا، اب پتہ نہیں کہ ان ہزار میں سے ایک قسمت والا کون ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب صحابہ کا یہ حال دیکھا تو پھر فرمایا کہ کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ جنت میں جانے والوں میں چوتھائی تعداد تمہاری ہو؟ پھر فرمایا کہ تہائی تعداد تمہاری ہو؟ پھر فرمایا کہ آدھی تعداد تمہاری ہو؟ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے والی گنتی ان کافروں کے ذریعہ سے پوری کی جائے گی، اور ایمان والوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے سفید بیل کے جسم میں ایک کالا بال ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہنم میں مؤمن کا فدیہ

حدیث ۴۳۲

وعن أبي موسىٰ الأشعري (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا. فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ.

وفِيْ روايةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِي (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِذُنُوْبٍ أَمْثَالَ الْجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ. (رواہ مسلم)

وقوله: (دَفَعَ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ) مَعْنَاهُ مَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) لِكُلِّ أَحَدٍ مَنْزِلٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِيْ النَّارِ. فَالْمُؤْمِنُ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِيْ النَّارِ، لِأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهِ) ومَعْنَى (فِكَاكُكَ) أَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِدُخُوْلِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ؛ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدَّرَ لَنَا عَدَدًا يَمْلَؤُهَا. فَإِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَ كُفْرِهِمْ، صَارُوْا فِيْ مَعْنَى الْفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِيْنَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا ایک نصرانی دے کر یوں فرمائیں گے کہ جہنم میں یہ تیرا فدیہ ہے (یعنی تیری جگہ پر جہنم کے اندر یہ جائے گا) ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے روز بعض مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے تب بھی باری تعالیٰ ایمان کی وجہ سے معاف کردیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-اس کو آپ اس طرح سمجھئے کہ آسمان سے بجلی گری اور کسی ایک کو ختم کردیا توسب لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کی طرف سے کفارہ ہوگیا،ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میرا بدلہ ہوگیا،چونکہ اس کوکسی ایک کوتوشکار کرناہی تھا،یہ ایک اس کا شکار بن گیا، اورباقی سب بچ گئے،تواس کو ان الفاظ سے تعبیر کیاجاتاہے۔

یاجیسے فیکٹری والوں کاجائزہ لینےاورسروے کرنے کے لیےانکم ٹیکس والے نکلے، اورسورت کی تین سوفیکٹریوں میں سے دس پرچھاپہ مارکران کے خلاف چالان کردیا تودوسری تمام فیکٹری والےاطمینان کاسانس لیتےہیں اورکہتےہیں کہ چلویہ دس ہماری طرف سے کفارہ بن گئے۔ان انکم ٹیکس والوں کوتودس کو ہی پکڑ نا تھااوروہ دس انہوں نے پکڑلئے۔تویہ ایک طرح کی تعبیر ہے۔

میں یہ مثال اس لئے دےرہا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہنم کے لیے ایک تعداد مقرر کی ہے کہ اتنے آدمیوں کوجہنم میں بھیجناہے،اب جہنم کی یہ تعداد ان یہودو نصاریٰ سے جو حضور(ﷺ) کی بعثت کے بعد بھی اسی مذہب پر قائم رہے، اور غیر مسلموں سے پوری کی جائے گی۔ حضور(ﷺ) کی بعثت کے بعد کسی یہودی کی یہو دیت اورنصرانی کی نصرانیت قابلِ قبول نہیں ہے جب تک کہ نبیٔ کریم(ﷺ) پر ایمان نہ لے آئے۔ہاں!آپ(ﷺ) کی بعثت سےپہلے جویہودو نصاریٰ صحیح طریقہ پر تھے؛وہ نجات پائیں گے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے ایک تعداد مقرر کی ہے،وہ تعداد توجہنم میں بھیجنی ہی ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوروہ ان یہود ونصاریٰ سے پوری کی جائے گی تواب اہلِ ایمان کو اطمینان ہو گیا کہ جہنم کے اندر ہماری طرف سے کفارہ ہوجائے گا۔اسی کوان الفاظ سے تعبیر کیا گیا: "هٰذا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ" جہنم کے اندر تمہاری طرف سے یہ بدلہ اور فدیہ و کفارہ ہو گیا۔

ہر ایک کے لیے دودو جگہیں

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نےاس کی تشریح میں حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انسان پیدا کئے ہیں ہر ایک کے لئے جنت میں ایک مقام ہے، اور جہنم میں ایک مقام ہے۔گویاہر ایک کے لیے دودو جگہیں مقرر کی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کون جنت والے عمل کر کے جنت میں جائے گا،اورکون جہنم والے عمل کرکے جہنم میں جائے گا،لیکن اس کے باوجود قدرت کا ایک نظام اور قانون ہے،اسی کے تحت ہر ایک کے لئے ایک ٹھکانہ جنت میں اور ایک ٹھکانہ جہنم میں طے ہے۔اب جو ایمان لائیں گے اورنیک اعمال کریں گے وہ نجات پاکرجنت میں جائیں گے۔اورجو ایمان سے محروم رہیں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔اب جو جنت میں گئے ان کے لئے جہنم میں جو ٹھکانہ مقرر تھا وہ خالی رہے گا۔اور جو جہنم میں گئے ان کے لیے جنت میں جو ٹھکانہ طے کیا گیا تھا وہ خالی رہے گا۔تواب یہ ہو گا کہ جو جنت میں گئے ان کو اپنامقام جو ان کے لئے جنت میں طے تھا وہ تو ملا ہی، لیکن جو جہنم میں گئے ان کے جنت میں جو فلیٹ خالی رہ گئے تھے وہ اِن کے درمیان تقسیم کردیئے جائیں گے اوراُدھر جو جہنم میں گئے،ان کوان کا مقام تو ملا، اور جنت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والوں کے حصہ کی جو کوٹھریاں جہنم میں خالی رہ گئیں،وہ اِن جہنمیوں میں تقسیم کی جائیں گی۔اسی کو قرآنِ کریم میں "تَغَابُن" سے تعبیر کیا گیاہے۔"تَغَابُن" کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ جنت کاسودااورمعاملہ جہنمیوں کے ساتھ ہوا،اوروہ سودا ایسا ہوا جس میں جنت والے نفع میں رہے اور جہنم والے گھاٹے میں رہے۔جہنم والوں کو جنت والوں کے حصہ کے جو درکات تھے وہ ملے۔اورجنت والوں کو جہنم والوں کے جو درجات تھے وہ ملے۔اس طرح اللہ تعالیٰ جنت والوں کے درجات بلند فرمائیں گے۔

درجات اور درکات

جنت کے اندر جو مقامات ہوتے ہیں ان کو"درجات" کہاجاتاہے۔اور جہنم میں جو مقامات ہوتے ہیں ان کو"درکات"کہاجاتاہے۔توجنتیوں کے حصہ کے درکات یعنی کال کوٹھریاں؛جہنمیوں کو دیدی جائیں گی اور جہنم والوں کے جودرجات جنت میں ہیں وہ جنتیوں کودے دیئے جائیں گے۔یعنی ان کے نام کے جو فلیٹ تھے وہ ان کو دےئے جائیں گے، توجہنم والوں کے حق میں یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہوا۔علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اسی کو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نےیوں فرمایاکہ اللہ تعالیٰ مؤمن کویوں کہے گا کہ یہ تمہارابدلہ ہے یعنی تمہیں اس جگہ پر جاناتھا،لیکن اس کال کوٹھری میں اس کوفٹ کردیا جائے گا،اسی کو "فِكَاكُ" سے تعبیر کیاگیاہے۔بات سمجھ میں آگئی؟اس روایت میں بھی اہلِ ایمان کےواسطےبڑی امید کی چیزہے ،اس لئے اس روایت کو یہاں بیان کیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بابُ الرَّجَآءِ مجلس ۶

اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے کا بیان

﴿مجلس ۶﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸/ جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۹/ اکتوبر ۱۹۹۹ء

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید رکھنی چاہیے، اس عنوان پر علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کچھ روایتیں پیش کی ہیں جو پچھلی پانچ مجلسوں سے چل رہی ہیں، اس سلسلہ کی روایتیں آج بھی پیش کی جارہی ہیں۔

جا! آج بھی تجھے معاف کردیا

حدیث ۴۳۳

وعن ابن عمر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ: يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فَيَقُوْلُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّ أَعْرِفُ. قَالَ: فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ.

(كَنَفَهُ): سَتْرُهُ وَرَحْمَتُهُ.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز بندے کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اتنا قریب کیا جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت کی چادر اس پر ڈالیں گے (یعنی اس کے اوپر پردہ ڈالیں گے تاکہ دوسرے لوگ دیکھ نہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کررہے ہیں۔) پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اس کے گناہوں کا اقرار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرائیں گے، جیسے باری تعالیٰ اس سے پوچھیں گے تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ تجھے یاد ہے تو نے فلاں روز فلاں جگہ پر یہ گناہ کیا تھا ؟(اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے گناہ بھی اس کو یاد دلائے جائیں گے وہ جواب میں انکار تو نہیں کرسکے گا اس لئے)وہ عرض کرے گا کہ اے باری تعالیٰ! مجھے معلوم ہے۔(گویا وہ اقرار و تسلیم کرلے گا کہ میں نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔)تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی، جا! آج بھی تجھے معاف کردیا پھر اس کی نیکیوں کا دفتر اسے دے دیا جائے گا۔

باری تعالیٰ بھی ہنس دیں گے

افادات:-دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کریں گے اور اس سے ان کا اقرار لیا جائے گا،اب وہ ڈرے گا کہ ان کے علاوہ میرے بڑے بڑے گناہ بھی ہیں،دیکھو!ان سب کا کیا ہوتا ہے۔جب وہ ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کا اقرار کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی،جا! آج بھی تجھے معاف کردیا،اور ہر گناہ کے بدلہ میں تجھے نیکی دی۔اُس پر وہ عرض کرے گا کہ باری تعالیٰ! میرے کچھ اور گناہ بھی ہیں جو یہاں نظر نہیں آرہے ہیں۔اس کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ بھی ہنس دیں گے(مسلم شریف،۴۸۷)یعنی ابھی تو یہ حال تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے ڈر رہا تھا کہ ابھی اگر بڑے گناہوں کا تذکرہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آئے گا تو میرا کیا حال ہو گا، اور جب دیکھا کہ یہاں تو بہت کچھ مل رہا ہے تو اب خود ہی یاد دلا رہا ہے کہ ان گناہوں کا تو یہاں کچھ ذکر ہی نہیں ہو رہا ہے۔

نبی کریم (ﷺ) کی برکت

لیکن یہاں بخاری و مسلم کی روایت دوسرے انداز سے ہے جس میں یہ ہے کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا تو باری تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میں نے تیرے ان گناہوں پر دنیا کے اندر پردہ پوشی کی تھی، اور لوگوں کو تیرے ان گناہوں سے واقف نہیں ہونے دیا تھا، آج بھی کسی کو واقف نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ہر آدمی اپنے حالات اور اپنی کوتاہیوں سے بخوبی واقف ہے، ان گناہوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا اس امت پر بہت بڑا احسان و انعام ہے۔ اگلی امتوں پر بڑی پابندیاں تھیں ، قرآنِ پاک میں نبی کریم (ﷺ) کی شان یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ (ﷺ) کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ ساری سختیاں اس اُمت پر سے اُٹھالیں۔ مثلاً بنی اسرائیل کے اندر یہ ہوتا تھا کہ کوئی آدمی رات میں کوئی گناہ کرتا تو صبح اس کے دروازہ پر لکھا ہوتا کہ آج اس نے یہ کام کیا ہے، لیکن اس امت کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ چھپا رہے ہیں ، بے شمار گناہ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا میں کسی کو بھی پتہ نہیں چلتے، یہاں تک کہ اس کی بیوی، اس کا بیٹا، اس کا بھائی، اس کا باپ، اور گھر میں ساتھ رہنے والے افراد، بلکہ اس کا ایسا دوست جو چوبیس گھنٹے ساتھ رہتا ہے، لیکن آدمی ان سے بھی چھپاتا ہے اور جانتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے کہ میرے اس گناہ کا اس کو علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سارے گناہوں پر پردہ پوشی فرما رکھی ہے۔تو باری تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ دنیا میں مَیں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور ان کو چھپایا ، لوگوں کے سامنے ان کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب دنیا میں ایمان کی وجہ سے یہ معاملہ کیا گیاتو آخرت میں تو اس ایمان پر مزید انعام دیا جاتا ہے، اس لئے آج یہاں معاف کر دیتے ہیں ۔

ایمان والے مطمئن ہیں

اوردوسری بات یہ ہے کہ آدمی کو دنیامیں اپنے کرتوت چھپانے کے بعد بھی ہر وقت یہ ڈرتو لگاہی رہتاہے کہ وہ کہیں کھل گئے تو میرا کیاہو گا۔لیکن یہاں اللہ تعالیٰ اس کو اطمینان دلاتے ہیں کہ یہ سارے گناہ جو دنیامیں چھپائے گئے تھے، آج بھی چھپاکر معاف کئے جائیں گے اور معافی بھی لوگوں سے چھپاکر ہی عطاہو گی۔ دنیا والوں کا حال تو یہ ہے کہ کسی کو معاف کردیں کہ تونے ایساکیاتھا، لیکن جا!ہم نے تجھے چھوڑدیا، تب بھی لوگوں کے سامنے کم سے کم اس کا اظہار توکیا جاتا ہے کہ اس نے یہ حرکت کی تھی لیکن اس کو معاف کردیا جاتاہے۔اور قیامت کے روزاللہ تعالیٰ کے یہاں سے جو معافی دی جائے گی تووہاں لوگوں کوپتہ بھی نہیں چلے گا کہ اس کے ساتھ کیامعاملہ ہوا، چپکے چپکے ہی معاملہ نمٹ جائے گا۔اورنیکیوں کاجواعمال نامہ تھا وہ اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔اب ظاہرہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہ تو معاف کردیئے گئے تھے اور نیکیاں ہی نیکیاں رہی ہیں تو اس کا نتیجہ یہی نکلنے والا ہے کہ وہ خوشی خوشی اپنی نیکیوں کا صحیفہ اور کامیابی کا پروانہ لے کر جنت میں جائے گا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) ہی کی روایت ہے جس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اہلِ ایمان کے ساتھ تو یہ معاملہ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا اقرار کرا کر معاف کردیں گے اور اس معافی کا دوسروں کو پتہ بھی نہیں چلے گا، چپکے چپکے ہی سب معاملہ نمٹا دیا جائے گا۔ باقی جو ایمان والے نہیں ہیں ان کو تو لوگوں کے سامنے کہا جائے گا کہ تم نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان پر تم ایمان نہیں لائے (بخاری شریف، ۲۴۴۱) گویا حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک جتنے پیدا ہوئے پوری انسانیت میدانِ حشر میں جمع ہوگی، تمام لوگوں کے سامنے اُن کو رسوا کیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ بات ایک مؤمن کے لئے بڑی اُمید کی ہے۔

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

حدیث ۴۳۴

وعن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: وَأَقِمِ الصَّلوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ [هود:۱۱۴] فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِي هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک عورت کو بوسہ دے دیا، پھر فوراً نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی (کہ مجھ سے ایسا ہوگیاہے)اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جس میں ہے کہ نماز قائم کیجئے دن کے دونوں حصوں میں (یعنی صبح وشام۔فجر اورعصر کی نماز مراد ہے)اوررات کی کچھ گھڑیوں میں (مغرب اور عشاء کی نمازمرادہے)نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں۔اس آدمی نے عرض کیاکہ اللہ کے رسول!یہ میرے لئے خاص ہے ؟تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشادفرمایاکہ نہیں ! بلکہ میری پوری اُمت کے لئے ہے۔

افادات:- روایتوں میں ہے(سنن ترمذی۔ ۳۱۱۵)ایک عورت ان کے یہاں کھجور خریدنے کے لئے آئی تھی،انہوں نے کہا کہ اندر اچھی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں ، جب وہ اندر پہنچی تواس عورت کابوسہ لے لیا۔بس ان سے یہ حرکت ہوگئی۔ حضراتِ صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) کامعاملہ توایساتھاکہ عام طورپرتووہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے تھے لیکن خدانخواستہ کوئی بات ہوگئی تو پھر ان کے دل کو چین وسکون نہیں ہوتاتھا جب تک کہ وہ گناہ کی سیاہی کو دھوکرصاف نہ کرلیں اوراس کے بوجھ کو اپنے اوپر سے اُتارنہ لیں۔اس لیےوہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)کی خدمت میں حاضر ہوئےاوراطلاع دی کہ یارسول اللہ!مجھ سے ایسا گناہ ہوگیاہے، مجھے پاک کیجئے،یعنی مجھے سزا دیجئے تاکہ میرا گناہ دور ہوجائے اور میرے سر سے بوجھ اتر جائے،مَیں پاک صاف ہوجاؤں ،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (ھود:۱۱۴)﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بس! تمہارا گناہ معاف ہوگیا

حدیث ۴۳۵

وعن أنسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدّاً، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ وَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ، فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ. قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنِّي أَصَبْتُ حَدّاً فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ. قَالَ: هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلاَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَكَ (متفق عليه)

وقوله: (أَصَبْتُ حَدّاً) مَعْنَاهُ: مَعْصِيَةً تُوْجِبُ التَّعْزِيْرَ. وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيْقِيَّ، كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وغَيْرِهِمَا، فَإِنَّ هٰذِهِ الْحُدُوْدَ لاَ تَسْقُطُ بِالصَّلاَةِ، وَلاَ يَجُوْزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهَا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ ایک آدمی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں نے ایک ایسا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے مجھ پر حد واجب ہوگئی۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا، تو اس نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز ادا کی، جب نماز پوری ہوچکی تو اس نے پھر وہی بات کہی کہ اللہ کے رسول! مجھے سزا دیجئے اور اللہ کا جو حکم ہے وہ میرے اوپر جاری کرکے مجھے پاک کیجئے۔ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز میں تو تم شریک تھے نا؟ اس نے کہا: جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ بس! تمہارا گناہ معاف ہوگیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا اسلامی سزائیں وحشیت ہے؟

افادات:- ”حد“ مخصوص قسم کی سزا ہوا کرتی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مخصوص گناہوں کے اوپر ضروری قرار دی گئی ہے، مثلاً کوئی آدمی شراب پیئے تو اسّی (۸۰) کوڑے اس کو لگائے جاتے ہیں۔ یا کوئی آدمی اگر زنا کا ارتکاب کرے اور وہ غیر شادی شدہ ہے تو سو (۱۰۰) کوڑے، اور شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کردیا جاتا ہے، اگر کوئی آدمی چوری کرے تو دایاں ہاتھ پہنچوں کے اوپر سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ بعض مخصوص گناہوں کے اوپر مخصوص سزائیں ہیں؛ اس کو ”حد“ کہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے۔ جب کوئی آدمی اس قسم کے گناہ کا ارتکاب کرے اور حاکم کے سامنے یہ چیز ثابت بھی ہوجائے تو پھر حاکم کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو معاف کرے، بلکہ اس کو سزا دینا ضروری ہے۔

آج کل کی دنیا میں تو نعوذباللہ اسلام کی ان سزاؤں کو بڑے خطرناک لفظوں میں وحشیانہ عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسی تعبیر سے ہر مسلمان کو اللہ بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں اور جو سزائیں مقرر کی ہیں، ان کے متعلق ایسے جملے استعمال کئے جاتے ہیں، حالاں کہ اسلام کی نگاہوں میں انسان کی جان ومال، عزت و آبرو اور عقل و خرد اور نسب کی حفاظت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی آدمی جب شراب پیتا ہے تو آدمی کی عقل و خرد پر اثر انداز ہوتی ہے، اس لئے شریعت نے اس کے لئے سزا مقرر کی ہے۔ صرف چار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پانچ ہی گناہ ایسے ہیں جن کے بارے میں مخصوص قسم کی سزائیں بطورِ حد مقرر کی گئی ہیں: ان میں ایک شراب نوشی بھی ہے حدیثِ پاک میں شراب کو''اُم الخبائث''تمام گناہوں کی ماں قرار دیا گیا ہے۔شراب نوشی کی وجہ سے آدمی کی عقل سلامت نہیں رہے گی تو وہ کچھ بھی کر گزرے گا۔ بہت سے لوگ نشہ کی حالت میں زنا کرتے ہیں ، قتل کرتے ہیں اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں ،کوئی بھی اقدام کر گزرنا ان سے بعید نہیں ہے: اس سے حفاظت کے لئے ایک سزا مقرر کی گئی ہے کہ شراب نوشی پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں۔

یا کوئی آدمی اگر چوری کرے تو وہ دوسرے کے مال کی حفاظت کو ختم کرتا ہے، اور شریعت کی طرف سے دوسرے کے مال کی حفاظت کی گارنٹی دی گئی ہے، اور جو شخص اس گارنٹی کو ختم کرتا ہے،اس کے لئے سزا مقرر کی گئی ہے۔

اسی طرح کوئی آدمی اگر زنا کا ارتکاب کرتا ہے،تو وہ دوسرے کی عزت وآبرو پر ڈاکہ توڈال ہی رہا ہے،ساتھ ہی ساتھ زنا کی وجہ سے نسب مخلوط ہو جائے گا۔کسی کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو اب جو بچہ پیدا ہوگا تو پتہ نہیں چل سکتا کہ وہ شوہر کا ہے، یا زانی کا؟اور اسلام کی نگاہ میں نسب کی حفاظت بھی بنیادی چیزوں میں سے ہے، اس لئے یہ سزا رکھی ہے کہ زنا کے اوپر کوڑے لگائے جاتے ہیں۔اور اگر شادی شدہ ایسی حرکت کرے تو چوں کہ زنا سے بچنے کے اسباب مہیا ہو چکے ہیں پھر بھی زنا میں مبتلا ہو رہا ہے،اس لئے اس کی سزا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سنگساری رکھی گئی۔اور کوئی آدمی اگر کسی کی جان پر ڈاکہ ڈالے اوراس کی جان کو ختم کردے تو اس کے بدلہ میں قتل کیا جاتاہے۔تو یہ سب سزائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہیں۔

جہاں اسلامی احکام جاری کیئے جاتےہیں اوراسلامی قوانین کا عمل دخل ہے، وہاں کتنی چوریاں ہوتی ہیں ؟کتنے قتل ہوتے ہیں ؟کتنی شراب نوشی ہوتی ہے؟اس کے اعدادوشمار جمع کرلئے جائیں۔اس کے مقابلہ میں جولوگ اسلامی سزاؤں کوغلط قرار دیتے ہیں ان کے یہاں ان جرائم کاکتناارتکاب ہوتاہے،وہاں گناہوں کا کتنابازارگرم ہورہاہے؛وہ دیکھ لو، اور آج کل کی دنیاان سزاؤں کوغلط عنوان دے کراپنے آپ کوان میں سے کون سے گناہوں سے بچاپارہی ہے؟حضراتِ صحابہ(رضی اللہ عنہم) کی تربیت اس انداز سےکی گئی تھی کہ وہاں اگر کسی سے نادانستہ طور پر کوئی جرم ہوجاتا توپکڑنے کیلیئے پولیس نہیں بھیجنی پڑتی تھی،بلکہ مجرم خود کہہ رہا ہے کہ مجھ سے یہ گناہ ہوگیا ہے ،مجھے پاک کر دیجئے۔اس روایت میں بھی اس امت کے لئے بڑی اُمید کی بات آئی ہے کہ جو لوگ نیکیوں کےکام کرتےرہتے ہیں، اگر ان سے کچھ گناہ صادر بھی ہوجاتے ہیں تواللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمیدہے کہ ان نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کومعاف کردیں گے ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم خرما و ہم ثواب

حدیث ۴۳۶

وعنه قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(ﷺ):إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِأَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ،فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ،فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا. (رواه مسلم)

(الْأَكْلَةَ):بِفَتْحِ الْهَمْزَةِوَهِيَ الْمَرَّةُالْوَاحِدَةُمِنَ الْأَكْلِ كَالْغَدْوَةِوَالْعَشْوَةِ۔

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس بات پرراضی ہوتاہے کہ وہ کھانا کھائیں تواللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں، یا کوئی چیز پئیں تواس پر اللہ کی حمدوثنا بیان کریں۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ کھاکرجب آدمی دُعا پڑھتاہے:﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ.﴾اللہ تعالیٰ کا بڑااحسان اوراس کی تعریف ہے کہ اس نے ہم کو کھلایا پلایا اورہمیں مسلمان بنایا؛تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش اور راضی ہو جاتا ہے،گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرکے کھانے پینے کا حق ادا کیا۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

حدیث ۴۳۷

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أبي موسىٰ (رضي الله عنه) عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰی يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اَشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے۔ اوردن کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے، یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہو۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے دن میں گناہ کئے تورات کو توبہ کرلے؛ اللہ تعالیٰ معاف کردیتے ہیں۔ رات میں گناہ کئے تودن میں توبہ کرلے؛ اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔ البتہ آخری زمانہ میں جب قیامت قریب ہوگی اور سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا، اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی۔

یہ بھی بڑی امید کی چیز ہے۔ آدمی کتناہی گنہ گار کیوں نہ ہو، اسلام میں اس کے لئے مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے، بس! توبہ کرلے۔ اورتوبہ کے لئے بھی کوئی قیدوشرط نہیں ہے۔ وہ جہاں ہے وہیں اپنی جگہ پراُسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے اور اپنے گناہ پرپچھتائے اوراللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اوریہ عہد کرے کہ آئندہ نہیں کروں گا؛ بس! توبہ ہوگئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صلوۃ الوضوء کی فضیلت

حدیث ۴۳۸

وعَنْ أَبِي نَجِيح عمرِ و بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ (رضی اللہ عنہ) قَالَ : كُنْتُ وَ أَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلٰى ضَلَالَةٍ،وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلٰى شَيْءٍ،وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا،فَقَعَدْتُ عَلٰى رَاحِلَتِي،فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ،فَإِذَا رَسُولُ اللهِ (ﷺ) مُسْتَخْفِياً،جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ،فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ،فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ:أَنَا نَبِيٌّ.قُلْتُ:وَمَا نَبِيٌّ؟قَالَ:أَرْسَلَنِي اللهُ.قُلْتُ:وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ:أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَ كَسْرِ الْأَوْثَانِ،وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ.قُلْتُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَ عَبْدٌ۔ ومَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُوبَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قُلْتُ: إِنِّي مُتَّبِعُكَ قَالَ:إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذَالِكَ يَوْمَكَ هٰذَا،أَلَاتَرٰى حَالِي وحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ إِلٰى أَهْلِكَ،فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي قَالَ : فَذَهَبْتُ إِلٰى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ(ﷺ) الْمَدِينَةَ حَتّٰى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ؟ فَقَالُوا: النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ،وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ،فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَالِكَ. فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ،فَقُلْتُ:يَارَسُولَ اللهِ! أَتَعْرِفُنِي؟قَالَ:نَعَمْ،أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ.قَالَ:فَقُلْتُ:يَارَسُولَ اللهِ!أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَأَجْهَلُهُ.أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ؟ قَالَ:صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ.ثُمَّ صَلِّ ،فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ،فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ،فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ،ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ،فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ،وحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ . قَالَ:فَقُلْتُ:يَانَبِيَّ اللهِ!فَالْوُضُوءَ حَدِّثْنِي عَنْهُ؟فَقَالَ:مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ، وَفِيهِ، وَخَيَاشِيمِهِ ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ۔ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ۔ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ۔ فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالَى، وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ تَعَالَى إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔

فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَبَا أُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) فَقَالَ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ: يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ! أُنْظُرْ مَا تَقُولُ! فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَقَالَ عَمْرٌو: يَا أَبَا أُمَامَةَ! لَقَدْ كَبُرَتْ سِنِّي، وَرَقَّ عَظْمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلِي، وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ تَعَالَى وَلَا عَلَى رَسُولِ اللهِ (ﷺ) لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، مَا حَدَّثْتُ أَبَدًا بِهِ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی بعثت نہیں ہوئی تھی اور آپ (ﷺ) کی دعوت کا سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا اس وقت بھی میں یہ سمجھتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں، بتوں کی پوجا کرتے ہیں، اور کسی دین کے پابند نہیں ہیں (مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی مَیں بت پرستی کو برا سمجھتا تھا) پھر مجھے پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ میں ایک آدمی ظاہر ہوئے ہیں اور وہ کچھ غیب کی خبریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ باتیں لوگوں کو بتلارہے ہیں، تو مَیں اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا، جس وقت مَیں پہنچا تو نبیٔ کریم (ﷺ) مکہ والوں کی ایذاء رسانیوں کی وجہ سے چھپے ہوئے تھے، آپ کی قوم آپ کو بڑی تکلیفیں پہنچارہی تھی (ایسے وقت میں حضور کی خدمت میں کیسے حاضر ہوناجبکہ کوئی بتاتا بھی نہیں تھا کہ حضور کہاں ہیں جیسے حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کا قصہ ہے کہ وہ پہنچے تھے، پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے بتلایا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرے پیچھے پیچھے اس طرح آنا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم میرے پیچھے آرہے ہو)اسی طرح مَیں نے بھی مکہ پہنچ کر تدبیر کی اور کسی طرح حضوراکرم (ﷺ) کی خدمت میں پہنچ گیا وہاں پہنچ کر مَیں نے نبیٔ کریم (ﷺ)سے یہ سوال کیا : آپ کون ہیں اور کیا ہیں ؟آپ (ﷺ)نے جواب میں فرمایا میں نبی ہوں ۔ میں نے پوچھا: نبی کیا ہوتا ہے (اس لئے کہ آج تک نبی کا لفظ سنا نہیں تھا)تو آپ(ﷺ)نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغام لے کر بھیجا ہے(اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام بندوں تک پہنچائیں اس کو نبی کہتے ہیں) میں نے پوچھا:کیا پیغام اور کیا تعلیمات دے کر آپ کو بھیجا ہے؟توحضور (ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جن احکام کو لے کر بھیجا ہے ان میں ایک توصلہ رحمی ہے (یعنی رشتہ داری کے حقوق کو ادا کرنا۔صلہ رحمی اسلام کی بالکل ابتدائی تعلیمات میں سے ہے، جبکہ ابھی نمازروزہ اور دیگر عبادتیں فرض نہیں ہوئی تھیں۔گویاصلہ رحمی کا خوبی کی چیز ہونا ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے) اوربتوں کے توڑنے کا حکم لے کر بھیجا ہے۔اوریہ حکم دیاہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔میں نے پوچھا:آپ جوپیغام اور حکم لے کر آئے ہیں ، اس میں آپ کا ساتھ کون دے رہا ہے؟حضور(ﷺ) نے فرمایا کہ ایک غلام اور ایک آزاد۔اس دن نبیٔ کریم (ﷺ)کے اوپر ایمان لانے والوں میں حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) تھے جو آزاد تھے،اور غلاموں میں حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) تھے۔

عمروبن عبسہ(رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! میں بھی آپ کی پیروی کروں گا،اورمیں بھی آپ پر ایمان لاتا ہوں۔توجواب میں حضور نے فرمایا کہ آج اس حالت میں تم وہ نہیں کرسکوگے(دیکھو!نبیٔ کریم(ﷺ)نے ایمان لانے سے منع نہیں فرمایا، ان کے ایمان کو توآپ (ﷺ)نے قبول کرلیا لیکن مکہ میں رہ کر اپنے ایمان کے اظہاراور اعلان سے آپ نے منع فرمایا کہ بھائی تم سے یہ نہیں ہوسکے گا، تم اگراپنے ایمان کا اعلان کردوگے توپھروہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تمہیں بہت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تکلیفیں پہنچائیں گے۔ہم تو یہاں کے رہنے والے ہیں اور یہ تکلیفیں پہنچانے والے بھی ہمارے اپنے ہیں ، پھر بھی یہ ہم کو نہیں چھوڑتے ،تو تمہاراحال کیا ہوگا جبکہ تم تو اجنبی ہو، تمہارے ساتھ تواور زیادتی ہوگی جو تم برداشت نہیں کرسکوگے)تم دیکھ نہیں رہے ہوکہ میرااور وہ لوگ جو میرے اوپرایمان لائے ہیں ان کاکیاحال ہورہاہے۔اس لئے میں تم کومشورہ دیتاہوں کہ اپنے گھراپنے قبیلہ اور وطن میں واپس ہوجاؤ،جب تم کوپتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں پرغلبہ دیاتب میرے پاس آنا(دیکھو!حضور(ﷺ)کواپنے غلبہ اور ظہورکاکتناقوی یقین تھا کہ ایک وقت آئےگااورتمہیں پتہ چلےگااوریہ اطلاع ملے گی کہ مجھے اللہ نےسب لوگوں پرکامیابی عطا فرمائی ہے،اس وقت میرے پاس چلے آنا۔)

حضرت عمروبن عبسہ(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ میں اپنے وطن واپس لوٹ گیا، اس کے بعدتو حضوراکرم(ﷺ)مدینہ منورہ تشریف لےگئے،میں اپنے وطن اوراپنے قبیلہ ہی میں رہا اورمیں لوگوں سے باقاعدہ حضور(ﷺ)کی خبریں معلوم کرتا رہااور لوگوں سے آپ کا حال پوچھتا رہا،یہاں تک کہ میرے قبیلہ کےکچھ لوگ مدینہ منورہ پہنچے اورجب واپس آئے تو میں نے پوچھا: بھائی !یہ صاحب جو ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تھے ان کاکیا حال ہے؟ اوران کی کیا خبرہے؟ ان آنےوالوں نےمجھے بتلایا کہ لوگ اب ان کی دعوت کوبہت تیزی سے قبول کر رہے ہیں،اور مکہ والوں نے ان کو قتل کرناچاہالیکن نہیں کرسکے۔جب مجھے یہ معلوم ہوا تومیں مدینہ منورہ آیا اور حضور(ﷺ) کی خدمت میں حاضرہوااورمیں نے

پہلا سوال کیا:اللہ کے رسول! آپ مجھے پہچانتے ہیں؟حضور(ﷺ)نے فرمایا: جی ہاں !تم وہی ہو جو مجھے مکہ مکرمہ میں ملے تھے۔

نماز کے اوقات کی تعلیم

پھر میں نے حضور(ﷺ) سے عرض کیا:اللہ کے رسول!اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارے احکام بتلائے ہیں ،وہ سب آپ مجھے بتلایئے اور مجھے نماز کا طریقہ بھی سکھلایئے۔ چنانچہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے بتلایا کہ فجر کی نماز ادا کرو اور پھر نماز پڑھنے سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ کے برابر اونچا ہوجائے،اس لئے کہ جس وقت سورج طلوع ہوتاہے تو شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتاہے ،اور اس وقت کافر لوگ سورج کو سجدہ کرتے ہیں ۔

شیطان کا عجیب تماشہ

(شیطان نے بھی عجیب تماشہ بنارکھاہے،سورج کی پوجا کرنے والوں کے اوقات مقررہیں،جس وقت سورج طلوع وغروب ہوتاہےتواس کے سامنےہاتھ جوڑتےہیں اوراس کی پوجاکرتے ہیں ،توشیطان کی عادت یہ ہے کہ جس وقت سورج طلوع ہوتاہے توشیطان سورج کے بالکل سامنے آکراس طرح کھڑا ہوجاتا ہے کہ سورج اس کے پیچھے ایسالگتاہے کہ اس کےدو سینگ کےدرمیان ہو، اسی کو تعبیرکیا گیا ہےکہ سورج شیطان کے دو سینگوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے بیچ میں طلوع ہوتا ہے، اور شیطان دیکھنے والوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ یہ لوگ میری پوجا کررہے ہیں،اس لئے حضور(ﷺ)فرماتے ہیں کہ جس وقت سورج طلوع ہونے لگے اس وقت عبادت مت کرو، اس لئے کہ یہ کافروں کی عبادت کا وقت ہے)

پھر اس کے بعد جب ایک نیزہ بلند ہوجائے تونماز پڑھ لو،اس وقت اگرتم نماز پڑھو گےتوفرشتےتمہاری نماز کےاندر حاضر ہوں گےاور اس کاثواب بھی لکھاجائے گایہاں تک کہ نیزہ کا سایہ کم سے کم جتنا ہوسکتا ہے اتنا ہوجائے،اس وقت پھر نماز پڑھنا بند کردو۔ (مطلب یہ ہے کہ سورج جب بالکل سر کے اوپر آجائے گاتوہرچیز کاسایہ بالکل کم ہوجائے گا،اس لئے کہ سورج جب اونچاہوناشروع ہوتا ہے، تو ہر چیز کا سایہ گھٹنا شروع ہوتاہے یہاں تک کہ ذراسارہ جاتاہے۔بعض علاقے تو ایسے ہیں جہاں سورج بالکل سر کے اوپرتونہیں آتا، لیکن آسمان کے بیچ میں آجاتا ہے، اورذراجھکاؤہوتاہے، کیوں کہ ہمارے علاقوں میں دوپہر کے وقت سردیوں میں سایہ ذرا لمبا ہوتا ہے،اور گرمیوں میں کم ہوتا ہے، پھر جب سورج دوسری طرف ڈھلنا شروع ہوگا تو سایہ پھر دوبارہ بڑھنا شروع ہوگا۔صبح سے استوائے شمس تک توسایہ مغرب کی طرف تھا اب مشرق کی جانب ہو جائے گا؛اسی کو ’’فے ‘‘کہتے ہیں۔تو حضور(ﷺ)فرماتے ہیں کہ) جب سورج باکل بیچ میں آجائے تونماز پڑھنابند کردو، اس لئے کہ اس وقت جہنم کو بھڑکایاجاتاہے۔اس کے بعدجب سایہ مشرق کی طرف جانے لگے تونماز شروع کرو(یعنی سورج ڈھل جائے تو نماز پڑھو)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لئے کہ اس وقت نماز پڑھوگے توفرشتے بھی آئیں گے اوراعمال نامہ میں نیکیاں بھی لکھی جائیں گی، یہاں تک کہ عصر کا وقت آجائے توعصر کی نماز پڑھ لو۔جب عصر کی نمازپڑھ لی تواب نمازپڑھنابند کردو یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے،اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ڈوبتا ہے اوراس وقت کافر لوگ اس کو سجدہ کرتے ہیں (اس طرح نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ان کو نمازکے اوقات بتائے)

وضو کا طریقہ

حضرت عمروبن عبسہ(رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا:آپ مجھے وضوکے متعلق بتایئے۔حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایاکہ جب کوئی آدمی اپنے وضوکاپانی اپنے قریب کرتا ہے، اور کلّی کرتاہے،ناک میں پانی ڈالتااورنکالتاہے،تواس کے مَنْخُروں اور منہ سے گناہ دُھل جاتے ہیں ،پھر جب چہرہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو چہرہ کے گناہ ڈاڑھی کی طرف سے دُھل جاتے ہیں۔پھرجب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے تو دونوں ہاتھوں کے گناہ پوروں سے دُھل کرپانی کے ساتھ نیچے زمین پر گرتے ہیں ،اور جب سر کا مسح کرتاہے تواس کے سرکے گناہ بالوں کی طرف سے پانی کے ساتھ گرتے ہیں۔اور پھرجب دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتاہے تو اس کے پاؤں کے گناہ پوروں سے انگلیوں کے پانی سے نیچے گرتے ہیں۔جب پوروں سے پانی ٹپکتاہےتوگناہ بھی ٹپک جاتے ہیں۔اوراس کے بعدجب کھڑا ہوکر نماز پڑھتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی حمدوثنا بیان کرتاہے(جیسے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿الْعَالَمِيْنَ﴾ کہتا ہے)اور جیسا اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کی تعریف کرتاہے ، اور اپنے دل کوخالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیتا ہے ،تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

مَیں کیوں جھوٹ باندھوں

(راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمروبن عبسہ (رضی اللہ عنہ)نے یہ روایت بیان کی تو ایک صحابی حضرت ابو اُمامہ(رضی اللہ عنہ) بھی وہاں موجود تھے۔اب چوں کہ اس میں وضو کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنے پر یہ فضیلت بتلائی گی ہے کہ گناہوں سے ایساپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں نے آج اس کوجناہو تو)حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا :اے عمروبن عبسہ!ذراسوچ کر بولو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ایک ہی مرتبہ میں سارے گناہوں کو ختم کردیاجائے گا۔اس کے جواب میں عمرو بن عبسہ(رضی اللہ عنہ)نے کہا: اے ابو امامہ! میری عمربڑی ہوگئی ہے،میری ہڈیاں کمزورپڑگئی ہیں اور میری موت کا وقت قریب ہے، مجھے کوئی ضرورت نہیں پڑی کہ اللہ اوراس کے رسول کے خلاف کوئی جھوٹ باندھوں(اس میں میرا کوئی مفادوابستہ نہیں ہے۔ جب آدمی موت کے قریب ہوتا ہے تو اس کی زیادہ سےزیادہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ کوگناہوں سے بچائے تواللہ کے نام پر میں ایسی جھوٹی بات کروں اور حضور کے حوالہ سے ایسی جھوٹی بات کہوں اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔)اگرمیں نے یہ بات حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک مرتبہ ،دو مرتبہ، تین مرتبہ، یہاں تک کہ سات مرتبہ نہ سنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتی تو کبھی بھی میں یہ بات بیان نہ کرتا۔ گویا حضور اکرم (ﷺ) کا یہ ارشاد جو میں نے بیان کیا ہے وہ میں نے ایک مرتبہ نہیں، سات مرتبہ؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے (یہ بڑی امید والی روایت ہے، اسی لئے یہاں پیش کی ہے)

جب رحم کرنا چاہتے ہیں

حدیث ۴۳۹

وعن أبي موسى الأشعری (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) قَالَ: إِذَا أَرَادَ اللهُ تَعَالٰى رَحْمَةَ أُمَّةٍ، قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا، فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفاً بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ عَذَّبَهَا، وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ، فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَاكِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت أبوموسیٰ أشعری (رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس امت کے نبی کو اس سے پہلے وفات دے دیتے ہیں (اُمت باقی رہتی ہے) اور اس نبی کو ان کے لیے پیش رو بنا کر اُٹھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کسی امت یا قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس اُمت کو نبی کی موجودگی اور زندگی میں ہی عذاب دیتے ہیں، وہ نبی زندہ ہوتے ہیں اور امت کی ہلاکت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اس طرح نبی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا، اور میری نافرمانی کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پیش رو کا مطلب

افادات:- اُس زمانہ میں جب کوئی قافلہ یا لشکر سفر کرنے والا ہوتا تھا تو اس قافلہ یا لشکر کے کچھ لوگوں کو پہلے بھیج دیا جاتا تھا۔ مثلاً لشکر تو یہاں سے شام کو روانہ ہونے والا ہے، اور دس کلو میٹر دور جا کر پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ ہے تو جو جگہ قیام کے لئے طے ہوتی تھی وہاں پہلے سے چند آدمیوں کو بھیج دیا جاتا تھا، وہاں پہنچ کر یہ لوگ آنے والے قافلہ اور لشکر کے لئے پانی کا انتظام کرتے تھے، تاکہ جب قافلہ وہاں پہنچے تو تکلیف نہ ہو، پہنچتے ہی سب چیزیں تیار ملیں۔ تو پہلے جاکر انتظام کرنے والے کو عربی زبان میں ”فَرَطٌ“ کہتے ہیں، اردو میں اس کا ترجمہ ”پیش رو“ کرتے ہیں پہلے سے آگے جا کر انتظام کرنے والی جماعت۔ گویا اللہ تعالیٰ کسی قوم کی موجودگی میں اس قوم کے نبی کو وفات دیتے ہیں تو اس نبی کی ذات کو اس قوم کے لئے پیش رو بنادیتے ہیں، وہ نبی اللہ تعالیٰ کے یہاں جاکر اس امت کے لئے سب تیار کرتا ہے۔ اسی لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو آخری خطبہ دیا تھا، اس میں حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہی فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے پیش رو ہوں، میرا تم سے حوضِ کوثر پر ملاقات کا وعدہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب ہلاک کرنا چاہتے ہیں

اوراللہ تعالیٰ جب کسی امت یاقوم کو ہلاک کرناچاہتےہیں تو اس اُمت کونبی کی موجودگی میں کو عذاب دیتے ہیں اوریہ اس امت کے لئے برائی کی چیزہے۔اس امت کواللہ تعالیٰ ایسی حالت میں ہلاک کرتاہے کہ وہ نبی موجود ہوتےہیں اورامت کی ہلاکت کودیکھ رہےہوتےہیں،گویالوگوں نےنبی کوجھٹلایا یاتکلیفیں پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اس نبی کے دیکھتےہوئےاُن لوگوں کوہلاک کرتے ہیں ،تاکہ نبی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ انھوں نےمجھے جھٹلایااور میری نافرمانی کی،تواللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی ۔

ظاہرہےکہ ہم امتِ محمدیہ کےلئےاس روایت میں بہت ہی امیدافزا بات ہے کہ اُمت ِمحمدیہ کے موجودہوتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبیٔ کریم (ﷺ)کو دنیا سے اُٹھالیا۔آپ کادنیاسے تشریف لے جانا پوری امت کےلئےاس معنیٰ کررحمت ہے کہ آپ(ﷺ)ہمارے لئےپہلےسے جاکرپیش روبنے ہوئے ہیں ،اوروہاں جاکر ہمارے لئے سب تیاری کروارہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الرَّجَآءِ

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی فضیلت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَآتِ أَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللہ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلاَّ اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوْلَانَامُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔ أما بعد:-

قال اللہُ تعالیٰ أخبارًا عن العبد الصالح (وَأُفَوِّضُ أَمْرِیْ إِلَی اللّٰہِ إِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقَاہُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِ مَا مَکَرُوا) (غافر: ۴۴،۴۵)

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا

پہلے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اُمید اور خوف کے متعلق روایتیں پیش کی تھیں۔اس سے پہلے باب میں صرف اُمید کا تذکرہ تھا،اب اس باب میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ سے اُمید رکھتا ہے تو اس کے لئے کیا فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے پر کن کن انعامات سے نوازا جاتا ہے، اس پر کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

سورۂ غافر میں اللہ تعالیٰ ایک بندے کا تذکرہ کرتے ہیں جس نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی تھی اور اُن کی طرف سے اس بندۂ صالح کو گزند اور تکلیف پہنچانے کی دھمکی دی گئی تھی، اس موقع پر اس بندے نے جواب میں ایک بات کہی جس کا یہاں تذکرہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔اس نے جواب میں کہا:میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں،اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے بخوبی واقف ہے۔یعنی بندہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہےاور بندہ اللہ تعالیٰ سے جس طرح کی اُمید قائم کرکے اپنے امور، معاملات اور اپنی ضرورتوں کو اس کے حوالے کرتاہے،تواللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے۔جب انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہوئے،اپنے مخالفین کی شرارتوں اور ان کی طرف سے جو تکلیفیں جو ایذائیں پہنچ سکتی تھیں ،ان کی طرف سے جو سازش ان کے ساتھ کی جاسکتی تھی،اس کے جواب میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا توباری تعالیٰ نے ان کے مخالفین کی سازشوں سے ان کو محفوظ رکھا۔

جب دشمن سازشیں کرے

اس آیت کے ذریعہ یہ بتلاناچاہتےہیں کہ ہر آدمی کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جہاں دشمنوں اور مخالفین کی طرف سے اس کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کیا جاسکتاہے، اوروہ بلاوجہ اس کو گزند اور تکلیف پہنچا سکتے ہیں ۔خاص طور سے وہ اللہ کے بندے جو اللہ کے لئے کام کرتے ہیں ،اور اللہ کی دعوت اورپیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں ،دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں ،اوراس نسبت سے ان کے ساتھ مخالفت کا معاملہ کیا جاتاہے،اور مخالفین ان کو گزنداورتکلیف پہنچانے کی تدبیریں کرتے ہیں ایسے مواقع پر جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ سے اُمیدواعتماد رکھتے ہوئے یہ کہتاہے کہ میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں،وہ میری طرف سے فیصلہ کرے گا،تو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ دشمن کی طرف سے کی جانے والی سازشوں سے اپنے اس بندے کو محفوظ رکھتے ہیں۔فارسی کا مقولہ ہے کہ:-

دشمن اگر قوی است،   محافظ قوی تر است

دشمن اگر مضبوط ہے تو حفاظت کرنے والی ذات اس سے زیادہ مضبوط ہے۔ آدمی کو ایسے مواقع پر دشمن کے پاس جو کچھ طاقت اور اسباب و وسائل ہیں،ان اسباب ووسائل اور طاقت کو دیکھ کر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے،بلکہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید واعتماد رکھتے ہوئے اللہ کے حوالے کردے،تو پھر بڑے سے بڑا دشمن بھی اس کو کوئی گزند وتکلیف نہیں پہنچا سکتا۔اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے ہیں۔

جیسی امید ویسا معاملہ

حدیث ۴۴۰

وعن أبي هريرة(رضی اللہ عنہ)عن رَسُوْلِ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) أَنَّهُ قَالَ:قَالَ اللهُ: أَنَاعِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَأَنَامَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِيْ.وَاللهِ!للهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا،تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعاً.وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعاً،تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وإِذَا أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِيْ أَقْبَلْتُ إِلَيْهِ أُهَرْوِلُ. (متفق علیه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا کہ میرا بندہ میرے ساتھ جو گمان رکھتا ہے، اس کے مطابق میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں ،جب بھی وہ مجھے یاد کرے۔اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتاہے جو اپنے گمشدہ جانور کو جنگل و صحرا اوررَن کے اندر پالے۔جو آدمی میری طرف ایک بالشت بڑھتاہے ،میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔اور جب کوئی بندہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتاہے تومیں اس کی طرف چارہاتھ بڑھتا ہوں۔اورجو میری طرف چل کرآتاہ، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

افادات:-پہلاجملہ اس باب کے عنوان کے ساتھ تعلق رکھتاہے۔چوں کہ باب کا عنوان قائم کیاہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی کیا فضیلت ہے۔تو حقیقت یہ ہے کہ بندے کو اپنی زندگی میں جو بھی اموراور معاملات پیش آتے ہیں ان میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس طرح کی اُمید یں رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتے ہیں۔بہت سے لوگ اپنے معاملات کواللہ کے حوالے کردیتے ہیں ،تواللہ تعالیٰ ان کے کام بغیر تدبیروں کے بنادیتے ہیں۔عام طور پر دوسرے لوگ ویسے امور میں جو کاوشیں اور مشقتیں اٹھاتے ہیں ،ایسی مشقت اور تکلیف اُٹھائے بغیر ہی اللہ تعالیٰ اس کے کام بنادیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ روزی کے معاملہ میں بھی اوردوسرے معاملات کے اندر بھی آدمی اللہ تعالیٰ سے جیسی اُمید رکھتاہے،اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویساہی معاملہ کرتے ہیں۔ باقی یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر اعتماد اور اُمید کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ دل کاحال خوب جانتے ہیں ۔ایک آدمی کے دل میں تردد ہے ،اور زبان سے اعتمادو توکل کا اظہار کرے تو پھر اس کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جائے گا۔سیدھی بات ہے۔

زبانی جمع خرچ نہیں چلے گا

آدمی کااللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بھی معاملہ ہوتا ہے اس میں صرف زبانی جمع خرچ کام نہیں دیتا۔بندے تودھوکہ کھاسکتے ہیں ،کسی بندے کے سامنے آپ اپنی وفاداری اوردلی محبت کا اظہار کریں اورآپ جو کہہ رہے ہیں ،آپ کے دل میں وہ ساری باتیں نہیں ہیں، تو چونکہ آپ کے دل کے حال سے وہ واقف نہیں ہے،اس لیے وہ تو آپ کی باتوں کو سن کرمتاثرہوگااور آپ کے ساتھ ویساہی معاملہ کرے گا۔اور ایسا بندوں کے ساتھ ہوسکتا ہے اس لئے کہ بندے دل کے حال سے واقف نہیں ، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جب معاملہ ہوگاتو وہ تو دل کے بھید سے بخوبی واقف ہے، جیسا آدمی کے دل میں ہوگا ویسا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملہ کیا جائے گا،وہاں زبانی جمع خرچ کے طورپر آدمی لاکھ کہے کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کردیاہے، مجھے تو اللہ کی ذات پر پورا اعتماد ہے،مجھے تو اس سے پوری اُمید ہے ،یہ سب کچھ بولتارہے،لیکن دل میں اگر دوسری بات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے،توظاہر ہے اللہ تعالیٰ تو دل کی حالت سے بخوبی واقف ہے جیسا دل میں ہے ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ ہوگا۔آپ یوں سمجھیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے روزی دیں گے،اگر محنت کروں گاتو ملے گی؛تواب محنت کروگے تو ملے گی لیکن اگر آپ یوں کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہوں کہ بغیر محنت کے مجھے کھلائے گا،تواگرواقعتاًدل میں ایسا ہی ہے تواللہ تعالیٰ ویسا ہی کریں گے، کوئی دوسری بات نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ گمان کے مطابق ہی معاملہ کریں گے۔

جیسے دودھ پیتابچہ

جیسے میں مثال دیاکرتاہوں کہ گھرمیں بچے ہوتے ہیں،ان میں بڑی اولاد بھی ہوتی ہےاورایک دم چھوٹاساآٹھ ،دس ،پندرہ دن کابچہ بھی ہوتاہے جو ابھی چلنا پھرنا بھی نہیں سیکھا ہے۔اس کے متعلق سب لوگ جانتے ہیں کہ اس کاسارا معاملہ ماں باپ ہی کے حوالے ہے،نہ اس کا کوئی اختیارہے کہ میں اپنے کھانے پینے کا، سونے کا، اپنی حفاظت کا اور اپنے دوسرے امور کاانتظام کروں ،ماں باپ ہی اس کی ان چیزوں کو سمجھتے ہیں ، وہی اس کی ساری چیزوں کی خیر خبر رکھتے ہیں ،وقت آنے پروہی اس کے لئے سارا انتظام کرتے ہیں۔جب دودھ پلانے کا وقت آئے گا تو وہ نہیں کہے گا کہ مجھے دودھ پلاؤ بلکہ خود ماں ہی اس کودودھ پلائے گی۔یہ بچہ اپناکوئی ارادہ نہیں رکھتا اور اپنا سارا معاملہ ماں باپ کے حوالہ کردیتاہے۔نہلانا،سنوارنا،کپڑے پہنانا وغیرہ سب کام ماں باپ ہی کریں گے۔

پھر جوں جوں بڑا ہوتا جائے گا اور اپنے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیتا جائے گا، توں توں ماں باپ کے سلوک میں کمی آتی جائے گی۔اوربڑے ہونے کے بعد وہ ماں باپ سے جو جو امید رکھتاہے وہ اس کوپورا کرتے ہیں ،باقی سب کام اسی کے حوالے کردیتے ہیں۔یہ ایک مثال ہے۔اسی طریقہ سے بندہ کامعاملہ اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔

ہم بہت سے امورمیں اپنے متعلق یوں سمجھتےہیں کہ بھائی!ہم یہ کام انجام دیتے ہیں۔ اور میں توکہاکرتا ہوں کہ بیوی بچوں کے متعلق آدمی فکر کرتا ہے کہ میرے بچوں کو کون کھلائے گا،اس لئے مَیں کماؤں اور محنت کروں ،تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹھیک ہے ؛کرلو۔تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اپنے بچوں کو محنت کرکے کما کر کھلاتاہوں؛ توکرلو،اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔یہ سیدھی سادی بات ہے۔حدیث ِپاک میں اللہ تعالیٰ نے جووعدہ فرمایا ہے وہ بالکل سو فیصدبلکہ ایک سوایک فیصداپنی جگہ پر صحیح ہے،لیکن دل کامعاملہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اوراسی کے مطابق معاملہ کرتاہے۔اب یہ ہےکہ آزمانےکےلئےتھوڑی بہت آزمائش بھی بھیجتےہیں کہ دیکھیں!وہ اپنی اُمیدپرکتناباقی رہتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زندگی اسی دھوکہ میں گزرتی ہے

بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے دُعا کرائیں گے تو یوں ہوجائے گا، فلاں مزار پر جائیں گے اور چڑھاوا چڑھائیں گے تو ہمارا فلاں کام ہوجائے گا؛ تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں ، آدمی جیسا سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

بلکہ اکابر تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ بت پرستی کرنے والے اپنے بتوں سے جیسی توقع رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام ان سے بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتے ہیں ،اور اسی دھوکہ میں وہ زندگی بھر رہتے ہیں۔ یہ ایک خاص چیز ہے۔ اس کو اگر آدمی سوچ لے اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے، تو اس کے بہت سارے معاملات آسان ہوسکتے ہیں ،اور کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

جب بھی وہ مجھے یاد کرے

"وَأَنَامَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِي" اور میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، جب بھی وہ مجھے یاد کرے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کو جس جگہ یاد کرے گا وہاں اللہ تعالیٰ اس کے پاس ہے۔ کسی کونے میں یاد کرے گا تو، کہیں ہوائی جہاز میں بیٹھ کر یاد کرے گا تو، سمندر کے اندر آبدوز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(Submarine)میں بیٹھ کرپانی کے نیچے یاد کرے گاتو؛غرضیکہ جہاں بھی یاد کرے گا،اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔

اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں

اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنے گمشدہ جانور کو جنگل و صحرا اور رَن کے اندر پالے۔یہ بات پہلے بھی تفصیل سے آچکی ہے۔ایک آدمی سفر میں ہے،سواری کے اوپراس کاتوشہ،پانی ہے، وہ صحرا میں ایک جگہ کچھ آرام کرنے کے لئے اُتراا وراس نے اپنے اونٹ کو وہیں درخت کے ساتھ باندھ دیااورسو گیا۔جب آنکھ کھلی تودیکھاکہ سواری کاجانوروہاں نہیں ہے۔کھانے پینے کاسامان بھی اسی کے اوپر تھا،اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔اب اس لق و دق صحرامیں آگے سفر جاری رکھنے کے لئے بھی اس کے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں۔اس نے اپنے جانورکوخوب تلاش کیا،اس کے باوجود کامیابی نہیں ملی،اب اس کو یقین ہوگیاکہ میں زندہ رہنے والا نہیں ہوں۔اس لئے کہ سواری کے لئے جانور بھی نہیں کہ منزل پر پہنچوں، اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں کہ کھاپی کرزندہ رہ سکوں۔لہٰذا دوبارہ اپنی جگہ پرآکریہ سوچ کرلیٹ گیاکہ اب تو مجھے موت ہی آکر اس مصیبت سے نجات دے گی۔اسی میں اس کی آنکھ لگ گئی،پھرجب سوکراُٹھاتودیکھاکہ سواری کا جانوروہیں موجودہے تووہ بہت خوش ہوا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیثِ پاک میں اس کی خوشی سے بے قابو ہونے کو ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ خوشی میں آکر شکرانہ کے طور پر اللہ تعالیٰ سے یوں کہتا ہے کہ اے اللہ !تو میرا بندہ اور مَیں تیرا خدا۔یعنی کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ تو میرا خدا وآقا،اور میں تیرا بندہ۔لیکن خوشی میں بے قابو ہوکر اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی، وہ تو سمجھ چکا تھا کہ میری موت آنے والی ہے ،اور یہ تو نئی زندگی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کتنا تعلق ہے!

تو حضورِ اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں وہ انسان اپنے اس گمشدہ جانور کے ملنے پر کتنا خوش ہوتا ہے!توجب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہے،اپنے گناہوں پر پچھتاتا ہے، اور یہ عہد وپیمان اورپختہ ارادہ کرتا ہے کہ اب دوبارہ میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ تو گویا یہ بندہ جو اللہ سے بچھڑ چکا تھا،دور ہوچکا تھا، توبہ کرکے دوبارہ اللہ کے قریب ہوا اور اللہ کا بنا؛تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اس بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسے وہ آدمی اپنی گمشدہ سواری کا جانور ملنے پر خوش ہوا تھا۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے ساتھ کتنا زیادہ تعلق ہے۔

ہماری اولاد نافرمانی کرنے کے بعد جب دوبارہ معافی مانگنے آتی ہے، توہم اس کو اتنی جلدی معاف نہیں کرتے،اس کو کچھ نہ کچھ لتاڑتے ہیں، تھوڑی بہت معمولی سزا، یاکچھ بے رُخی کا اظہار کرتے ہیں۔لیکن وہاں تو یہ سوال ہی نہیں ، جیسے ہی بندے نے توبہ کی،باری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تعالیٰ کی طرف سے فوراً عنایتوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ عجیب معاملہ ہے،یہ توہماری کوتاہی کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی مہربانیاں، اتنا لطف و کرم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اللہ سے دور رکھے ہوئے ہیں، یہی ہمارے لئے محرومی کی بات ہے،ورنہ وہاں توکوئی رکاوٹ ہے ہی نہیں،اس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہواہے۔اورپھر آپ اس دروازے پر جائیں گے تو وہاں کوئی ناراضی کااظہار نہیں کیا جائے گا۔آپ کو آپ کی سابقہ گناہوں پر لتاڑا نہیں جائے گا،شرم نہیں دلائی جائے گی، بلکہ وہاں تو خوشی کا اظہار کیا جائے گا۔

ایسے دروازے پر ہم کیوں نہ جائیں ؟

اورپھرکوئی آدمی اللہ کی طرف بڑھنے اور تعلق قائم کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے،اس کواتنے عمدہ الفاظ سے تعبیر کیاگیاہے۔نبیؐ کریم (ﷺ)اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو آدمی میری طرف ایک بالشت بڑھتاہے ،میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔گویا بندے کی طرف سے اگر ذراسی حرکت ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کھینچ لیا جاتا ہے۔

اورکوئی بندہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتاہےتومیں اس کی طرف چارہاتھ بڑھتاہوں۔ دونوں ہاتھوں کودائیں بائیں پھیلادوتووہ ’’باع‘‘کہلاتاہے،جو چار ہاتھ کا ہوتا ہے۔ایک ہاتھ کے دوبالشت ہوتے ہیں۔آپ اپنی کہنی سے ہاتھ کی بڑی انگلی تک ناپ لیجئے ، دو بالشت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوں گے۔اس طرح ایک باع کے آٹھ بالشت ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جوں جوں اس کی طرف سے حرکت میں تیزی آتی ہے،توں توں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی زیادہ بڑھ کر نوازا جاتا ہے۔

دیکھو!پہلے ایک بالشت کے جواب میں ایک ہاتھ یعنی ڈبل تھا۔اور یہاں ایک ہاتھ کے جواب میں ایک باع یعنی چارہاتھ کا تذکرہ ہے۔گویاپہلے کے بعد آپ آگے بڑھے تو وہاں اورزیادہ خوشی ہوئی۔اورجومیری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے قریب ہونے کے لئے جو طریقہ اختیار کرتا ہے، میں اس کے طریقہ کی کئی گنازیادہ پذیرائی کرتا ہوں۔

گویا بتلایاجارہاہے کہ آپ جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے، اور آگے بڑھیں گے ،اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے کئی گنازیادہ آپ کی پذیرائی ہوگی اور آپ کوقبول کیاجائے گا۔اس لیے بھائی!اب ایسے دروازے پر ہم کیوں نہ جائیں ؟ دنیا کے دروازے تو ایسے ہیں کہ کوئی بھی ہو، ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ جائیں گے تو ہمیں وہاں سے دھتکاردیاجائے گا کہ کیا باربارہمارے پاس آتا ہے؟کچھ کام ہے یا نہیں ؟ آپ کاکسی سے کیسا ہی تعلق و محبت والا معاملہ کیوں نہ ہو،آپ اس کے یہاں ایک مرتبہ، دو مرتبہ گئے،تو وہاں سے پھر معاملہ بے رُخی ،نفرت اور تحقیر کا ہوتا ہے، اور یہاں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی پذیرائی ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ حدیثِ قدسی ہے۔ اگر اسی ایک حدیث کو ہم بار بار سوچتے رہیں تو اسی میں ہماری زندگی کی ساری مشکلات کا حل موجود ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان رکھنے کے سلسلہ میں، اور پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے معاملہ میں مکمل رہنمائی موجود ہے۔

کسی کو موت نہ آئے مگر ...

حدیث ۴۴۱

وعن جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ): أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَقُولُ: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ۔

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔

افادات:- حدیثِ پاک میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: "مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ (بخاری شریف، ٦١٤٢)" جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ یعنی اگرچہ موت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے واسطہ ہے کہ موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے ملاقات کا مرحلہ آتا ہے،لیکن قدرتی طور پر آدمی کے دل میں موت سے ایک طرح کی دوری اور وحشت کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔تو یہ تو بڑا مشکل ہو جائے گا کہ ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے۔تو حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے،جب مؤمن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں آخرت کی طرف رُجحان کو بڑھا دیتے ہیں۔اس لئے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ موت کے قریب ان پر ایسے حالات ڈال دیئے جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کی طرف سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔یہ سب قدرت کا ایک نظام ہے یہاں حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ کسی کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔اور حدیث کی خبر ہے ،نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ مؤمن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی معاملہ کیا جاتا ہے کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اچھا گمان پیدا ہو ہی جاتا ہے۔

شیطانی حربہ کا توڑ

حدیث ۴۴۲

وعن أَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ (ﷺ) يَقُوْلُ: قَالَ اللہُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِيْ. يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ، غَفَرْتُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لَكَ وَلاَ أُبَالِي. يَاابْنَ آدَمَ ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لاَتُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.

ترجمہ:-حضرت اَنس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کوارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا، مجھ سے امید رکھے گا؛تو میں تجھے معاف کردوں گا، چاہے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کئے ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اے انسان!اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، تو میں تیرے گناہ کو معاف کردوں گااور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔اے انسان! اگر تو زمین بھر کر گناہ کرے اورپھر میرے یہاں اس حالت میں آئے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو مَیں زمین بھر مغفرت لے کر تیرے پاس آؤں گا۔

افادات:-یعنی بندہ یوں سوچتاہے کہ میرے اتنے بڑے بڑے گناہ ہیں ،میں نے اتنی ساری نافرمانیاں کی ہیں ؛بھلا میری کیسے مغفرت ہوسکتی ہے؟یہ دراصل شیطانی حربہ ہے۔ شیطان بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے اوراللہ تعالیٰ کی ذات سے بدگمان کرنے کے لئےایسی بات دل میں ڈالتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے گناہ میں نے کئے ہیں ،اب میری کیسے مغفرت ہوسکتی ہے ؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دریائے رحمت کا کیا عالم ہوگا!

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت حکیم الامت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اجل خلفاء میں سے گزرے ہیں۔ کراچی میں رہتے تھے۔انہوں نے بڑی عجیب و غریب مثال دی ہے۔جیسے کراچی ساحل سمندر پر واقع ہے اسی طرح بمبئی بھی ساحل سمندر پر ہے،اس لئے ہم بمبئی کی مثال لیتے ہیں۔بمبئی اتنابڑا شہر ہے کہ جس میں لاکھوں آدمی آباد ہیں،ان لاکھوں آدمیوں کا پیشاب پاخانہ اورساری نجاستیں گٹر کے ذریعہ سمندر کے اندر پہنچتی ہیں؛تولاکھوں انسانوں کی ساری نجاستوں کی وجہ سے کیاوہ سمندر نا پاک ہوگیا؟ نہیں،بلکہ سمندر کی ایک موج آئے گی توان لاکھوں انسانوں کی ساری نجاستوں کو ختم کر دے گی۔دنیا کا ایک سمندر تو دوسرے سمندروں کا معمولی سا حصہ ہوتاہے،اس سمندر کی ایک معمولی سی موج لاکھوں انسانوں کے پیشاب پاخانہ کی نجاست کوختم کرنے کے لئے کافی ہے،اورلاکھوں انسانوں کا پیشاب پاخانہ سمندر کی ایک موج پر بھی غالب نہیں آسکتا، تو پھرباری تعالیٰ کے دریائے رحمت کا کیا عالم ہوگا!

مایوسی دور کرنے کا طریقہ

آدمی کو یہ سوچناہی نہیں چاہیے کہ میرے اتنے بڑے بڑے گناہ ہیں ، میرا کیا ہوگا،یہ مایوسی والی بات ہوتی ہے، شیطان اس طرح انسان کے دل میں مایوسی پیدا کرکے اس کو

اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے موقعہ پر نبیٔ کریم (ﷺ) کے ان ارشادات کو آدمی پڑھے اورسوچے تواس سے دل کی مایوسی دور ہوتی ہے۔اور اللہ والے جو نبیٔ کریم (ﷺ) کی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں ان سے ملیں ،تو ان کی زبان سے ایسی چیزیں سننے کوملیں گی۔یہ مایوسی جوپیدا ہوتی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ)کے ان ارشادات سے اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت ہوتی ہے۔اگر واقفیت ہوتی ہے توپھر ایسی نوبت نہیں آتی۔

گویایہ بڑی امیدوالی بات ہے۔اصل تو یہاں باب کا جوعنوان تھا اس سے تعلق رکھنے والی بات شروع کا وہ جملہ ہے:"إِنَّكَ مَادَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ" آدمی جتنا اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے گااور اللہ تعالیٰ سے جیسی امید رکھے گا،اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مغفرت کی جائے گی اورگناہ معاف ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْجَمْعُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ

خوف اور امید کو جمع کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أما بعد:-

اعلم أَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِيْ حَالِ صِحَّتِهِ أَنْ يَكُوْنَ خَائِفًا رَاجِيًا ,وَيَكُوْنَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ سَوَاءً. وَفِيْ حَالِ الْمَرَضِ يُمَحَّضُ الرَّجَاءُ. وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

قَالَ اللّٰه تعالىٰ: (فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ) [الاعراف: ٩٩]

وقَالَ تَعَالىٰ: (إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ) [يوسف: ٨٧]

وقَالَ تعالىٰ: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) [آل عمران: ١٠٦]

وقَالَ تعالىٰ: (إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ) [الاعراف: ١٦٦]

وقَالَ تعالىٰ: (إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ) [الانفطار: ١٣، ١٤]

وقَالَ تعالىٰ: فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ) [القارعة ٦۔٩]

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والآیات فِیْ ھٰذَا الْمَعْنٰی کَثِیْرۃٌ. فَیَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِیْ آیَتَیْنِ مُقْتَرِنَتَیْنِ أَوْ آیات أَوْ آیۃ.

دو بازو

علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ)اس باب میں بتلاناچاہتے ہیں کہ خوف اور رجاء ؛یہ دونوں حالتیں اور کیفیتیں بیک وقت بندے کے دل میں ہونی چاہئیں ،حضراتِ صوفیہ فرماتےہیں کہ یہ دو بازو ہیں جن کے ذریعہ سے بندہ دین میں پروازاورترقی کرتاہے۔آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے، اوراللہ تعالیٰ کی رحمت کاامیدوار بھی رہے۔اور یہ دونوں کیفیتیں ہونی چاہئیں ،اسی بات کوبتلانے کے لیے انہوں نے یہ عنوان قائم کیاہے۔

تین زمانے؛ تین حالتیں

ایک چیز رجاء اورامیدہے،اوردوسری چیز خوف ہے۔آدمی کو جو پسندیدہ اور ناپسندیدہ، محبوب اورمکروہ احوال پیش آتے ہیں ،وہ زمانہ کے اعتبار سے اپنے وجودکی وجہ سے تین حالتوں پر منقسم ہیں۔(۱)یاتووہ فی الحال موجودہیں (۲)یازمانۂ ماضی میں وہ حالت اور کیفیت رہی تھی(۳)یاوہ حالت اور کیفیت ایسی ہے جس کازمانۂ مستقبل کے اندرپیش آنے کاانتظار اورتوقع ہے۔اب اگروہ کیفیت زمانۂ ماضی میں رہی تھی،اورآدمی کادل اُس گزری ہوئی حالت اور کیفیت کا تصورکررہاہے؛تواسی کوتذکراوریادسے تعبیرکرتے ہیں۔پچھلے زمانے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یادیں ہیں، چاہے وہ اچھی ہوں یا بری، وہ حالات جو گزر چکے ہیں، انکے متعلق جب خیال آتا ہے، اور دل ان میں مشغول ہوتا ہے؛ اسی کو تذکر اور گزشتہ کی یادوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور اگر وہ حالت اور کیفیت ایسی ہے جو اِسی وقت پائی جارہی ہے؛ تو اسی کو وجدان، ادراک وشعور سے تعبیر کرتے ہیں۔ جن حالات سے بندہ گزر رہا ہے اس کا دل اس کو محسوس کررہاہے، اور اِسی وقت یہ حالت پائی جارہی ہے؛ اس لیے اس کو وجدان اور ادراک کہتے ہیں

اور اگر وہ حالت ایسی ہے جس کی مستقبل میں پیش آنے کی توقع اور امید ہے، مستقبل میں پائے جانے کا انتظار ہے، تو اب اگر وہ حالت ناپسندیدہ ہے جس کے انتظار کی وجہ سے دل تکلیف کی کیفیت محسوس کررہاہے؛ تو اسی کو خوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر وہ حالت اور کیفیت -جو مستقبل سے تعلق رکھتی ہے- ایسی ہے جس کے تصور سے، اور جس کو سوچ کر دل مسرت اور راحت کی کیفیت محسوس کررہاہے؛ تو اسی کو رجاء اور امید سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا زمانۂ مستقبل میں پیش آنے والی مرغوب و پسندیدہ حالت کے خیال وتصور سے دل میں ایک طرح کی راحت اور لذت کی کیفیت محسوس ہوتی ہے؛ اسی کو رجاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امید اور دھوکہ ۔ فرق اور مثالیں

البتہ حالات اسباب کے تابع ہوتے ہیں اوراسباب کے نتیجہ میں ہی وجود میں آتے ہیں،تواس حالت کے وجود میں آنے کے لیےاسباب کے درجے میں جوچیزیں مطلوب ہیں ، اگر آدمی نے ان اسباب کوانجام دیا ہے،اور پھر مستقبل میں پسندیدہ اور مرغوب حالت کا اس کو انتظاراور توقع ہے ؛تو یہ حقیقی رجاء ہوئی۔اوراگراس کو پسندیدہ حالت کے پائے جانے کا انتظارتو ہے لیکن اس کے وجود میں لانے کے لیے قدرت کی طرف سے خارجی اعتبار سے جو اسباب مقررکئے گئے ہیں ،ان اسباب کوانجام نہیں دیا ہے،اور پھر مستقبل میں پسندیدہ اور مرغوب حالت کااس کو انتظاراور توقع ہے؛تواس کو بجائے رجاوامید کے غروراوردھوکے سے تعبیر کرتے ہیں۔

جیسے آدمی کے پاس زمین ہے،اس میں اس نے ہل چلایا،بیج ڈالا، پانی پلایا، اور کھیتی کو نقصان سے بچانے والی چیزوں سے حفاظت کاانتظام کیا،اورایک انسان کوزمین سے فائدہ اٹھانے کے لیےجوجواسباب وجودمیں لانے چاہئیں وہ سب کرڈالے ، پھر قدرت پر چھوڑا، اس کےبعد وہ آدمی اس بات کی تمنااور خیال کرے کہ مجھے اس زمین سے پیداوار حاصل ہوگی؛تواس کورجاء اورامید کہیں گے اوراگراس نے نہ ہل چلایا،نہ بیج ڈالا، نہ پانی پلایااورنہ کچھ کیا۔اورجب موسم وسیزن آرہاہےاورلوگ اپنےکھیتوں اورزمینوں سے پیداوارکی امیدلگائے بیٹھے ہیں،تو یہ بھی امیدلگاتاہےتو اس کودھوکےسے تعبیرکریں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

امتحان کا زمانہ ہے،ایک طالب علم نے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ، سبق کی حاضری،اس کے بعد کی محنت؛اول سے اخیر تک سارے اسباب پوری توجہ سے انجام دیئے،اور پھر امتحان دیا،اوراب یہ امید رکھتا ہے کہ میں کامیابی حاصل کروں گا؛ تواس کو رجاء کہیں گے۔ لیکن کسی طالب علم نے کیا کچھ نہیں ہے اور کامیابی کی امید لگاتا ہے؛تواس کو غروراوردھوکہ کہیں گے۔

اوراگراس چیز کے پائے جانے کے اسباب نہ معلوم ہیں اورنہ معدوم ہیں ،تو اس کو تمنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہر حال!خوف اوررجاء اسی وقت کہاجائے گاجبکہ دونوں پہلواس اندازپر ہوں کہ دونوں کے پائے جانے کی توقع وامید ہو۔اورجو چیز آئندہ پیش آنے والی ہے وہ یقینی ہے؛ تواس کو رجاء اورخوف سے تعبیرنہیں کریں گے۔جیسے صبح میں سورج طلوع ہونے والا ہے، تو اب یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے صبح سورج کے طلوع ہونے کی امید ہے۔شام کوسورج غروب ہونے والاہے تویوں نہیں کہیں گے کہ مجھے شام کوسورج کے غروب ہونے کا اندیشہ ہے۔ہاں !بارش ایسی چیز ہے کہ ہوسکتاہے کہ برسے اورہوسکتاہے کہ نہ برسے، تو اس کے متعلق حالات کودیکھ کریہ کہہ سکتے ہیں کہ بارش کے ہونے کی امیدہے، یا نہ ہونے کااندیشہ ہے۔بتلانایہ چاہتاہوں کہ جہاں دونوں پہلوپائے جاتے ہیں ، وہاں خوف ورجاء کہاجاسکتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تورجاء کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی پسندیدہ اور مرغوب حالات یا امر کے مستقبل میں پائے جانے کا انتظار اور توقع ہو، اس کے لیے اسباب کو انجام دینے کا نام رجاء ہے۔ اب اگر کوئی آدمی ایمان بھی لایا، اعمالِ صالحہ کا اہتمام بھی کررہا ہے، گناہوں سے بھی بچ رہا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کریں گے اور جنت عطا کریں گے؛ تو اس کو رجاء کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر یہ سب نہیں کررہا ہے، تو پھر اس کو غرور اور دھوکے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور خوف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر پکڑیں گے۔

خوف اور امید یکساں ضروری

تو یہ دونوں کیفیتیں ضروری ہیں: أَلْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ ان دونوں کے بیچ بیچ کی کیفیت کا نام ایمان ہے۔ اس لیے اگر کوئی آدمی صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نگاہ کرتے ہوئے بالکل نڈر ہو جائے تو وہ مؤمن نہیں، یا اس پر خوف اتنا غالب آ گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تو یہ بھی ایمان نہیں۔ ایمان ان دونوں کے بیچ کی کیفیت ہے۔ دونوں چیزیں ہونا ضروری ہے، اور یہ دونوں کیفیتیں یکساں پائی جانی چاہئیں۔

اور بعض حضرات نے اس میں تفصیل بیان کی ہے کہ آدمی کا جیسا مزاج ہو، اس کے مطابق حکم لگائیں گے۔ جیسے روٹی بھی ہے اور پانی بھی ہے، اب ان دونوں میں سے کیا چیز ضروری ہے؟ تو اگر کسی آدمی پر بھوک غالب ہے، پیاس نہیں لگی ہے تو اس کے لیے کہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گے کہ روٹی کی ضرورت ہے، پانی کی نہیں۔ اور دوسرا آدمی ہے جس کو بھوک نہیں لگی ہے لیکن پیاس غالب ہے، تو کہیں گے کہ اس کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی آدمی کے لیے دونوں باتیں یکساں ہیں کہ بھوک بھی لگی ہے اور پیاس بھی لگی ہے، تو کہیں گے کہ اس کو دونوں کی ضرورت ہے۔ بہر حال! سامنے والے کا جیسا جیسا حال ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

یہاں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: آدمی کی تندرستی کے زمانہ میں دونوں باتیں پائی جانی چاہئیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی ہو، اور اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب و پکڑ سے ڈرتا بھی ہو، گویا خوف اور امید کی کیفیت برابر برابر ہو۔ البتہ زندگی کے جو آخری ایام ہوتے ہیں، بیماری اور مرض الموت میں امید کو غالب کرنا چاہیے۔ ویسے اگر اس وقت بھی دونوں کیفیتیں پائی جاتی ہوں تو اس کے لیے کارآمد ہے، جیسا کہ روایتوں میں ہے کہ ایک آدمی بیمار تھا، مرض الوفات میں تھا نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈر رہا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اس حالت میں آدمی اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرمادیتے ہیں، اور جس سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس چیز سے حفاظت فرماتے ہیں۔ (سنن ترمذی، ۹۸۳۔ ابن ماجہ، کتاب الزہد، ۴۲۶۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ" شریعت کے قواعد اور قرآن وحدیث کے نصوص اس سلسلہ میں بہت زیادہ ہیں، چناں چہ قرآنِ پاک میں عام طور پر دونوں چیزوں کو ساتھ ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، یا کہیں دونوں طرح کی آیتیں یکے بعد دیگرے لاتے ہیں، اور کہیں ایک ہی آیت میں دونوں کو ذکر کرتے ہیں۔

چناں چہ باری تعالیٰ کا ارشاد لائے: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے جو بے خوف ہو جائیں وہ وہی لوگ ہیں جو گھاٹے اور خسارے والے ہیں۔ یہ ایمان کے منافی حالت ہے۔

اور دوسری آیت لائے: ﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ اللہ کی رحمت سے وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

دیکھو! پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہونے والوں کا تذکرہ تھا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔ گویا دونوں چیزیں ہونی چاہئیں۔

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ یہاں ایک ہی آیت میں دونوں حالتیں بیان کی گئی ہیں، جو کامیاب ہیں ان کے چہرے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفید اور روشن ہوں گے۔ اور جو ناکام ہیں ان کے چہرے اللہ تعالیٰ کے یہاں سیاہ ہوں گے۔ ان دونوں حالتوں کا استحضار رہنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾اس ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ تیرا رب بہت تیزی کے ساتھ سزا دینے والا ہے، اور وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، مہربان بھی ہے۔

﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ جس کے اعمال کے ترازو نیکیوں کی وجہ سے وزنی ہو جائیں گے، وہ پسندیدہ زندگی میں جنت میں رہیں گے، اور جس کے نیکیوں کے ترازو ہلکے رہیں گے، اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔ ہاویہ سے جہنم مراد ہے۔

اب اس سلسلہ میں تین روایتیں پیش کرتے ہیں۔

امید و خوف؛ معتدل تعلیم

حدیث ۴۴۳

وعن أبي هريرة (رضي الله عنه): أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلى الله عليه وسلم) قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ؛ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ۔ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے یہاں سزا کیسی سخت ہے ؛ اگر ایمان والے کو اس کا پتہ چل جائے تو اس کی جنت کی کسی کو امید نہ رہے (یعنی جنت سے سب مایوس ہو جائیں) اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رحمت کتنی زیادہ ہے؛ اس کا اگر کافر کو پتہ چل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ رہے(یعنی اس کو بھی جنت کی امید ہو جائے کہ میں بھی جنت میں چلا جاؤں گا۔)

افادات:-حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا مقولہ مشہور ہے: اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سب لوگ جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے؛ تو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ایک میں ہی ہوؤں گا۔ اور یہ اعلان ہو جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ایک کے؛ تو مجھے ڈر ہے وہ محروم میں ہی نہ ہوؤں۔ اعتدال کا تقاضہ یہی ہے۔ ویسے خوف کے مقابلہ میں امید والی روایتیں زیادہ آئی ہیں۔

اُمتِ محمدیہ کی سزا

روایتوں میں ہے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میری امت کی عذاب وسزا زلزلے اور فتنے ہیں(المعجم الکبیر للطبرانی،۱۵۹۲) دنیا کے اندر یہ جو خطرناک حالات پیش آتے ہیں زلزلے آتے ہیں، آدمی پریشانیوں، مصیبتوں اور فتنوں سے گزرتا ہے، وہی اس کے لیے اعمالِ بد کی سزا ہو جاتی ہے، پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو سزا نہیں دیں گے۔

بڑوں کی باتیں

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جس کے گناہ کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت سے بعید ہے کہ آخرت میں اس کے گناہ کو نہ چھپائے۔ اور جس کو دنیا میں گناہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر سزا دی ہے تو اللہ تعالیٰ کے عدل سے بعید ہے کہ اس کو دوبارہ سزا دے (سنن ترمذی، ۲۶۲۶) حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا حساب وکتاب میرے ماں باپ کے بجائے اللہ تعالیٰ لے؛ اس لیے کہ وہ میرے ماں باپ سے زیادہ میرے اوپر رحم کرنے والا ہے (احیاء العلوم ۴/۱۵۹) ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے بھی چھپا لیتے ہیں، تاکہ فرشتوں کی نگاہ میں نہ آوے، ورنہ کل قیامت میں وہ گواہی دیں گے۔ اگر وہ دیکھ لیں تو ان کو گواہی دینی ہی ہے، اس لیے ان سے بھی اللہ تعالیٰ چھپاتے ہیں۔

سفید جسم میں ایک کالا بال

بخاری شریف میں روایت ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا توشہ اور اس کی رسد نکالو۔ وہ پوچھیں گے کہ کتنی؟ تو ایک روایت میں ہے کہ سو میں سے ننانوے، اور دوسری روایت میں ہے کہ ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ سن کر حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) لرز گئے، اور ان کے اوپر مایوسی کی کیفیت طاری ہوگئی، سب کے سر جھک گئے، کوئی سر اُٹھانے کے لیے تیار نہیں، اور سب رونے لگے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں جائیں گے تو پھر کون بچے گا؟ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں کفار کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کی تعداد ایسی ہے جیسے سفید بیل کے جسم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں ایک کالا بال، یا کالے بیل کے جسم میں ایک سفید بال(بخاری شریف۔۶۵۲۹/۶۵۳۰)

چناں چہ ہم دیکھیں گے کہ ہر زمانہ میں اہلِ ایمان کے مقابلہ میں اہلِ کفر کی تعداد زیادہ رہی ہے۔

اہلِ ایمان کا فدیہ

اسی لیے بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ قیامت کے روز اہلِ ایمان میں سے ہر ایک کو کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی مشرک حوالے کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو پکڑو، اور اپنے فدیہ کے طور پر جہنم میں ڈالو کہ اے اللہ! میں اپنی جگہ پر اس کو جہنم میں دیتا ہوں۔(احیاء العلوم۔۴/۱۵۵)

اُمید آفزا روایتیں

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم زمین بھر کر گناہ لے کر آؤ، میں تمہارے ساتھ زمین بھر کر مغفرت لے کر پیش آؤں گا۔ (احیاء العلوم۔۴/۱۵۶)

روایتوں میں آتا ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے، اور پھر اپنے گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو باری تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرا کوئی رب ہے جو میرے گناہ کو معاف کرتا ہے اور میری گرفت کرسکتا ہے؛ تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے گناہ کو معاف کر دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اگر شرک سے پاک ہو کر آؤ گے، تو کچھ بھی کر کے آؤ، میں تمھیں جنت میں ہی بھیجوں گا، جہنم میں نہیں بھیجوں گا۔

پھر میں آپ کو رسوا نہیں کروں گا

ایک روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) سے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ کل قیامت کو مَیں آپ کی اُمت کا حساب آپ کے حوالے کروں گا، تو نبیٔ کریم (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے اللہ! آپ مجھ سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہیں، آپ ہی حساب لیں، مَیں نہیں لوں گا۔ تو اس پر باری تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر مَیں آپ کو رسوا نہیں کروں گا۔ قرآنِ پاک میں بھی ہے:﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾اس آیت کی تفسیر میں ابن ابی الدنیا نے یہ روایت بیان کی ہے (تفسیر البحر المحیط، سورۂ تحریم)

سب سے زیادہ اُمید والی آیت

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ کے بارے میں امام باقر ابو جعفر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ تم لوگ یوں سمجھتے ہو کہ قرآنِ کریم میں سب سے زیادہ اُمید والی آیت﴿إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ہے، لیکن ہم اہلِ بیت کے نزدیک سب سے زیادہ اُمید والی آیت ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ہے، اس لیے کہ جب تک پوری اُمت کو بخشا نہ جائے گا، وہاں تک اللہ کے نبی (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) راضی نہیں ہوں گے۔ (تفسیر روح المعانی، سورۃ الضحیٰ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسی لیے کہا گیا ہے کہ رحمت والی آیتیں اور روایتیں سزا والی آیتوں اور روایتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں ، اس طرح کی روایتیں اور آثار ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید رکھنی چاہیے۔

اگر انسان سن لے

حدیث ۴۴۴

وعن أبي سعيد ن الخدريّ(رضی اللہ عنہ)أنَّ رَسُولَ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ واحْتَمَلَهَاالنَّاسُ أَوِالرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ،فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَصَالِحَةٍ قَالَتْ:يَاوَيْلَهَا!أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانُ.وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ.(رواه البخاری)

ترجمہ:-حضرت ابو سعید خدری(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے (یعنی میت کو چارپائی پر رکھ کر قبرستان لے جانے کے لیے باہر لایا جاتا ہے)اور لوگ اس کو اپنی گردنوں اور کندھوں پر اُٹھاتے ہیں تو اگر مرنے والا نیک ہوتا ہے تو وہ ان لوگوں سے کہتا ہے " قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي"مجھے جلدی سے لے چلو،مجھے جلدی سے لے چلو۔ اور اگر مرنے والا نیک نہیں ہوتا تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس!تم لوگ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ جب مردہ یہ بات بولتا ہے تو اس کی اس بات کو انسان کے علاوہ سب سنتے ہیں ،اگر انسان سن لے تو وہ بے ہوش ہوجائے۔

اس روایت میں رجاء اور خوف دونوں کو بتلانا چاہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب

حدیث ۴۴۵

وعن أبي مسعود(رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، والنَّارُ مِثْلُ ذَٰلِكَ.(رواه البخاري)

ترجمہ:-حضرت ابو مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیِٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت آدمی کے جوتے کے تسمے زیادہ اس سے قریب ہے ،اسی طریقہ سے جہنم بھی۔

افادات:- آدمی جو چپل پہنتا ہے تو اس کی پٹّی جسم سے بالکل لگی ہوئی ہوتی ہے، تو جنت اس سے بھی زیادہ قریب ہے،اس لیے کہ جنت آدمی کے اعمال کی وجہ سے ہے، اور اعمال تو اس کے اندر ہی موجود ہیں۔اگر اچھے اعمال ہیں تو وہ جنت کا حقدار ہے اور برے اعمال ہیں تو جہنمی ہے۔اس روایت میں بھی جنت اور جہنم دونوں کو ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے، اس لیے اس روایت کو بھی اس باب میں پیش کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فضل البکآء من خشیۃ اللہ تعالیٰ وشوقاً الیہ

اللہ تعالیٰ کی خشیت

اور

اس کی محبت میں رونے کی فضیلت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۴ر شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ۲۲ جنوری ۲۰۰۰ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أما بعد:-

یہ اہل اللہ کی عادت رہی ہے

نیا عنوان قائم کیا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کی خشیت وخوف اور اس کی محبت میں رونا۔ پہلے ابواب میں اللہ تعالیٰ کے خوف کا تذکرہ کیا تھا، اب اس کا ایک لازمی نتیجہ کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی خوف وخشیت ہوتی ہے، اس سے کیا اثر مرتب ہوتا ہے، اور اس کی فضیلت بھی بتلانا چاہتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی خشیت اور خوف جس کے دل میں ہوگا وہ یقینا اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے روئے گا، اس صفتِ خشیت کا ظہور رونے کی شکل میں ہوگا اور یہ بھی مطلوب ہے۔ اللہ کے خوف سے رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت اور اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔ جتنے بھی اللہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے مقبول بندے گزرے ہیں، حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام)، حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)، اور ان کے بعد جتنے بھی اولیاء اللہ گزرے ہیں ان کی ایک خاص صفت اور عادت یہ بھی رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے رہتے تھے۔ بعض حضرات وہ تھے جن کا رونا لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا تھا۔ اور بعض ایسے تھے جو اس کو بھی چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔

اس کے بعد وہ نہیں ہنسے

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے نقل کیا ہے، اور مسند احمد میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) سے پوچھا: کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل (علیہ السلام) کو کبھی بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے، تب سے وہ کبھی نہیں ہنسے۔

اور یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ فرشتوں کی ایک بڑی جماعت ایسی ہے جو کبھی نہیں ہنسی، صرف روتی ہی رہتی ہے، اس ڈر سے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر ہمیں جہنم میں نہ ڈال دے۔ (احیاء العلوم۔ ۴/۱۹۱)

حضراتِ انبیاء کی کیفیتِ خشیت

مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی تفسیر میں تذکرہ کیا ہے اور امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس کو ذکر کیا ہے، حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو اُن کے سینے میں سے ہانڈی میں سے جیسی آواز آتی ہے ایسی آواز آتی تھی اور وہ آواز ایک میل دور سے سنائی دیتی تھی (احیاء العلوم،۴/۱۹۱)

خود نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال ایسا تھا کہ آپ کے سینے میں سے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی وجہ سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے ہانڈی کو چولہے پر رکھنے اس کے پکنے اور اس میں جوش آنے سے نکلتی ہے (شمائل ترمذی، صفحہ ۲۱) حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا مقام دیا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق جو چیزیں وہ جانتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کا ان کو ایسا استحضار رہتا تھا کہ وہ ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔ اگرچہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان بھی دلایا جاتا ہے، لیکن (پہلے بھی میں ایک مرتبہ بتلا چکا ہوں کہ) اس ڈر کے سامنے وہ اطمینان اس وقت غائب ہوجاتا ہے اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے، اور وہ ڈر ایسا مسلط ہوتا ہے کہ ان پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

جو عالم اللہ کے خوف سے روتا نہ ہو...

نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: "وَاللهِ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللهِ وَأَخْشَاكُمْ لَهُ" اللہ کی قسم! میں تم لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں (المسند الجامع) تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ خوف وخشیت بھی میرے اندر ہو۔ اسی لئے قرآن کریم میں کہا ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ اللہ تعالیٰ کی خشیت اگر مخلوق کے کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طبقہ میں سب سے زیادہ ہے تو وہ علماء کے اندر ہے یعنی وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے پورے طورپر واقف ہیں، ظاہرہے کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اوراس کی خشیت زیادہ ہوگی۔

حضرت سعید(رحمۃ اللہ علیہ) کا مقولہ صاحب ِروح المعانی نے نقل کیا ہے کہ جو عالم اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا نہ ہو،اس کا علم اس کے حق میں نافع نہیں۔اور صاحب ِروح فرماتے ہیں کہ علماء کی شان یہ ہے کہ اللہ کے خوف سے روتے رہیں۔ حقیقی معنی میں علم اس کے دل میں آیاہوا اسی وقت سمجھا جائے گا جب کہ وہ اللہ کے خوف سے روتا رہتاہو۔

صدیقِ اکبر کا خوفِ خدا

حضرت ابو بکر صدیق(رضی اللہ عنہ) کے متعلق روایتوں میں موجود ہے،اورآپ نے فضائل کی کتابوں میں سنا بھی ہوگا کہ وہ پرندے کو دیکھ کر خطاب کرتے تھے:"لَيۡتَنِيۡ مِثۡلُكَ يَاطَائِرُ, وَلَمۡ أَكُنۡ بَشَراً"(احیاء العلوم،۴/۱۹۳)اے پرندے !کاش کہ میں تیری طرح ایک پرندہ ہوتا انسان نہ ہوتا۔اس لئے کہ اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ۔کل کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو کوئی جواب نہیں دینا،ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے مکلّف نہیں بنایاہے،کل کو ان کا حساب کتاب نہیں ہے،اورہمیں تو اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔گویا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے ڈر سے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) یہ جملہ کہا کرتے تھے ،حالاں کہ یہ وہ شخصیت ہے جو انبیاء کرام کے گروہ کے بعد مخلوق میں سب سے زیادہ افضل ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جن کو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنت کی بشارت سنائی ، بلکہ یہ ہے کہ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنت کے دروازوں کا تذکرہ کیا کہ آٹھ دروازے ہیں اور فلاں دروازے سے فلاں طبقہ کو داخلہ ملے گا۔کسی نے پوچھا کہ کوئی ایسا بھی ہے جس کو ہر دروازے سے پکارا جائے؟تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:ہاں!ابو بکر ایسے ہیں (ترمذی شریف ، ۲۲۳۸) ان کو زبانِ نبوت سے یہ بشارت ملی ہوئی ہے،اورآپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کو صدیق سے بڑھ کر ماننے والا اور کون ہو سکتا ہے!لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کا یہ حال تھا کہ پرندے کو خطاب کرکے وہ کہا کرتے تھے: کاش! میں تیری طرح ایک پرندہ ہوتا ،انسان نہ ہوتا۔

فاروقِ اعظم کا حال

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق لکھا ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت سن کر کبھی بے ہوش ہو جاتے اور ایسے بیمار ہو جاتے تھے کہ کئی روز تک ان کی عیادت کرنی پڑتی تھی۔

اور کبھی کبھی تنکے کو اُٹھا کر یوں کہتے تھے: کاش کہ میں تنکا ہوتا۔

کبھی فرماتے:"لَيْتَنِي كُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا" کاش کہ میں بھولا بسرا ہوتا۔

کبھی فرماتے:"لَيْتَنِي لَمْ أَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوراً" کاش! میں ایسی چیز ہوتا جو پیدا نہیں ہوتی جس کا کوئی تذکرہ نہ ہوتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کبھی یوں فرماتے: "لَيْتَنِي لَمْ تَلِدْنِي أُمِّي" کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ رونے کی وجہ سے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے رخسار کے اوپر نالیوں کے دو نشان پڑ گئے تھے ، یہ ان کی خشیت کا عالم تھا۔ (احیاء العلوم، ۴/۱۹۳)

دیگر صحابہ کی کیفیت

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نقل کیا جاتا ہے، وہ فرماتے تھے: کاش مرنے کے بعد میں دوبارہ پیدا کیا نہ جاتا۔ اس لئے کہ پیدا ہونے کے بعد جواب دینا ہے، یہ کہہ کر روتے رہتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) اور حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، جلا دیا جاتا اور انسانوں کے کام آجاتا (احیاء العلوم، ۴/۱۹۳) یہ وہ حضرات ہیں جن کو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے اندر جنت کی بشارتیں سنائی اس کے باوجود جو خشیت ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی تھی اس کے نتیجے میں یہ چیزیں ظاہر ہوتی تھیں۔

خشیت کیسے حاصل ہو؟

یہاں امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی چیز کو بتلانا چاہتے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو حاصل کرنے کی ہے۔ دیکھو! قرآنِ پاک کے اندر خشیت کا تذکرہ تو ہے، اور خشیت کا معنیٰ بھی ہم لغت کے اعتبار سے سمجھتے ہیں، لیکن خشیت کیا چیز ہے؟ اور کیسے حاصل کی جائے گی؟ اور جتنی بھی قلبی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صفات کا تذکرہ آتا ہے، جیسے تواضع، شکر، صبر اوراخلاص وغیرہ ان کے معنیٰ لغت کے اعتبار سے ہم جانتے ہیں اوران کے اوپر تفصیلی بیان بھی کرسکتے ہیں، لیکن ان صفات کا حصول ان کتابوں سے نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہے کہ ان صفات کے جوحاملین ہیں ان کی صحبت اختیارکی جائے،اس کے نتیجے میں ہی یہ ساری چیزیں حاصل ہوں گی۔نبیٔ کریم(ﷺ) کی صحبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ صفات حاصل کیں،اور ان سے سلسلہ بہ سلسلہ یہ صفات آگے والوں نے حاصل کیں۔یہی وہ چیزیں ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے صحبتوں کواختیار کیاجاتا ہے،جب آدمی اہلِ خشیت کی صحبت میں بیٹھے گا؛ تب یہ چیز حاصل ہوگی۔

کثرت سے رونے والے دوبزرگ

حضرت شیخ مولانامحمدزکریاصاحب (نوراللہ مرقدہٗ)کو مجلس کے اندر دیکھا کہ کبھی ایسی کوئی بات کاتذکرہ آتاتواچانک ایک کیفیت طاری ہوجاتی تھی، جھٹکےمیں پورابدن بھاری ہوجاتا، بڑی قوت کےساتھ اپنی اس کیفیت کو دبانےکی کوشش فرماتے تھے۔حضرت شیخ(رحمۃ اللہ علیہ) نے”اکابر کارمضان“میں لکھاہےاورحضرت کی زبان سےمیں نے بھی بارہاسنا کہ ویسے توتمام اللہ والوں کی اللہ تعالیٰ کےسامنے رونے کی عادت ہوتی ہے،لیکن میرےوالدحضرت مولانا یحییٰ صاحب(رحمۃ اللہ علیہ)اور شیخ الاسلام حضرت مولاناحسین احمد مدنی(رحمۃ اللہ علیہ) کوجتنی کثرت سے راتوں کو روتے ہوئے دیکھا،ویساکسی کو نہیں دیکھا۔وہ ایسے روتے تھے جیسے کسی بچے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استاذ پٹائی کر رہا ہو اور وہ روتا ہے۔ایسے بلبلا کر روتے تھے کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا اور دیر تک اسی طرح روتے رہتے تھے۔

اور حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق سنا کہ روتے ہوئے فارسی کا ایک شعر پڑھا کرتے تھے:-

چہ بودے کہ دوزخ زمَن پُر شُدے مگر دیگراں را رہائی شُدے

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! جن لوگوں کو تو جہنم میں بھیجنا چاہتا ہے ان کی جگہ پر اگر تو مجھے عذاب دے کر اُن کو بچالے؛ تو یہ میری سعادت کی بات ہے۔بہر حال! یہ چیز بھی مطلوب ہے، اس کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ اہم چیز ہے

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے آیت پیش کی ہے: ﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعاً﴾ اس آیت سے پہلے اہلِ کتاب میں جو مخلصین اہلِ علم تھے جو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی ان کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سنتے ہیں تو وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور اس سے ان کے خشوع ،اللہ سے ڈرنے اور گڑگڑانے میں اضافہ ہوجاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روتے رہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ.وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ﴾ قرآنِ پاک کی آیت کو سن کر تم انکار کے طور پر تعجب کرتے ہو، اور تم ہنستے ہو، روتے نہیں ؟

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سن کر رونا؛ یہ اللہ والوں کی شان ہے۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب(رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق لکھاہے کہ رات کو بے چینی سے کروٹ لیتے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے، اہلیہ نے پوچھا: کیا بات ہے ؟ کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اور دو آنکھیں اللہ کے خوف سے رونے والی ہو جائیں۔

تو یہ بہت ضروری اور اہم چیز ہے، اس پر امام(رحمۃ اللہ علیہ) نے چند روایتیں پیش کی ہیں۔

آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے

حدیث ۴۴۶

وعن ابن مسعود(رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ(صلی اللہ علیہ وسلم): اقرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ . قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؛ قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ. فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ، حَتَّى جِئْتُ إِلَى هٰذِهِ الآيَة: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا[النسآء:۴۱] قَالَ: حَسْبُكَ الآنَ. فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! مَیں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالاں کہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے؟حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایاکہ مَیں دوسرے سے سننا چاہتاہوں۔تو مَیں نے آپ کے سامنے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی،یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ (جس کا ترجمہ ہے کہ) اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت کے لئے ایک گواہ بلائیں گے اوراے نبی!ہم آپ کوان تمام پر گواہ کے طورپر لائیں گے۔تونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا:بس کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آپ کے یہ فرمانے پر میں خاموش ہوگیا۔اس کے بعد میں نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا،توآپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

افادات:-نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآنِ پاک سننے کی فرمائش کرکے گویا یہ بتلانا چاہتے تھے کہ کبھی آدمی کودوسرے کی زبان سے بھی سنناچاہیے۔علماء نے لکھا ہے کہ خود پڑھنے کے مقابلہ میں دوسرے سے سننے میں آدمی کوغوروفکراورتدبرکاموقعہ زیادہ ملتاہےاس لئے کہ خودپڑھنے میں الفاظ کواپنی زبان سے اداکرنے ہیں،ذہن کواس کی طرف متوجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے،اوردوسرے سے سننے کی صورت میں جوتدبر اور غوروفکر ہوگا خود پڑھنے میں اس درجہ کانہیں ہوگا۔گویا نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)اُمت میں یہ طریقہ بھی جاری کرنا چاہتے تھے، اس لئے آپ نے ان سے سننے کی فرمائش کی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"حَسْبُكَ الآنَ" اس سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ کوئی آدمی کسی سے کلامِ پاک سن رہا ہو، اور سنتے سنتے جب طبیعت سیر ہو جائے تو وہ یوں کہہ سکتا ہے کہ بس ٹھہر جاؤ، حالاں کہ قرآنِ پاک پڑھا جارہا ہے، تو بس کہہ کر روکنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ مسئلہ ثابت کرنے کے لئے مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اسی روایت کے ذریعہ اس مسئلے کو ثابت کیا ہے۔

"فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ" حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آپ کے یہ فرمانے پر میں خاموش ہو گیا، اس کے بعد میں نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا، اس لیے کہ جب تک پڑھ رہے تھے، تب تک تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نگاہ نہیں تھی، نگاہیں نیچی کرکے پڑھ رہے ہوں گے، پھر دیکھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور آگے پڑھنے سے روک دینے کی شاید یہ بھی وجہ ہو کہ آگے پڑھنے کی صورت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رونے کی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا اور اس کا ظہور ہو جاتا۔ اور یہ چیز مطلوب ہے کہ اس طرح کی کوئی کیفیت کسی کے اوپر طاری ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی لئے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس روایت سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) رات بھر نماز میں ایک ہی آیت پڑھتے رہے: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

(تفسیر ابن کثیر ۲/۱۲۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہنسو کم اور روؤ زیادہ...

حدیث ۴۴۷

وعن أنس(رضی اللہ عنہ) قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ(صلی اللہ علیہ وسلم)خُطْبَةًمَاسَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ. فَقَالَ: لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ,لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراًقَالَ:فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وُجُوْهَهُمْ ، وَلَهُمْ خَنِيْنٌ.(متفق عليه)وسَبَقَ بَيَانُهُ فِيْ بَابِ الْخَوْفِ.

ترجمہ:-حضرت انس (رضی اللہ عنہ)فرماتےہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نےایک مرتبہ ایسا وعظ فرمایا کہ ایساوعظ میں نے کبھی نہیں سنا۔اسی میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے یہ بات ارشاد فرمائی: اگر تم آخرت و قیامت کے احوال کے متعلق وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں (یعنی وہ تفصیل جو مجھے معلو م ہے، تمہیں معلوم ہوجائے) تو تم لوگ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)کا یہ ارشاد سن کر اپنے چہروں کو چادروں سے ڈھانپ لیا اور اُن کے منہ کے اندرسے ناک کی آواز کے ساتھ رونے کی آوازآنے لگی۔

افادات:-ناک کی آواز کے ساتھ اُوں اُوں کرکے جو آدمی روتاہے اس کو عربی میں "خَنِيْنٌ"کہتے ہیں۔اس روایت کے ذریعہ سے حضراتِ صحابہ کرام کا رونا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حضرات بھی اس صفت سے متصف تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے

حدیث ۴۴۸

وعن أبي هريرة (رضي الله عنه) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا، وہ جہنم میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے جو غبار آدمی کی ناک میں جاتا اور جسم پر لگتا ہے؛ وہ اور جہنم کی آگ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

افادات:- جانور کے تھنوں میں سے دودھ نکالا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُسے واپس تھن میں نہیں ڈالا جاسکتا، گویا یہ ایک ناممکن اور محال چیز ہے، تو جیسے دودھ تھن میں واپس نہیں جاسکتا، اسی طریقہ سے جو آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے وہ بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک روایت صاحبِ روح المعانی نے نقل کی ہے کہ جس قوم کے اندر ایک آدمی بھی ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو عذاب نہیں دیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اُمت کی پریشانیوں کی ایک وجہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ آج اُمت کی پریشانیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والے کم ہوگئے۔ آج ہم اپنی مصیبتوں کی وجہ سے روتے ہیں، کوئی مصیبت آگئی، کوئی بیماری آگئی، کوئی انتقال کر گیا، کوئی آفت آگئی، کسی اور تکلیف میں مبتلا ہوگئے، مثلاً مال چوری ہوگیا، کاروبار میں گھاٹا ہوگیا تو خوب روئیں گے، لیکن ہمیں اس بات کی توفیق نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئیں؛ حالاں کہ رونے کی اصل چیز تو یہ ہے۔ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں، وہ آج نہیں تو کل؛ ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے والی ہیں، کوئی چیز بھی باقی رہنے والی نہیں ہے، تو پھر ایسی چیز کے ہاتھ سے چلے جانے پر رونا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ اصل چیز تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے۔ ان روایتوں کو اسی لئے لائے ہیں کہ آدمی کو اس بات کی عادت ڈالنی چاہیے۔

کام سیکھنے کا طریقہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں رونا نہیں آتا۔ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: "اِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا" اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل بناؤ۔ اگر بہ تکلّف روئیں گے تو دھیرے دھیرے رونے کی عادت پڑجائے گی۔ یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے۔ جس چیز سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہو، اور جس کے متعلق ایسے وعدے ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا، وہ جہنم میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں جائے گا،تواس چیز کو حاصل کرنے اورایسی صفت سیکھنے کے لئے چند دن بناوٹی بھی رونا پڑے،تواس میں حرج کی کیابات ہے۔شروع میں کوئی بھی کام سیکھنے کے لئے تو بہ تکلف ہی کیاجاتاہے، کوئی اچھی صفت یا عادت ہو، چند دن تک تواس کو سیکھنے کے لئے بہ تکلف یعنی زبردستی کرنا ہی پڑے گا،جب زبردستی کریں گے توکرتے کرتے عادت ہو جائے گی اوروہ چیز بھی خود بہ خود حاصل ہوجائے گی۔

رونے پر ہی ملتا ہے

اوررونے پر اللہ تعالیٰ کے طرف سے بہت کچھ دیا جاتا ہے۔حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ)اپنی مجلس میں ایک قصہ سنایاکرتے تھے۔ایک بزرگ کاانتقال ہونے لگا،وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے لوگوں سے قرض لیاکرتے تھے۔جب قرض خواہوں کومعلوم ہوا کہ فلاں صاحب مرنے والے ہیں تووہ سب جمع ہوگئے کہ ہمارے پیسے لاؤ۔اب یہ اللہ تعالیٰ سے دعا کررہے ہیں کہ اے اللہ جب تک زندگی تھی تب تک تومیرا یہ بدن رہن تھا(قرض خواہ کے پاس کوئی چیز گروی رکھی ہوتی ہے تو اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارے پاس اس کی چیز ہے،اس کی وجہ سے وہ مطالبہ میں شدت اختیار نہیں کرتا۔ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب تک میں موجود تھا وہاں تک توان کو ایک طرح کا اطمینان تھا) اے اللہ!اب میں تومررہاہوں ،اوریہ لوگ آئے بیٹھے ہیں ،اب توکچھ انتظام کردے۔وہ اس طرح دعاہی کررہے تھے کہ اسی درمیان باہرسے آواز آئی کہ کوئی بچہ مٹھائی بیچ رہا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔بزرگ نے کہاکہ اس کوبلاؤ۔وہ آیاتواس سے پوچھا کہ یہ پوراتھال کتنے میں دیا؟ اس نے کہاکہ اتنے میں۔تواس سے وہ خریدلیااور کہاکہ جتنے یہاں بیٹھے ہیں،سب کو تقسیم کردو۔ چنانچہ سب کومٹھائی دی گئی۔اب بچے نے کہاکہ پیسے لاؤ۔توانہوں نے کہاکہ توبھی لائن میں بیٹھ جا۔اب وہ توبچہ تھا،جب اس کوپیسے نہیں ملے تواس نے رونا شروع کردیا۔تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایااور کہاکہ فلاں آدمی نے یہ تھیلی بھیجی ہے اوراس میں رقم ہے۔جب شمارکیاگیاتواس میں سے اتنی ہی رقم نکلی جتنااان کا قرضہ تھا۔کسی نے پوچھا: حضرت!آپ نے اس بچہ کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ توفرمایاکہ اللہ تعالیٰ سے میں نے دعاکی تووہاں سے جواب ملاکہ کوئی رونے والا چاہیے،جب میں نے دیکھا کہ یہ جتنے بیٹھے ہیں ان میں کوئی بھی ایسانہیں جس کورونا آئے،اورباہر سے اس بچے کی آوازآئی تومیں نے سوچاکہ ہاں یہ رونے والاہے،تومیں نے کہاکہ اس کو بلاؤ اور مٹھائی خریدلی،اوراس سے کہاکہ توبھی بیٹھ جا۔یہ سن کر جب اس نے روناشروع کیاتو میری شرط پوری ہوگئی۔

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) اس واقعہ کو سنا کرفرماتے تھے کہ پیارو!رونا تو بہت اچھی چیز ہے،اللہ تعالیٰ مجھے بھی نصیب فرمائے۔روکر تو بہت سارے مطالبے منوالئے جاتے ہیں۔جو چیز قوت سے نہیں منوائی جاتی ،وہ روکر حاصل کی جاتی ہے۔اوراللہ تعالیٰ کو منانے کے لیے سب سے آسان طریقہ روناہے۔اس لئے حاصل کرنے کی چیزیہ ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل بنائے۔آدمی کو رونے کی عادت ڈالنی چاہیے،اور اپنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ کو اس کا عادی بنانا چاہیے۔ حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! دنیا اور آخرت میں نجات دینے والی کون سی چیز ہے؟ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتیں ارشاد فرمائیں۔ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔ بلاضرورت گھر سے نہ نکلو۔ اور اپنے گناہوں پر روتے رہو۔ (ترمذی شریف، ۲/۶۶)

یہ چیز ختم ہو گئی

رونا بہت پسندیدہ چیز ہے۔ جتنے بھی حضرات انبیاء کرام اور اہل اللہ گزرے ہیں، ان سب کے حالات کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو اس میں یہ چیز (اللہ کے خوف سے رونا) قدرِ مشترک ملے گی۔ اور یہ بہت ضروری چیز ہے، اسی لئے یہ باب قائم کیا ہے کہ اس صفت کو حاصل کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تو یہ چیز معدوم اور ختم ہی ہو گئی ہے، اس لئے آدمی اس چیز کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔

سات خوش نصیب

حدیث ۴۴۹

وعنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) : سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّاظِلُّهٗ : إِمَامٌ عَادِلٌ . وَشَابٌّ نَشَأَفِيْ عِبَادَةِاللهِ تَعَالٰى.وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ . وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وتَفَرَّقَا عَلَيْهِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللهَ. وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ. وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ دیں گے جس روز اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا(۱) انصاف کرنے والا حاکم (۲)وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں نشو نماپائے۔(گویاجوانی کے زمانہ میں کسی گناہ کاارتکاب نہ کرے)(۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے اندر اٹکا ہو(دوسری روایت میں ہے کہ نماز پڑھ کر واپس آتا ہے تو یہ سوچتا رہتا ہے کہ کب دوسری نماز کا وقت ہو اورمیں نمازاداکروں) (۴) وہ دوآدمی جن میں آپس میں اللہ کی نسبت پر محبت ہو(اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔اللہ کے احکام کو پورا کرنے کی نسبت پر جولوگ آپس میں ملتے ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں) اسی پر ان کاملنا ہواوراسی پر جداہوں (۵)وہ آدمی جس کوکسی منصب والی، خوبصورت عورت(یعنی دنیاوی اعتبار سے بھی گری پڑی نہیں،بلکہ اچھے گھرسے تعلق رکھنےوالی،خوبصورت عورت)نےاپنی خواہش پوری کرنے کے لئے بلایااور اس نے جواب میں کہا:مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں(۶)وہ آدمی جس نے اللہ کے واسطے صدقہ ایسے چھپاکرکیا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ دائیں ہاتھ نے کیادیا (۷)ساتویں وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کویادکیا اور آنکھوں سے آنسونکل آئے (یعنی تنہائی میں اللہ کویاد کرکے رویا)

اس روایت سے بھی رونے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔اس لئے اس کویہاں پیش کیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضورِ اکرم (ﷺ) کے رونے کی کیفیت

حدیث ۴۵۰

عن عَبۡدِ اللهِ بن الشِّخِّيۡرِ (رضی اللہ عنہ) قَالَ أَتَيۡتُ رَسُوۡلَ اللهِ (ﷺ) وَهُوَ يُصَلِّيۡ وَلِجَوۡفِهٖ أَزِيۡزٌ كَأَزِيۡزِ الۡمِرۡجَلِ مِنَ الۡبُكَآءِ.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن شخّیر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز میں مشغول تھے اور آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا کے اندر سے پانی کے کھولنے کی وجہ سے آتی ہے۔

افادات:- "مِرۡجَل" تانبے کی ہنڈیا ہوتی ہے جس کے اندر کھانا پکایا جاتا ہے۔ تو تانبے کی ہنڈیا کے اندر پانی ڈال کر اس کو آگ پر رکھا جائے اور آگ کی تپش سے اندر پانی کھولے تو اس سے جیسی آواز پیدا ہوتی ہے، ایسی آواز آپ (ﷺ) کے سینۂ مبارک سے آتی تھی۔

حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) رونے لگے

حدیث ۴۵۱

وعن أنس (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ (ﷺ) لِأُبِيِّ بۡنِ كَعۡبٍ (رضی اللہ عنہ): إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ أَمَرَنِيۡ أَنۡ أَقۡرَأَ عَلَيۡكَ لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قَالَ: وَسَمَّانِيۡ؟ قَالَ: نَعَمۡ فَبَكٰى أُبَيٌّ. (متفق عليه) وفى رواية: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبۡكِيۡ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں سورۂ "لَمْ یَکُنِ الَّذِینَ کَفَرُوا" پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبی (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا میرا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ مجھے یہ سورت سنائیں؟ تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) روئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُبی (رضی اللہ عنہ) روتے رہے۔

افادات:-حضرت اُبی (رضی اللہ عنہ) انصاری صحابی اور قراءِ صحابہ میں سے تھے، بلکہ ان کے متعلق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "أَقْرَؤُهُمْ أُبَيٌّ" صحابہ میں علمِ قراءت کے سب سے زیادہ جاننے والے اُبی ہیں۔ حضرت اُبی (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! کیا میرا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے آپ یہ سورت سنائیں؟ اس لئے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو کہ آپ اپنے صحابہ میں سے کسی ایک کو یہ سورت سنایئے، اور آپ نے اپنے طور پر ان کو تجویز کیا ہو۔ چناں چہ بخاری شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے، یا میرا نام لیا ہے؟ حالاں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اختیار دیا جاتا اور آپ ان کو پسند کرتے تو یہ بھی ایک فضیلت کی چیز تھی، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے طرف سے نام لیا جائے تو بہت ہی زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جی ہاں! تمہارا نام لیا ہے، یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) روئے۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۴۹۶۰،۶۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کا یہ رونا یا تو محبت کی وجہ سے تھا جیسا کہ عنوان میں ”شوقاً الی اللہ“ کہا ہے، اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مارے شوق کے روتے رہے:

ع: ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

یا وہ یہ سوچ کر روئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر مَیں کہاں ادا کر سکتا ہوں، اس سے اپنے آپ کو عاجز پا کر روئے۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

حدیث ۴۵۲

وعنه قَالَ:قَالَ اَبُو بَكر لِعُمَرَ (رضی اللہ عنہ) بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) : اِنطَلِقْ بِنَا إِلىٰ أُمِّ أَيمَنَ (رضی اللہ عنہا) نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَزُوْرُهَا. فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهَا بَكَتْ. فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعلَمِيْنَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قَالَتْ مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُوْنَ أَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)، وَلٰكِنِّي أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ؛ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا (رواه مسلم، وقد سبق فی باب زِيَارَةِ أَهلِ الخَيرِ)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد ایک روز کہا کہ چلو! ہم حضرت اُمِ اَیمن (رضی اللہ عنہا) کے پاس ان کی زیارت اور ملاقات کے لئے جائیں جیسے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جایا کرتے تھے۔ جب یہ حضرات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت اُمِّ ایمن (رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچے، توان دونوں کو دیکھ کر حضرت اُمِّ ایمن(رضی اللہ عنہا) رونے لگیں انہوں نے(بطورِ تسلی ان سے)کہا:کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)کے لئے جو کچھ نعمتیں اور مراتب ہیں؛وہ یہاں سے بہتر ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے کہ میں یہ بات نہیں جانتی کہ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ بھی ہے وہ دنیا کے مقابلے میں اچھا ہے،لیکن مَیں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ اب منقطع ہوگیا۔ان کی اس بات نے ان دونوں کو بھی رونے پر اُبھارا،چناں چہ وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔

افادات:- نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی حضرت اُمِّ اَیمن(رضی اللہ عنہا) کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے،چوں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بچپن میں انھوں نے کھلایا ہے۔(”کھلانا“ کھانا کھلانے کے معنٰی میں نہیں ہے،بلکہ بہلانے کے لئے لے جانا مراد ہے دودھ پلانے والی ”دائی“ کہلاتی ہے،اور بچوں کو سنبھالنے والی ”کھلائی“ کہلاتی ہے)تو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کو بچپن میں انھوں نے کھلایا تھا (یعنی کھیل لگایا تھا)اس لیے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا بڑا احترام فرماتے تھے اور ان کو بڑی محبت سے رکھتے تھے۔چناں چہ ان کی طرف سے کوئی بات ہوتی تھی تو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) برداشت فرماتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت اُمّ ایمن (رضی اللہ عنہا) کا ناز

غزوۂ بنو قریظہ کے بعد جو باغات غنیمت میں آئے تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو حضراتِ مہاجرین کے درمیان تقسیم کیا۔ اس سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ انصار اپنے باغات میں سے کچھ درخت نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے الگ کر لیتے تھے کہ فلاں باغ کے اتنے درخت حضور کے لئے خاص ہیں، اور حضور کی خدمت میں جاکر عرض کرتے تھے: اے اللہ کے رسول! ہمارے باغ میں سے اتنے درخت آپ کے لئے ہیں یعنی ان میں جتنی بھی کھجوریں پیدا ہوں گی وہ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اپنی ضرورتوں میں استعمال فرماتے تھے، جو حاجت مند صحابہ ہوتے تھے ان کو دیتے تھے، مہمان آتے تھے ان کی خدمت فرماتے تھے۔ تو کچھ درخت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے اہلِ خاندان کی طرف سے دیئے گئے تھے، اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ حضرت اُمِّ ایمن (رضی اللہ عنہا) کو دے رکھے تھے۔ جب بنو قریظہ والا غزوہ ہوا اور باغات آئے تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ سارے باغات مہاجرین میں تقسیم فرمادیئے، اور انصار کے جتنے بھی درخت تھے وہ سب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو واپس فرمادیئے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے خاندان کی طرف سے جو درخت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو استعمال کے واسطے دیئے گئے تھے وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ام ایمن (رضی اللہ عنہا) کو دے رکھے تھے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں اپنے خاندان کی طرف سے لینے کے لئے حاضر ہوا تھا، تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ یہ درخت ان کو واپس کر دو۔ تو وہ کہنے لگیں کہ میں تو نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوں گی۔ اور میرے گلے میں دُوپٹہ ڈال کر کھینچنے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نہیں دوں گی۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ تم دے دو، مَیں تم کو اس سے دوگنا دوں گا۔ تو کہنے لگیں کہ پھر بھی مَیں نہیں دوں گی۔ حضور(ﷺ) نے کہا کہ تین گنا دوں گا، چار گنا دوں گا ، یہاں تک کہ جب دس گُنا دینے کا کہا؛ تب وہ راضی ہوئیں۔(بخاری شریف۔۴۱۲۰)

اپنے بڑوں کی نقل

خلاصہ یہ کہ حضورِ اکرم(ﷺ) ان کا بڑا اکرام فرمایا کرتے تھے اور ان کی ملاقات و زیارت کے لئے جاتے تھے۔ اور جن کی زیارت کے لیے حضور(ﷺ) خود جاتے ہوں، تو بھلا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) کیوں نہ جائیں؟ اس سے پتہ چلا کہ جو کام اپنے بڑے کیا کرتے ہوں، ان کے بعد بھی وہ سلسلہ آدمی کو جاری رکھنا چاہیے۔ جیسے آپ کے والدِ بزرگوار اللہ کے نیک بندے تھے، تو وہ جن لوگوں کی ملاقات کو جایا کرتے تھے، آپ کو بھی وہ سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ان کی ملاقات کے لئے جاتے رہنا چاہیے۔

فوائدِ حدیث

(۱) جب یہ حضرات حضرت اُمِّ ایمن(رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچے تو ان کو دیکھ کر حضرت اُمِّ ایمن رونے لگیں، اس لئے بھی کہ یہ حضرات ہمیشہ نبی کریم(ﷺ) کے ساتھ رہتے تھے جیسے کسی کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو، اور ان کا قریبی کوئی دوست آ جائے تو ان کو دیکھ کر آدمی کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یاد تازہ ہوجاتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ روتا ہے۔اسی طرح ان حضرات کو دیکھ کر بھی ظاہر ہے کہ حضور(ﷺ) کی یاد آنا لازمی بات تھی۔

(۲)’’لیکن مَیں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ اب منقطع ہوگیا ہے‘‘یعنی آپ(ﷺ) آخری نبی تھے، اورنبی کے پاس نبوت کی نسبت پر جو وحی آتی تھی اب وہ وحی دنیامیں آنے والی نہیں ہے، گویادنیاوحی کی برکات سے محروم ہوگئی۔

حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے رونے کی کیفیت

حدیث ۴۵۳

وعن ابن عمر (رضی اللہ عنہما) قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ. فَقَالَ: مُرُوا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فقالت عائشة (رضی اللہ عنہا): إِنَّ أَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ الْقُرآنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ. فَقَالَ: مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ.

وفی روایة عن عائشة (رضی اللہ عنہا) قَالَتْ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَابَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ. (متفق عليه)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (ﷺ) کی آخری بیماری جس میں حضور کی وفات ہوئی، جب نماز کا وقت آیا تو آپ (ﷺ) پر بے ہوشی طاری ہوئی، پھر جب آپ ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ بتایا گیا کہ نہیں؛ اے اللہ کے رسول! آپ کا انتظار ہے۔ آپ (ﷺ) نے وضو کے لئے پانی منگوایا، پھر بے ہوشی طاری ہوگئی، دوبارہ جب ہوش میں آئے تو پھر پوچھا تو بتایا گیا کہ لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ تو حضور (ﷺ) نے کہا: ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب نبیِ کریم (ﷺ) نے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو نماز پڑھانے کے لئے تجویز فرمایا تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے عرض کیا کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہیں، جب قرآنِ پاک پڑھتے ہیں تو ان پر رونا غالب آجاتا ہے (یعنی وہ روتے رہتے ہیں) تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابو بکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو ان پر بکاء کی ایسی کیفیت طاری ہوجائے گی کہ لوگوں کو آواز نہیں پہنچے گی۔

افادات :- حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی یہی تو بات تھی کہ ہجرت سے پہلے وہ اپنے گھر میں رات کو تہجد کے اندر قرآن پڑھتے تھے اور روتے تھے تو مشرکین کی عورتیں اور بچے جمع ہوجاتے تھے اور یہی چیز مشرکین پر بڑی شاق گذرتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو بڑا مشکل ہوجائے گا کہ ہماری عورتیں اور بچے ان کا قرآن سن سن کر ہمارے قابو میں نہیں رہیں گے۔ اس لئے انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو تکلیف پہنچانا شروع کیا، اور اس کے نتیجے میں حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ابن دغنہ نے جب یہ سنا تو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ آپ جیسا آدمی یہاں سے نہیں جا سکتا، آپ میں فلاں فلاں خوبیاں ہیں، میں آپ کو امان دیتا ہوں، اور اس نے مشرکینِ مکہ سے کہا کہ میں نے ان کو امان دی ہے، اب ان کو کوئی چھیڑے گا نہیں۔ ان لوگوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ آپ جب ہم کو یہ کہہ رہے ہیں تو ان سے بھی ایک بات کہیے کہ یہ نماز میں زور زور سے قرآن پڑھتے ہیں اور روتے ہیں جس کو سن کر ہماری عورتیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوربچے جمع ہوجاتے ہیں،اس کی وجہ سے کہیں وہ فتنے میں مبتلانہ ہوجائیں ،اس لئے ان سے کہیے کہ یہ ایسا نہ کریں۔(بخاری شریف۔۲۱۷۵)

بتلانایہ چاہتاہوں کہ حضرت ابوبکرصدیق(رضی اللہ عنہ) کی یہ عادت تھی کہ قرآن مجیدجب پڑھتے تھےتو رونا آہی جاتا تھا۔توحضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا) کے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب نماز پڑھانےکے لئے کھڑے ہوں گےاور قرآنِ پاک کی تلاوت کریں گے، تو نرم دل ہونے کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہوگااورگویا نماز پوری نہیں کراسکیں گے۔اس لئے اللہ کے رسول!آپ کسی اورسے فرمائیں کہ وہ نمازپڑھائے۔حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: انہی سے کہو۔ دوتین مرتبہ حضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا) نے کہاتوحضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایاکہ ابوبکرسے کہوکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

یہاں اس روایت کو لانےکامقصد حضرت ابوبکرصدیق(رضی اللہ عنہ) کی اس صفتِ بکاء کو بیان کرنا ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کے وقت رویا کرتے تھے،اوریہ رونا کبھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے شوق میں ہوتاتھا۔

دولت نیکیوں کابدلہ تونہیں ؟

حدیث ۴۵۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عن إبراهيم بن عبد الرحمٰن بن عوف: اَنَّ عبد الرحمٰن بن عوف(رضی اللہ عنہ) أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ:قُتِلَ مُصْعَبُ بن عُمَيْرٍ(رضی اللہ عنہ)وَهُوَخَيرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوجَدْلَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، إِنْ غُطِّيَ بِهَا رَأْسُهُ بَدَتْ رِجلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ۔ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنيَا مَا بُسِطَ- أَوْ قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا- قَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔(رواہ البخاری)

ترجمہ:-حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے ابراہیم راوی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف(رضی اللہ عنہ) (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کے پاس کھانالایا گیااوروہ روزہ سے تھے(کھاناذراعمدہ قسم کاتھااس کودیکھ کران کوپہلے کازمانہ یادآگیا)توفرمانے لگے کہ حضرت مصعب بن عمیر(رضی اللہ عنہ) شہید کئے گئے،وہ مجھ سے افضل تھے،جب وہ شہید ہوئے تو کفن دینے کے لئے اتناکپڑا میسر نہیں آیا جس سے پورا کفن دیا جاسکے سوائے ایک چادر کے،اور وہ بھی اتنی مختصر تھی کہ اگر ان کا چہرہ چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپائے جاتے تو چہرہ کھل جاتا تھا پھر دنیا کی دولت ہمارے پاس آئی تو ہمیں تو یہ ڈرہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں نہ دیا گیا ہو۔یہ فرماکر وہ روتے رہے،یہاں تک کہ کھانا نہیں کھایا۔

افادات:-(۱)بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ روزہ دار کے لئے جب افطار کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ کھانے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے،طبیعت میں بھی کھانے کا تقاضہ ہوتا ہے اس کے باوجود خوف و خشیت کی ایسی کیفیت ان پر غالب آئی کہ انھوں نے کھانا نہیں کھایا۔

(۲)حضرت مصعب بن عمیر(رضی اللہ عنہ)مہاجرین اولین میں سے ہیں ،غزوۂ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کاجھنڈاان ہی کے ہاتھ میں تھا اور وہ شہید کئے گئے اورچوں کہ ان کا چہرہ نبیٔ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریم (ﷺ) کے چہرہ سے بہت مشابہت رکھتا تھا تو جس آدمی نے ان کو شہید کیا تھا اس نے یہ مشہور کردیا کہ میں نے محمد((ﷺ))کو قتل کردیا اور اسی وجہ سے حضور(ﷺ) کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف(رضی اللہ عنہ) بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور تمام امت کا عقیدہ ہے کہ عشرہ مبشرہ باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں اس کے باوجود وہ یہ فرمارہے ہیں"حضرت مصعب بن عمیر(رضی اللہ عنہ) مجھ سے افضل ہیں" وہ یاتوبطورِ تواضع کے فرمارہے ہیں، یا جس وقت یہ ارشاد فرمایا اس وقت تک حضور(ﷺ)نے ان کو یہ بشارت نہیں سنائی تھی۔

(۳)"اگر ان کا چہرہ چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپایا جاتا تو چہرہ کھل جاتا تھا"اس کامطلب یہ ہے کہ فقر کایہ عالم تھا، ایسی حالت میں وہ دنیا سے رُخصت ہوئے،اس کے بعد دنیا کی وہ دولت وثروت ملی جوکہ ملی۔اس لئے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)کے دورِخلافت میں فتوحات کا سلسلہ پھیلا اوردوسرے ممالک فتح ہوئے تو دولت و ثروت کی ریل پیل ہوئی۔اوریہ حضرت عبدالرحمن بن عوف(رضی اللہ عنہ) توپہلے ہی سے مالدار صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

جلدی سے بدلہ دیئے جانے کامطلب یہی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے نیکیوں کے جو کام کئے ہیں ،یہ ان کا اجر وثواب ہو، اور ان کا بدلہ دنیا ہی میں مل گیا ہو، اور کل کو آخرت میں ہم سے یوں کہا جاوے کہ تم کو تو بدلہ دنیا میں ہی دیا گیا تھا،یہاں کیا مانگنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آئے ہو۔اس ڈر سے ان حضرات کے پاس جب دولت و ثروت آتی تھی تو ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا ارادہ کیا ہے۔ان کو یہ خطرہ رہتا تھا۔اورآج ہمارا حال یہ ہے کہ کسی کے پاس دولت ہوتو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پکڑا ہے۔تو کیانعوذباللہ اس سے پہلے کوئی اور بات تھی؟ اللہ تعالیٰ کا فضل و عنایت نہیں تھی؟ ان حضرات کے یہاں تو یہ چیز خطرے کی سمجھی جاتی تھی۔

یہ فرماکروہ روتے رہے،یہاں تک کہ کھانا نہیں کھایا۔حالاں کہ روزے سے تھے، افطار کے وقت کھانالایا گیاتھا،اورروزے کا تقاضا یہ تھاکہ کھاتے لیکن ان پر خشیت و بکا کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کھاناچھوڑ دیا۔

دوقطرے اوردونشان

حدیث ۴۵۵

وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ صُدَيّ بن عجلان الباهِلِي (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِي (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: لَيْسَ شَيْئٌ أَحَبَّ اِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثْرَيْنِ : قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ. وَأَمَّا الْأَثْرَانِ: فَأَثْرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تَعَالَى، أَثْرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ تَعَالَى۔ (رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وقَالَ حديثٌ حسنٌ)

ترجمہ:۔حضرت ابو اُمامہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اوردونشانوں سے زیادہ محبوب اورکوئی چیز نہیں۔ایک تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے جو آنسو نکلے اس کا قطرہ۔اوراللہ کے راستہ میں جہادمیں دشمن سے لڑتے ہوئے جوخون بہے اس کا قطرہ۔اورجو دو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نشان اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان میں سے ایک وہ نشان ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے دشمن کی تلوار یا نیزے سے لگا اور جسم پر نشان رہ گیا۔اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے کسی فریضے کی ادائیگی میں جو نشان لگا۔

افادات:-دوسری روایت میں ہے کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا اور اس کا آنسو نکلا،چاہے وہ مکھی کے سر کے برابر ہو،اور چہرے کے اوپر اتر آیا؛تو اللہ تعالیٰ بدن کے اس حصے کو جہنم کے اندر نہیں ڈالے گا۔

”قطرۃ دموع“اور ”قطرۃ دم“شرّاح فرماتے ہیں کہ ”دموع“جمع لائے اور ”دم“ واحد لائے۔گویا خون کے ایک قطرہ پر بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

”اللہ تعالیٰ کے کسی فریضے کی ادائیگی میں جو نشان لگا“مثلاً نماز پڑھتے پڑھتے پیشانی کے اوپر جو نشان پڑ جاتا ہے یا وضو کا جو نشان چہرے پر رہتا ہے،مطلب یہ ہے کہ اللہ کے کسی بھی فریضے کی ادائیگی میں کوئی نشان پڑ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔یہاں اس روایت کو اسی لئے لائے ہیں کہ جو قطرہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے وہ آنسو کا قطرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہو۔اس لئے آدمی کو یہ کیفیت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے،اس کی عادت ڈالنی چاہیے اور اہتمام کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں کی کیفیت

حدیث ۴۵۶

عن العرباض بن سارية (رضی اللہ عنہ) قال: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ.

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مرتبہ ہم کو بہت مؤثر وعظ فرمایا جس کے نتیجے میں لوگوں کے دل دہل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

افادات:- یہاں اس روایت کو اس لئے لائے ہیں کہ دیکھو! حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وعظ سن کر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں کی کیفیت اللہ کے خوف و خشیت سے ایسی ہو جاتی تھی کہ ان کے دل دہل جاتے تھے اور آنسو بہہ پڑتے تھے۔ یہی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور اس کا طریقہ پہلے بتلایا گیا کہ شروع میں بہ تکلّف رونے کی صورت بنائی جائے، پھر دھیرے دھیرے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(یہ روایت تفصیل سے باب المحافظة على السنة، حدیث نمبر ۱۵۷، [حدیث کے اصلاحی مضامین] جلد ۳، صفحہ از ۲۰۸ تا ۲۱۰ پر گزر چکی ہے۔ ادارہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا
وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا
وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۱

دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت
اور سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب
اور فقر کی فضیلت

مجلس ۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۱ر شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ۲۹ر جنوری ۲۰۰۰ء

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أما بعد:-

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ. (یونس ۲۴)

نیا عنوان قائم کیا ہے۔ دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت، اور دنیا کے سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب، اور فقر کی فضیلت۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حقیقی سکون وراحت کا راستہ

اس سے پہلے خوف ورجا کا بیان تھا۔ جس طرح خوف اور رجا؛ یہ دونوں باطنی اخلاق میں سے ہیں، اسی طریقہ سے زہد بھی دل سے تعلق رکھنے والی ایک صفت اور باطنی خُلق ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے باطنی اخلاق درست کرلے تو اس صورت میں اس کے لیے جہاں آخرت کی کامیابی ہے، وہاں اُسکو دنیاوی اعتبار سے بھی راحت وسکون حاصل ہوگا۔ دنیا کا چین اور سکون بھی اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا، جب تک اخلاقِ باطنہ درست نہ کرلے۔ کوئی آدمی ظاہری اعتبار سے دنیوی اسباب و وسائل کتنے ہی جمع کیوں نہ کرلے، کئی فیکٹریاں قائم کرلے، بنگلے کھڑے کرلے، کئی گاڑیاں لاکر صحن میں کھڑی کردے کتنا ہی بینک بیلنس جمع کرلے ، اور دنیا کی زیب و زینت اور عیش و آرام کا سازوسامان کتنا ہی جمع کیوں نہ کرلے؛ لیکن دل کا سکون وچین اور حقیقی راحت اسی وقت حاصل ہوگی جب اپنے اخلاقِ باطنہ اوراندرون کی خوبیوں کو حاصل کرے، جب تک یہ بات نہیں ہوگی، وہاں تک صرف ظاہری اسباب و وسائل اختیار کرنے سے دل کا سکون حاصل نہیں ہوسکتا۔ چناں چہ انہیں اخلاقِ باطنہ میں سے ایک خُلق کو آج بیان کرنا چاہتے ہیں ، اور وہ ”زہد“ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زُہد کیا ہے؟

ہم عابد اورزاہد بولا کرتے ہیں ۔یہ زہد کیا چیز ہے؟ دنیا سے بے رغبتی ،اور دل کا دنیا کی محبت سے خالی ہونا؛ زہد کہلاتا ہے۔زاہدیعنی جس کے دل میں دنیاکی رغبت نہ ہو۔جس کے دل میں دنیاکی محبت نہیں ،جس کادل دنیاکی محبت سے خالی ہے، ایسے آدمی کو ''زاہد'' کہتے ہیں۔اوراس خوبی کو'' زُہد'' کہتے ہیں اور اس کی قرآن و حدیث میں بڑی ترغیب آئی ہے،اور آدمی کے لئے دینی اعتبار سے بنیادی وصف یہی ہے۔اس لیے کہ سب سے بڑی خرابی اور سب سے براوصف جو آدمی کے اندر ہے وہ دنیا کی محبت ہے۔حدیثِ پاک میں آتاہے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:''حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ''(کشف الخفاء ،۱۰۹۹)دنیا کی محبت ہر برائی اورگناہ کی جڑ ہے۔دنیا میں جتنے بھی جرائم، برائیاں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانیاں وجود میں آرہی ہیں ، اُن سب کے پیچھے اگر آپ غور کریں تو دنیاکی محبت ہی کارفرمانظر آئے گی۔یہی دراصل ساری خرابیوں کی بنیاد ہے۔

ہر برائی کی جڑ

مثلاً ایک آدمی اگر چوری کرتا ہے تو اسی لیے کہ اُس کے دل میں مال کی محبت ہے۔یاایک آدمی زناکرتاہے،شراب پیتاہے،تویہ بھی دراصل دنیوی لذتیں ہیں جو اس وقت اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں،اوریہ تمام لذتیں وقتی اور ختم ہونےوالی ہیں جس کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حاصل کرنے کے لئے آدمی زنااور شراب کے ذریعہ سے مدد حاصل کرتا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلاہوتا ہے۔جتنے بھی جرائم اور گناہ ہیں اگر آپ اُن کی بنیاددیکھیں گے؛تودنیاکی محبت ہی ہوگی۔اسی لئے قرآن میں دنیاکی حقیقت کو مختلف انداز سے واضح کیا گیاہے کہ دنیا کی کیا حقیقت ہے؟ باربار بتایا گیا کہ جو تم اُس کے پیچھے پڑے ہو، رات دن ایک کر رہے ہو،اپنی ساری صلاحیت و قابلیت اور قوت جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی ہےاس کو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنےاور آخرت کے واسطے استعمال کرنا چاہیے تھا،لیکن تم اس کو دنیا کے پیچھے ضائع اور برباد کررہے ہو۔

رُخ صحیح کرلیں

اس دنیاکی حقیقت کیاہے؟اوروہ کتنے دن کی ہے؟اسکو مختلف مثالوں سے قرآنِ پاک کے اندر بیان کیا گیا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دل ایسا بنایاہے کہ اُس میں ایک وقت میں حقیقی اعتبار سے کئی محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں ،بلکہ صرف ایک ہی محبت رہ سکتی ہے۔تعلقات تومختلف اشخاص سے ہوسکتے ہیں ، لیکن حقیقی محبت اگر دیکھی جائےتو ایک ہی سے ہوسکتی ہے۔اور جس دل میں دنیاکی محبت ہو،اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں آسکتی ،اور جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت آدمی کے دل میں پیدا نہ ہوجائے، وہاں تک اس کی زندگی کا رُخ صحیح نہیں ہوسکتا۔اور اصل تو رخ کا صحیح کرنا ہی ہے۔مثلاً آپ گاڑی چلاتے ہیں ،تواگراُس کا رُخ غلط ہے تو اُس صورت میں آپ جتنی تیزسے تیز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چلاتے جائیں گے اتنے ہی منزل سے دور ہوتے جائیں گے، کبھی بھی منزل تک پہنچنے والے نہیں۔اوراگرایک مرتبہ رُخ صحیح کرلیا،اس کے بعد آپ آہستہ بھی چلائیں گے تب بھی آج نہیں تو کل؛منزل پر ضرور پہنچیں گے۔توحقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجائے تو یوں سمجھئے کہ زندگی کارُخ صحیح ہوگیا۔اورجب رخ صحیح ہوجائے گاتوپھراللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے واسطے،اُس کے احکام کو بجالانے کے واسطے جو بھی محنت ہوگی، آدمی آسانی سے اُس کو برداشت کرے گا۔ نہ نماز اس کے لئے بھاری رہے گی،نہ نماز کے لئے اُٹھنا اُس کے لئے مشکل رہے گا۔نہ کسی قسم کی مالی قربانی دینا اُس کے لئے مشکل رہے گا۔

حُبِّ دنیاکے کرشمے

جو لوگ دوسروں کے حقوق مارتے ہیں جیسے باپ کا انتقال ہوگیا توبھائی اپنی بہنوں کا حق نہیں دیتا،حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہنوں کا بھی حق رکھاہے۔وراثت میں اُن کی ملکیت ہے،لیکن بھائی نہیں دیتا؛آخرکیوں ؟اسی مال کی محبت کی وجہ سے نہیں دیتا۔

ایک آدمی زکوٰۃادا نہیں کرتا،وہ مال کی محبت کی وجہ سے۔لوگوں کے ساتھ دھوکہ دہی کرتا ہے،وہ بھی مال کی محبت کی وجہ سے۔جب تک کہ دنیااورمال کی محبت دل کے اندرموجود ہے، وہاں تک شریعت کے احکام پر عمل کرنااس کےلئے مشکل ہےاللہ تعالیٰ کےاحکام کی بجاآوری میں قدم قدم پر دنیا کی محبت اس کے لئے رکاوٹ بنتی ہے۔شریعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے احکام کو بجالانے میں مشکلیں کیوں پیش آتی ہیں؟اس لئے کہ دنیا کی محبت ہے۔اگر دل میں دنیا کی محبت نہ ہوتی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت ہوتی تو اس کے لئے سب کچھ قربان کرنا آسان تھا۔

حقیقی محبت اگر کسی سے کرتا

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کا دل ایسابنایا ہے کہ اُس میں ایک وقت میں حقیقی اعتبار سے ایک ہی محبت آسکتی ہے۔حدیثِ پاک میں آتا ہے حضرت ابوبکر صدیق(رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:"لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً لَا تَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيلاً" اگر میں دل سے کسی کو اپنا دوست بناتا اور حقیقی محبت اگر کسی سے کرتا؛ تو ابوبکر سے کرتا (بخاری شریف،۳۴۵۷)لیکن حقیقی محبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں کی جاسکتی۔ حالاں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو تعلق حضرت ابوبکر صدیق(رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا وہ ساری دنیا جانتی ہے،سب کو معلوم ہے کہ کتنا زیادہ تعلق تھا۔صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) میں سب سے زیادہ تعلق نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حضرت ابوبکر صدیق(رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا، اُس کے باوجود حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلبی محبت کی حقیقت کو ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے قلبی محبت نہیں ہوسکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے حقیقی محبت ہوسکتی تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ مَیں ابوبکر سے کرتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو نسبت اور تعلق تھا اس کو حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مثال سے بہت آسانی سے سمجھایا ہے کہ اگر ایک آئینہ ہو، اور اس آئینہ کے سامنے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوں، تو اس آئینہ میں جو نظر آرہا ہے گویا وہ ابو بکر ہیں اور باہر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ "من تو شدم تو من شدی" جیسا معاملہ تھا۔ اور تمام خوبیوں میں ایسی ہی یکسانیت تھی اور اس کے نمونے احادیث میں ملتے ہیں۔

صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کو نسبتِ اتحاد

غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کفارِ مکہ کے ساتھ صلح کی تھی۔ دراصل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عمرہ اور بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے احرام باندھ کر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ تشریف لائے تھے، مشرکین نے روکا کہ ہم نہیں جانے دیں گے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف لوگوں کے ذریعہ سے پیغام پہنچایا، اور سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، زیارت کر کے واپس چلے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں جانے دیں گے، آخر میں صلح کی نوبت آئی۔ ان تک بات پہنچانے کے لئے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا جب وہ وہاں گئے تو مکہ والوں نے اُن کو روک لیا۔ اور یہاں یہ بات مشہور ہوئی کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید کر دیئے گئے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) سے بیعت لی کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) لڑنے کے لیے بالکل تیار تھے، اور حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہاتھوں پر بیعت کرچکے تھے کہ ہم جان دیدیں گے لیکن میدان سے قدم نہیں ہٹائیں گے، لیکن پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبیٔ کریم (ﷺ) کو بتلایا گیا کہ صلح کرلیں۔ اس لیے صلح کی گفتگو شروع ہوئی۔ اس میں انہوں نے ایسی شرطیں رکھیں کہ کوئی مان ہی نہیں سکتا تھا۔ ایسی شرطیں تھیں جن کو ماننے میں بظاہر اپنی بات کو چھوڑنا پڑتا تھا، اور آدمی ایک طرح کی بے عزتی محسوس کرتا تھا۔ منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ابھی واپس جانا ہوگا، حالانکہ آپ (ﷺ) مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے چند کلومیٹر ہی دور تھے، اور وہ کہنے لگے کہ ہم عمرہ کرنے نہیں دیں گے، اور بیت اللہ کی زیارت بھی کرنے نہیں دیں گے، ابھی تو واپس جانا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ دس سال کے لیے ہمارے درمیان صلح رہے گی، اس درمیان ہمارے یہاں سے کوئی آدمی مسلمان ہو کر آپ کے وہاں آئے گا تو آپ کو واپس کرنا ہوگا۔ اور اگر آپ کا کوئی آدمی یہاں آئے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان کی سب شرطیں مان لیں۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو دیکھا جائے تو سب ایک دم سے خاموش تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت سہل بن حُنَیف (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اگر نبیٔ کریم (ﷺ) کے کسی حکم کو رد کیا جاسکتا، تو ہم اس کو رد کردیتے۔ یعنی دل میں ایسے جذبات تھے، لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جان دے سکتے تھے لیکن حضورِ اکرم (ﷺ) کا حکم رد نہیں کرسکتے تھے۔ وہ حضرات اس کا تصور ہی نہیں کرسکتے تھے کہ حضور (ﷺ) کا حکم اور آپ کی بات ٹالی جاسکتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس موقع پر تمام صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)ایک دم سے خاموش تھے۔جب حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)سے بھی رہانہیں گیاتوانہوں نے نبیؑ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)سے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!کیاہم حق پر اوروہ باطل پر نہیں ؟آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: کیوں نہیں ۔پھرپوچھا: کیاآپ اللہ کے سچے رسول نہیں؟آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا:کیوں نہیں ۔پھرپوچھا:اگر ہماری ان کے ساتھ لڑائی ہو جائے اور ہمارے آدمی مارے جائیں ،توکیاجنت میں نہیں جائیں گے؟ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: جائیں گے۔پھرپوچھا:اُن کے آدمی جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: جائیں گے۔توکہنے لگے :پھرکیوں ہم اتنا دب کر صلح کریں ؟ پھر کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ نہیں فرمایا ہے؟اورآپ نے خواب بھی دیکھاتھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کررہے ہیں۔توحضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: ٹھیک ہے،لیکن اُس میں وقت کی قیدنہیں تھی کہ اسی سال کریں گے۔حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)کی بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، تو حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں ، میں جو بھی کرتا ہوں ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتاہوں۔اب وہ خاموش توہوگئے لیکن پھربھی دل میں کھٹک ابھی باقی تھی۔

جس وقت حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)کی حضورِاکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ ساری بات ہورہی تھی اس وقت حضرت ابوبکرصدیق(رضی اللہ عنہ)وہاں موجود نہیں تھے،وہ لشکرکے کسی دوسرے حصے میں تھے تقریباًڈیڑھ ہزارکالشکرتھا۔حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)سے گفتگوکرنے کے بعدحضرت عمر(رضی اللہ عنہ)حضرت ابوبکر(رضی اللہ عنہ)کے پاس پہنچے اور ان سے بھی یہی سارے سوالات کئے۔کیاہم حق پر اور وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باطل پر نہیں ہیں؟ اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے ہو بہو وہی سارے جوابات دیئے، جو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیئے تھے۔

دوسرا واقعہ

ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) مشرکینِ مکہ کی ایذاء رسانیوں سے تنگ آکر مکہ مکرمہ چھوڑنے کی تیاری کر رہے تھے، جب اپنا سامان لیکر نکلے تو ابن دغنہ جو مکہ کے بڑے لوگوں میں تھا اُس نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ان مکہ والوں نے مجھے تنگ کر رکھا ہے، میرے لئے اب یہاں زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا ہے، اس لیے مَیں یہاں سے جارہا ہوں۔ اُس نے کہا کہ آپ جیسا شخص یہاں سے چلا جائے، یہ نہیں ہوسکتا۔ اس وقت اس نے جو جملے کہے وہ یہ تھے: "اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ" (صحیح البخاری، الطبعۃ الھندیۃ / حدیث نمبر ۲۲۹۷، ۳۹۰۵) آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، جو نہیں کماسکتا اُس کو کماکر دینے والے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے والے ہیں، اور مصیبت کے موقعہ پر لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اس شخص نے یہ سارے اوصاف حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے گنوائے۔ اور ہو بہو یہی سارے اوصاف نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تھے۔ جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر پہلی وحی آئی اور آپ غار حِرا سے واپس مکان پر تشریف لائے، چوں کہ پہلی وحی تھی، اس سے پہلے کبھی فرشتے سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی تھی، اس لئے آپ سہم گئے تھے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پتہ نہیں اب کیا ہوگا، اور آپ کو اپنی جان کے متعلق خطرہ لاحق ہوا، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) سے سارے حالات بیان کرنے کے بعد عرض کیا: "إِنِّي خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي" مجھے اپنی جان کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: "كَلَّا! وَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا" اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمانوں کی میز بانی کرتے ہیں، جو کمانے کے قابل نہیں اُس کو کما کر دیتے ہیں، مصائب کے موقعہ پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں (صحیح البخاری، الطبعۃ الھندیۃ/حدیث نمبر ۳، اور ۴۹۵۳، اور ۶۹۸۲)

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے جو اوصاف حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس موقعہ پر بیان کئے تھے، ہُوبہُو یہی اوصاف ابن دَغِنَہ نے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے بیان کئے تھے۔ اور پھر کہا تھا کہ میں تمہاری ذمہ داری لیتا ہوں، تم مکہ چھوڑ کر مت جاؤ۔

ایک وقت میں ایک ہی محبت

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ایسا یکسانیت کا تعلق تھا، اس کے باوجود نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کو حقیقی معنٰی میں دوست بنایا جاتا، اور اُس کی محبت دل میں رکھی جاتی تو میں ابو بکر کی محبت دل میں رکھتا، لیکن ان کی بھی محبت دل میں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی محبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی دل میں آنی ہی نہیں چاہیے۔ مؤمن کے دل میں حقیقی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔ باقی جتنے بھی تعلقات ہیں وہ سب اس کے حکم کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وجہ سے ہیں۔اسی لیے جہاں کہیں بھی کوئی ایسی بات آئے جواللہ کی محبت میں آڑ بننے والی ہو،تواُس تعلق کو ختم کرناچاہیے۔اسی لئے شریعت نے قاعدہ بتایا ہے کہ جس کام میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی ہوتی ہو،اس میں کسی کی بات مانی نہیں جائے گی ، چاہے سامنے کوئی بھی ہو، ماں ہو، باپ ہو، بیوی ہو، بیٹا ہو ،یااور کوئی ہو۔اللہ تعالٰی کی نافرمانی والی چیزوں میں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی۔

ہم خداخواہی وہم دنیائے دوں

تو نبیِ کریم(ﷺ)نے ارشادفرمایا کہ دنیا کی محبت ساری خرابیوں کی جڑہے۔جس دل میں دنیا کی محبت ہوگی اُس دل میں اللہ کی محبت نہیں آسکتی۔یہ سیدھی سادی بات ہے۔

مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں :-

ہم خداخواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال ست و محال ست و جنوں

تم اللہ تعالٰی کے بھی طلبگار ہواور کمینی دنیاکے بھی طلبگار ہو،اُس کے بھی خواہش مند ہو؟یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں ،یہ خواب وخیال اور محال چیزہے؛بلکہ یہ تو پاگل پن ہے۔یا یہ ہوگایا وہ ہوگا۔جس دل میں دنیا کی محبت ہوگی اس میں اللہ تعالٰی کی محبت نہیں آئے گی،اورجس دل میں اللہ تعالٰی کی محبت آئے گی اس میں دنیاکی محبت ہو ہی نہیں سکتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ضرورت اور محبت

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب! آپ تو اتنی ساری باتیں کرتے ہیں، لیکن ہمیں رہنا تو دنیا ہی میں ہے۔ بھوکے ہوں گے تو کھانا کھائیں گے، پیاس لگے گی تو پانی پینا ہی پڑے گا، رہنے کے لئے مکان کی ضرورت ہوتی ہی ہے، پہننے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے، اگر دنیا کو ساتھ میں نہیں رکھیں گے تو یہ سب ضرورتیں آخر کہاں سے پوری کریں گے؟

تو بھائی دیکھو! یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ آپ اپنی ضرورتیں پوری نہ کیجئے۔ بھوک لگے تو آپ کھانا کھایئے، بلکہ کھانا نہیں کھاؤگے، اور ویسے ہی مرجاؤگے تو گنہگار ہوگے، اگر بھوک لگی اور آدمی کے پاس کھانا ہے اور نہیں کھاتا یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے مرگیا تو گنہگار مرا، یہ تو ایک طرح کی خودکشی ہوگی، اُس نے حرام کام کیا، شریعت نے اس کا حکم نہیں دیا۔ شریعت تو یہ حکم دیتی ہے کہ اپنی جان بچاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض ہم پر عائد کئے ہیں، اُن کی ادائیگی کے قابل رہو، اتنا کھاؤ کہ طاقت حاصل ہو۔ تو کھانے کا حکم دیا، پینے کا حکم دیا، لباس کو ضروری قرار دیا۔ بلکہ نماز میں خاص مقدار لباس کی ایسی ہے جس کو پہننا ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر نماز ہی درست نہیں ہوتی۔ تو لباس کا حکم دیا، بلکہ قرآن کریم میں لباس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے طور پر بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زینت اور حفاظت کا سبب بنایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو اللہ تعالیٰ نے دنیامیں ساری چیزیں ہماری ضرورت کے لئے بنائی ہیں ، اس لئے ان کاحاصل کرنا،کمانااور اس کے ذریعہ سے اپنی ضرورتیں پوری کرنا منع نہیں ہے۔اصل تو یہ کہا جارہا ہے کہ اُس کی محبت دل میں نہ رکھو۔ضرورت پوری کرنا الگ چیز ہے، اور دل میں اُس کی محبت رکھنا الگ چیز ہے۔

دنیااوردل؛پانی اور کشتی

کوئی کہے کہ دن میں چوبیس گھنٹے اس سے پالاپڑتا ہے،اس کے بغیر تو زندہ ہی نہیں رہ سکتے،تواُس کی محبت دل میں کیسے نہیں ہوگی؟تومولاناروم (رحمۃ اللہ علیہ) کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے،انہوں نے بہت اچھی مثال دی ہے کہ دیکھو!کشتی پانی کے بغیر چل ہی نہیں سکتی، کشتی کا چلنا پانی پرموقوف ہے ،اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے نیچے پانی ہونا چاہیے، اگرپانی نہیں ہوگا تو کشتی چل نہیں سکتی۔لیکن پانی باہر باہرہی ہونا چاہیے،اگرسوراخ ہو گیااورپانی اندر آگیاتوکشتی ہلاک ہوجائے گی۔اسی طریقہ سے دنیا کے بغیرہم زندہ نہیں رہیں گے، لیکن دنیا باہر باہرہونی چاہیے، دل کے اندر نہیں چاہیے، اگر دل کے اندرہم اس کوجگہ دیں گے ،تو یہی دنیاہم کو ہلاک وبرباد کرکے رکھ دے گی۔جب آدمی اُس کی محبت دل میں نہیں رکھے گا،بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت رہے گی تو دنیاکوحاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کوکبھی نہیں توڑے گا،بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی کمائے گا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوراس کے حکم کے مطابق ہی خرچ کرے گا، دنیاکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی توڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

آج کل ہم جو حیلے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں نا کہ مولوی صاحب! اس کا کوئی راستہ بنناچاہیے،یہ پریشانی اوردشواری ہے،اُس کے بغیرچلتاہی نہیں ،بیمہ توکرانا ہی پڑے گا۔ تو میں سوال کرتاہوں کہ کیابیمہ کرانے سے دکان بچ جائے گی؟اگرجلنے والی ہے تووہ جل کرہی رہے گی۔درحقیقت دل میں ایسے سوالات جوپیدا ہوتے ہیں ، اس کی وجہ دنیا کی محبت ہی ہے ،اگراللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی تو آدمی کے لیے ساری چیزیں آسان ہو جاتیں، اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لیے آزماتے ہیں۔

محمودوایاز

حضرت محمود غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایازنامی ایک غلام تھا، اُس سے اُن کو بڑی محبت تھی، اورلوگ کہتے تھے کہ ایک ادنیٰ غلام ہے اور اس کے ساتھ محمود غزنوی اتنی محبت کا معاملہ کرتے ہیں۔ایک مرتبہ ان کے پاس کہیں سے ایک بڑاقیمتی موتی آیا، دربار سجا ہوا تھا،انہوں نے وزیرِاعظم صاحب سے کہاکہ یہ موتی توڑدو۔وہ نہیں سمجھا کہ بادشاہ امتحان لےرہے ہیں،اس لیےوزیراعظم نے کہاکہ حضرت! یہ کیسے توڑدوں ،اتنا قیمتی موتی ہے، اس نے نہیں توڑا۔دوسرے سے کہا، تیسرے سے کہا لیکن کسی نے نہیں توڑا ، آخر میں انہوں نے ایازسے کہاکہ اس کو توڑدو۔اس نے ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں کی اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زور سے نیچے دے مارا اور توڑ ڈالا۔ لوگ اس پر ہنسنے لگے کہ کتنا قیمتی موتی تھا، تم نے توڑ دیا؟ تو اُس نے کہا کہ ہاں! مجھ سے غلطی ہوگئی، لیکن اگر میں اس کو نہ توڑتا تو بادشاہ سلامت کا حکم ٹوٹتا، اور ان کا حکم اس موتی سے بھی زیادہ قیمتی ہے، اس لئے میں نے سوچا کہ بھلے ہی یہ موتی بڑا قیمتی کیوں نہ ہو، اور ساری دنیا اسے قیمتی سمجھتی ہو، لیکن اس سے زیادہ قیمتی تو بادشاہ کا حکم ہے جسے ٹوٹنے سے بچانے کے لئے مجھے اسے توڑنا پڑا۔ اُس وقت لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ محمود کو اس کے ساتھ جو محبت ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت دل میں ہو، دنیا کی محبت سے دل خالی ہو۔ آج ہمارے لئے قدم قدم پر جو رکاوٹیں کھڑی ہیں اُس کی بنیاد یہی ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے لیے یہی ساری چیزیں آسان تھیں۔

یہ دل میں اُتارنے کی چیز نہیں

اور دیکھو! دنیا ضروری تو ہے لیکن اس کی محبت دل میں نہیں ہونی چاہیے، بعض لوگوں نے اس کی ایک اور مثال دی ہے۔ جیسے کسی نے شاندار قسم کا کوئی بنگلہ بنایا، اُس میں بیڈ روم بنایا، ڈرائنگ روم اور سٹنگ روم بنایا، لیکن بیت الخلاء نہیں بنایا۔ اس نے یوں سوچا کہ بدبودار چیز کو ایسے اعلیٰ بنگلے میں کیا بنانا۔ تو ظاہر ہے کہ جو بھی آئے گا وہ کہے گا کہ چاہے سب کچھ ہے، لیکن بیت الخلاء نہیں ہے، تو یہ بنگلہ ادھورا ہے۔ کسی بنگلے کے مکمل ہونے کے لئے بیت الخلاء ضروری ہے۔ وہ نہیں ہوگا تو یہ بنگلہ ناقص ہے ایک مکمل گھر کے لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بیت الخلاء لازمی اور ضروری چیز ہے؛لیکن کیا کوئی آدمی اپنے دل میں بیت الخلاء کی محبت لیے پھرتا ہے کہ میں کب اپنے کام کاج سے فارغ ہوؤں اور وہاں جاکر آرام سے بیٹھوں؟ نہیں!بلکہ وہ ایک ضرورت کی چیز ہے،جس کے بغیر مکان مکمل نہیں ہوسکتا،اُس کے باوجود اُس کی محبت ذرہ برابر بھی دل میں نہیں ہوتی اور کبھی اُس کا خیال بھی نہیں آتا۔اسی طرح دنیا کا حال بھی ہے کہ دنیا ایک ضروری چیز ہے،لیکن ایسی ہی ہے جیسا کہ بیت الخلاء ضروری ہوتا ہے کہ اُس کے بغیر آدمی زندگی نہیں گذار سکتا اور مکان بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔اسی طرح دنیا کی یہ ساری چیزیں زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہیں ، لیکن دل میں اُتارنے کی چیز نہیں ہے،اس کی محبت ہی ساری رکاوٹ کی بنیاد ہے۔

چوٹ کر گیا

حضرت فرید الدین عطار(رحمۃ اللہ علیہ) بڑے بزرگ گذرے ہیں،ان کی فارسی زبان میں "پندنامہ"ایک کتاب ہے جو ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔پہلے وہ تاجر اور دنیادار آدمی تھے،دوافروش تھے،یونانی دوا کی بہت بڑی دوکان تھی اور خوشبوئیں بھی رکھتے تھے، اسی لئے عطار کہا جاتا ہے۔ایک مرتبہ دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک درویش صفت آدمی آیا اور ایک شیشی اُٹھائی اس کو دیکھا،دوسری شیشی اُٹھائی اس کو دیکھا،تیسری شیشی اُٹھائی اس میں کچھ دیکھا،یہ ڈبیہ اٹھائی،وہ ڈبہ اُٹھایا۔انہوں نے کہا: کیا بات ہے ، کیا کچھ خریدنا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔انہوں نے کہا:جب کچھ خریدنا نہیں چاہتے تو یہ سب اُٹھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اُٹھاکرکیا دیکھ رہے ہو؟ اُس نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اتنی ساری شیشیاں جمع کر رکھی ہیں ، تمہاری روح کیسے نکلے گی؟ وہ تو ایک شیشی میں سے نکلے گی، دوسری شیشی میں پھنسے گی، دوسری سے تیسری میں جائے گی۔انہوں نے کہا: جیسے تیری نکلے گی ویسے میری نکلے گی۔اس نے کہاکہ دیکھو میری تو اس طرح نکلے گی۔اورایک کونے میں جاکرلیٹا،لا الٰہ الا اللہ کہا اور مر گیا۔

اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کسی بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو ایسے غیبی لطیفے ظاہر کردیتاہے۔ان کے لیے بھی اللہ کے قرب اوراس کی رضامندی کے حصول کاوقت آگیا تھا۔بس!یہ واقعہ اُن کے دل پرچوٹ کر گیااور تجارت چھوڑکراللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے اور مقبولین میں شامل ہوئے۔

دل پرچوٹ لگ گئی

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جی انہی چیزوں میں اٹکے ہوئے رہتے ہیں تو موت کے وقت یہی چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں،پہلے وہ حاکم تھے،ان کی بڑی سلطنت تھی،اللہ تعالیٰ کوجب اُن کو اپنی طرف متوجہ کرنامنظور ہواتو ایک مرتبہ ایسا ہواکہ وہ اپنے محل میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے،اتنے میں سناکہ محل کی چھت کے اوپرسے کسی کے چلنے کی آواز آرہی ہے۔سوچنے لگے کہ ابھی اس وقت محل کی چھت کے اوپر کون ہوگا؟کوئی چور آگیا ہوگا۔سنتریوں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہاکہ دیکھوکون ہے۔اس کو پکڑکر دربار میں پیش کیاگیا۔پوچھا:کون ہو، اوراس وقت یہاں کیا کررہے ہو؟اُس نے کہا: میرا اونٹ گم ہوگیا ہے،میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔انہوں نے کہا:پاگل آدمی ہو،کہیں اونٹ شاہی محل کی چھت پر تلاش کیا کرتے ہیں ؟ اگر تلاش ہی کرنا ہے تو جنگل اور صحراء کے اندرجاؤ، وہاں تمہارا اونٹ ملے گا،شاہی محل کی چھت کے اوپر اونٹ تلاش کرنا تو پاگل پن اوربڑی حماقت کی بات ہے اُس نے کہا:جس طرح شاہی محل کی چھت پراونٹ کاتلاش کرنا حماقت ہے ،اسی طرح محل میں بیٹھ کر اللہ کو ڈھونڈنابھی بڑی حماقت ہے۔بس!یہ سن کردل پرچوٹ لگ گئی، سب سلطنت چھوڑ دی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

زُہد کی اہمیت

تویہی زہد کی حقیقت ہے اوراس کی بڑی فضیلت آئی ہے،بلکہ ساری خوبیوں اورباطنی اوصاف کی جڑیہی ہے۔اسی لئے آپ نے فضائلِ صدقات کے دوسرے حصہ میں پڑھا اورسناہوگا کہ حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے زہد کی فضیلت کے لیے بڑے اہتمام سے مستقل ایک فصل قائم کی ہے اوراس میں زاہدوں کے قصے بتائے ہیں۔آپ قرآن اور حدیث میں اور بزرگوں کے کلام میں بھی جگہ جگہ دیکھیں گے تویہی ملے گا کہ یہ دنیافانی اور ختم ہونے والی چیز ہے،اور بہت تاکید کے ساتھ اس کوبیان کیا گیاہے۔جتنی بھی برائیاں ہیں جیسے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حسد، کینہ، بغض، لڑائی جھگڑے ؛یہ ساری برائیاں اسی دنیا کی محبت کی وجہ سے آتی ہیں، اسی کی خاطر سب کچھ ہوتا ہے،اس لئے اس کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

یہاں باب قائم کیاہے"زہد فی الدنیا"اوربہت ساری آیات پیش کی ہیں۔دنیاسے بے رغبتی کی فضیلت،اور دنیا کو کم سے کم اختیار کرنے کی ترغیب۔یعنی آدمی کو اپنی ضرورتیں توپوری کرنی ہی ہیں، لیکن کوشش یہ کرے کہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے میں جتناکم سے کم ہوسکتا ہےاسی پراکتفاء کرے،دنیاکوزیادہ حاصل نہ کرے۔اگر زیادہ حاصل کرے گاتواس کا نتیجہ یہ ہوگاکہ آدمی کی حاجتیں اورخواہشات بڑھتی جائیں گی ، پھر اس کی محبت بھی بڑھتی جائے اورقیمت بھی ادا کرنی پڑے گی۔

چارملکوں کے گورنرکامکان

حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،اور رومیوں کے ساتھ جو آخری معرکہ ہوا،جس میں اسلام کوغلبہ ہوا،اس کے سپہ سالاریہی تھے۔حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نےان کودمشق اورشام کاگورنر بنایا تھا۔ایک مرتبہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)شام تشریف لے گئے، اُس زمانہ میں شام آج کے شام جتنا نہیں تھا،بلکہ فلسطین، شام ،جورڈن اور لبنان؛یہ کل چارملک مل کراس زمانہ کا شام کہلاتا تھا۔اس کے گورنرحضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) تھے۔حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی عادت یہ تھی کہ کسی کوجب کسی علاقے کا حاکم بناتے تھے، تواس کاجائزہ بھی لیتے رہتے تھے،اس کے حالات کی اطلاع لیتے تھے کہ حاکم بننے کی وجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی، کہیں دنیا کی محبت میں مشغول تو نہیں ہوگیا تو ایک مرتبہ خود شام تشریف لے گئے، حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) ان کے استقبال کے لیے آئے،حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں ذرا آپ کا مکان دیکھنا چاہتا ہوں۔انہوں نے کہا: کیوں دیکھو گے،آنسو بہانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)نے کہا: نہیں! مجھے دیکھناہے۔کہا:چلیئے۔جب دمشق کی پوری آبادی سے گذر کر باہر نکلے تو دیکھا کہ کھجور کی ٹہنیوں سے بناہواایک جھونپڑاہے۔جب اندر تشریف لے گئے تودیکھا کہ ایک مصلیٰ بچھاہوا تھا۔یہ دیکھ کرحضرت عمر (رضی اللہ عنہ)نے پوچھا:تمہارے پاس صرف یہ مصلیٰ ہی ہے،کوئی بستر بھی نہیں؟اور کھانے کے لئے کوئی برتن بھی نہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مصلیٰ جائے نماز کا بھی کام دیتاہے،اوریہی میرابستر بھی ہے،اسی پر سوتا ہوں۔اور جھونپڑے کی چھت میں سے لکڑی کاایک پیالہ نکالااور کہایہ میراپیالہ ہے،اسی سے پیتا ہوں ، اسی میں کھاتاہوں، اس کے علاوہ اورکوئی سامان نہیں ہے۔یہ دیکھ کر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) رونے لگے اور کہا: سب نے اپنی حالت میں تبدیلی کرلی،لیکن اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ تم اسی حالت پر ہو جس پر نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے چھوڑا تھا۔(سیر اعلام النبلاء)

فقر کا مطلب

اس باب میں فقر کی فضیلت بھی بیان کی ہے۔فقر کامطلب کیاہے ؟فقر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں دنیاکی رغبت نہ رکھے۔بزرگوں نے لکھاہے کہ ایک آدمی کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاس ظاہری اعتبار سے مال و دولت نہیں ہے لیکن دل دنیا کی محبت سے بھرا ہوا ہے تو اس سے زیادہ محروم کون کہا جاسکتا ہے کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔دنیوی اعتبار سے بھی مال ودولت نہیں ہے اور دل میں دنیا کی محبت بھری ہوئی ہے،توآخرت سے بھی محروم رہا۔اوردوسرا آدمی ایساہے جس کے پاس بہت دولت ہے، لیکن اس کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہے،دنیاکی رغبت اس کے دل میں نہیں ہے ،توکوئی حرج کی بات نہیں، یہ مال و دولت اس کے لئے مضر نہیں ۔

دنیوی زندگی کی مثال

باری تعالیٰ کاارشاد پیش کیاہے:﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ. كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ دنیوی زندگی کی مثال بارش کے اس پانی کی ہے جو ہم نے آسمان سے اتارا،اس کے ساتھ زمین کا سبزہ باہر نکل آیا (بارش کا پانی جب برستا ہے توزمین پر سبزہ نکل آتا ہے،اوریہی جانوروں اور انسانوں کے کھانے کی مختلف چیزیں ہیں)یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق حاصل کرلی اور وہ مزین ہوگئی (یعنی اس سبزہ کی وجہ سے بڑی خوبصورت نظر آنے لگی) اور جن لوگوں نے یہ کھیتی باڑی بوئی تھی وہ یوں سمجھنے لگے کہ اب تو یہ بالکل تیار ہے اور ہم اس کو اپنے قابو میں لے چکے (باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) اسی درمیان ہمارا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حکم آپہنچا (کوئی آسمانی آفت) دن میں یارات میں (آگئی، یا گرم ہوا چلی، یا برف پڑی) تو ہم نے اس کو چوراچورا کرکے بالکل ایسا کردیا کہ گویا کل یہاں کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ ہم اسی طرح نشانیوں کو واضح کرکے پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں اور غوروفکر کریں۔

آدمی دنیا میں محنت اور کوشش کرتا ہے، بنگلے کھڑے کئے، کاریں اور فیکٹریاں بنائیں، سب لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا سامراج قائم کیا ہے، لیکن ادھر آنکھ بند ہوئی کہ سارا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔ کہاں گیا؟ ایک دم سے سب کچھ غائب ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ توزندہ رہتا ہے اور یہ سب ختم ہوجاتا ہے۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ دنیاباقی رہنے والی چیز نہیں ہے، پھر کیوں آدمی اپنی صلاحیت اور قوت اس کے اندر برباد کرے۔ آدمی کو چاہیے کہ ضرورت جتنا حاصل کرنے کے بعد اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو آخرت کے لئے استعمال کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۲

دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت اور سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

﴿مجلس ۲﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸/شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ۵/فروری ۲۰۰۰ء

دنیا سے بے رغبتی کا عنوان چل رہا تھا کہ آدمی اپنے دل میں دنیا کی محبت نہ رکھے، اس لیے کہ ساری خرابیوں کی جڑ یہی ہے۔اس سلسلہ میں انہوں نے بہت ساری آیتیں پیش کی ہیں۔ایک آیت گذشتہ مجلس میں ہو چکی تھی۔

باقیات صالحات

آج دوسری آیت پیش کی ہے جس میں دنیوی زندگی کتنی قلیل ہے،اس کو بتلاتے ہیں ﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا .الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا.(کھف: ۴۵۔۴۶)﴾ اے نبی!آپ اُن کے سامنے دنیوی زندگی کی مثال پیش کیجئے:اُس پانی کی طرح جس کو ہم نے آسمان سے اُتارا(یعنی بارش)پھراس کے ساتھ زمین کا سبزہ نکل آیا(بارش جب برستی ہے تو کھیتی اوردوسری سر سبز چیزیں بارش کی وجہ سے اُگ آتی ہیں اوروہ آدمی کو بہت اچھی اور بھلی بھی لگتی ہے،بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔لیکن کتنے دنوں کے واسطے،چند دنوں کے بعد)پھر وہی سبزہ(جو نکلا تھا)سوکھ جاتا اور چورا چورا ہو جاتا ہے، اور ہوائیں اس کو اُڑا کر لے جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ یہ مال واولاد دنیوی زندگی کی زیب و زینت ہے، اور باقی رہنے والے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کے اعتبار سے بھی بہت بہتر ہیں اور امید رکھنے کے اعتبار سے بھی یہی بہتر ہیں۔ آئندہ ذخیرہ رکھنے کے اعتبار سے بھی زیادہ بہتر ہیں ، آئندہ اس سے امید رکھی جاسکتی ہے۔دنیا کا مال و اسباب آدمی کتنا ہی جمع کرلے لیکن بہر حال ایک دن وہ چھوٹنے والا ہے۔

یہ مثال دے کر بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ سب دنیوی زندگی کی ظاہری چمک دمک اور زیب وزینت ہے،اُس کی وجہ سے آدمی کو اس کی طرف مائل ہوکر آخرت کو نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں۔یہ جو کچھ بھی نظر آرہاہے ،سب چندروزہ ہے۔یا دنیا میں موت سے پہلے ہی ہاتھوں سے نکل جائے گا ،یا اگر یہاں باقی رہا تو مرنے کے بعد خودہی اس کو چھوڑکر جانا ہے۔ہمیشہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے۔باقی رہنے والے تونیک اعمال ہیں جو آدمی کرتا ہے۔

حدیث پاک میں ” باقیات الصالحات “کی تشریح میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ کے ذکر کے طورپڑھی جانے والی تسبیحات -سبحان اللہ ،الحمداللہ،اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ ولاحول ولا قوۃ الاباللہ-کاثواب ہمیشہ باقی رہنے والا ہے(موٴطامالک ۷۱۵)اور دوسرے جتنے بھی نیک اعمال ہیں وہ سب باقیات الصالحات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا اجر ملے گا۔اس لیے جس سے آدمی امید اور آس لگائے وہ یہی چیزیں ہیں۔باری تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ اُمید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لگانے کی چیزیں تو یہی ہیں۔پیسہ تو ختم ہوجائے گالیکن نیک اعمال جو ہم کریں گے، وہی آخرت میں کام آئیں گے ،انہی سے کام بنے گا۔

لہوولعب

ایک اورآیت میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ. (الحدید:۲۰)﴾

جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچے جو کھیل کھیلتے ہیں،جن کا کوئی مقصد اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا؛ایسی چیز کو"لَعِبٌ"سے تعبیر کیاجاتاہے۔اور آدمی غم وفکر سے اپنے آپ کو نجات دلانے، طبیعت میں چستی پیدا کرنے اور طبیعت کو بہلانے کے لیے جو کوئی مشغلہ اختیار کرے؛ اس کو "لَہْوٌ"سے تعبیر کیاجاتاہے۔اس میں ذرا مقصد تو ہوتا ہے ، لیکن یہ بھی وقت گزاری کی ہی ایک چیز ہے۔تو دُنیوی زندگی کو لعب و لہو سے تعبیر کیا ہے۔

بچہ جب ایک دم چھوٹا ہوتا ہے،اس وقت جو کچھ کھیل کیا کرتا ہے؛اس کو "لعب" سے تعبیر کیاجاتاہے،اور کچھ بڑا ہوکر اپنے آپ کو بہلانے کے لئے جو کچھ کھیلا کرتا ہے: اس کو"لہو" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿وَزِيْنَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ﴾ اور (دنیوی زندگی) زینت اور آپس میں ایک دوسرے سے فخر کرنا ہے۔ آدمی جب جوان ہوتا ہے تو عام طور پر اس کی طبیعت میں یہ ہوتا ہے کہ میں اچھا لباس پہنوں ، اچھی سواری، اچھی کار، اچھا اسکوٹر استعمال کروں ،اور میرا عمدہ مکان ہو۔ اور پھر ان چیزوں میں آپس میں فخر کرتا ہے کہ میرا لباس تمہارے لباس سے ، میری کار تمہاری کار سے،میری سواری تمہاری سواری سے اچھی ہے، میرا مکان تمہارے مکان سے عمدہ ہے۔

زندگی میں تین مرحلے

آدمی کی زندگی میں تین مرحلے آتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بوڑھاپا۔ بچپن میں عام طور پر کھیل کود میں آدمی کا وقت گزرتا ہے،جس کو ”لعب ولہو“ سے تعبیر کیا گیا۔ اور جوان ہونے کے بعد” زینت و تفاخر“ میں مشغول ہوتا ہے یعنی ایسی چیزوں میں جو آدمی کی زینت کا باعث ہوتی ہیں ،اور اسی پر آپس میں فخر کرتا ہے۔ اورجب عمر بڑی ہوجاتی ہے،بڑھاپا آتا ہے تو پھر ”تکاثر فی الاموال والاولاد“ یعنی مال واولاد کی زیادتی میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے ، اب یہ چیز دیکھی جاتی ہے کہ میرے پاس اتنا مال ہے، میری اتنی اولاد ہے۔ گویا دنیوی زندگی کے یہ تین دور ہیں جن کے اندر عام طور پر آدمی کی جو مرغوبات ہوتی ہیں ان کو اس آیت میں بیان کردیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آگے باری تعالیٰ فرماتے ہیں: دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے بارش برسی اس سے جو کچھ بھی سبزہ وغیرہ ہوا، اس کو دیکھ کر کسان بہت خوش ہوتے ہیں، پھر اس میں کچھ نکھار اور رونق پیدا ہوتی ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد وہی رونق پیلی پڑ جاتی ہے، اور کچھ دنوں کے بعد چورا چورا ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ گویا کھیتی کا پورا پروسجر (procedure) ہے کہ دو تین چار مہینے میں معاملہ نمٹ جاتا ہے، کھیتی آدمی کو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ چندروزہ ہے۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ یہ بتلاتے ہیں کہ دنیوی زندگی کا بھی یہی حال ہے، آدمی کتنا ہی مال ودولت جمع کرلے، کتنی ہی چیزیں اپنے لیے حاصل کرلے اور بسالے، چند دنوں کا معاملہ ہے۔ اس میں اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تو پھر آخرت میں بڑا سخت عذاب ہے، اور اگر یہاں اطاعت اور فرمانبرداری کرر کھی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت بخشش اور خوشنودی عطا کی جائے گی۔ دنیا میں دو حال سے خالی نہیں، یا تو اللہ کو ناراض کرنے والے کام کئے ہیں تو سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی، اور پھر کوئی کوتاہی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔

رقیم، متاع اور تبارک

اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ "متاع" اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی اپنی وقتی ضرورت پوری کر لیا کرے۔ ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ایک واقعہ بیان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرتے تھے۔صاحب بن عباد جو لغت کے امام ہیں اور مؤرخ بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے قرآنِ پاک کے تین لفظوں کی تحقیق مطلوب تھی،ایک تو لفظ ''رَقِيمٌ'' جو سورۂ کہف میں ہے۔دوسرا لفظ ''تَبَارَكَ'' جو سورۂ فرقان اور سورۂ ملک میں ہے اور تیسرا لفظ ''مَتَاعٌ''۔ اوران کی عادت تھی کہ وہ دیہاتوں اوراعراب کے علاقوں میں پہنچ جاتے جہاں خالص عربی زبان بولی جاتی تھی اوران کی زبان سنتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ مَیں ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ گھر والے نہیں ہیں اورایک بچہ بیٹھاہواہے اتنے میں ایک کتا آیااوروہ کپڑا جو چولہے پر ہنڈیا وغیرہ پکڑنے کے لیے استعمال کیاجاتا ہے،اس کو اپنے منہ میں اٹھا کر چلاگیااور قریب ہی پہاڑ کی چوٹی تھی اس پر جاکر پاؤں پھیلا کر اچھی طرح سے براجمان ہو کر بیٹھ گیا۔جب گھر والے آئے تو اس بچے نے سارا منظر جو دیکھا تھا وہ اس طرح بیان کیا: ''جَآءَ الرَّقِيْمُ وَأَخَذَالْمَتَاعَ وَتَبَارَكَ الْجَبَلَ''،رقیم یعنی کتا آیا اور متاع یعنی وہی کپڑا(صافی،جو قیمتی نہیں ہوا کرتا لیکن اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا) اُٹھایااور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا(تفسیر حقی۔۷/۳۲۲) بتلانا یہ ہے کہ اس کپڑے کی کوئی قیمت نہیں ، لیکن کوئی کچن اور باورچی خانہ اس سے خالی بھی نہیں،اس لئے کہ اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا ہے۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ ضرورت کی چیز ہے، لیکن اس کی کوئی حیثیت اور قیمت نہیں ہے،اس لئے اس میں آدمی کو دل نہیں لگانا چاہیے۔اگر اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام توڑے، اور اللہ تعالیٰ سے اپنا جیسا رشتہ قائم کرنا چاہیے وہ نہ کرے ؛ تو یہ تو اور زیادہ خطرناک بات ہے۔

استعمال کا سامان

آگے ایک اور آیت پیش کی ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ. ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ. (آل عمران: ١٤)﴾ لوگوں کے لیے چیزوں کی محبت مزین کر دی گئ (یعنی اللہ تعالیٰ نے قدرتی اور فطری طور پر انسان کے دل کے اندر ان چیزوں کو مرغوب بنایا ہے۔ یعنی) عورتیں ، لڑکے، سونے اور چاندی کے سجائے ہوڈھیر، نشان لگے ہوئے گھوڑے، جانور اور کھیتی (یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ قدرتی طور پر انسان کے دل میں ان کی محبت ہوتی ہے) جیسا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے باری تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ ! انسان کے دل میں ان چیزوں کی تونے محبت ڈالی ہے، لیکن ہم اُس کو تیری رضا کے ساتھ حاصل کریں ، اور تیری رضا کے مطابق استعمال کریں ، اس کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ (بخاری شریف، ٦٤٤٠)

تو ان چیزوں کی محبت فطری ہے، لیکن باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیوی زندگی کے استعمال کا سامان ، ضرورت اور برتنے کی چیز ہے ، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اور اچھا ٹھکانہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے۔اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اپنے لیے اچھا ٹھکانہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور دنیوی زندگی کے دھوکہ میں نہ آئے۔

دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے

اور ایک آیت پیش کی ہے:﴿يَاأَيُّهَاالنَّاسُ إِنَّ وَعْدَاللهِحَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَاوَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللهِ الْغَرُوْرُ.(فاطر:۵)﴾اے لوگو!اللہ کا وعدہ(کہ دنیا ختم ہوگی قیامت آنے والی ہے،اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہےاور اعمال کا جواب دینا ہے، یہ سب) ایک حقیقت ہے (یہ نہ سمجھنا کہ یہ سب ایسا ہی ہے ، بلکہ یہ سب ہونے والا ہے) اس لئے دنیا کی زندگی تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے۔یعنی دنیا کی زندگی میں پڑکریہ مت بھول جانا کہ دوبارہ پیدا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے، اپنے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں تم کو شیطان دھوکہ میں نہ ڈال دے۔شیطان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ آدمی دنیا میں ایسا رچ بس جائے اور اس کے اندر ایسا مرکھپ جائے کہ آخرت کو فراموش ہی کردے۔اس لیے باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو!شیطان کے دھوکے میں نہ آنا،اس کی کوشش تویہی ہوگی کہ وہ تمہیں ایسی چیزوں میں مشغول کردے جو تمہارے لئے نقصان کا باعث ہو۔

اورمفسرین نے لکھا ہے کہ شیطان کا دھوکہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کے کاموں میں ڈال کریہ اُمید دلاتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہت معاف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرنے والے ہیں۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں وہ یہی سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔لیکن جیسا کہ میں پہلے بھی(باب المراقبہ، جلد نمبر ۲، حدیث نمبر ۲۶ کے ذیل میں)بتلا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معافی کاایک قاعدہ ہے، اس لیے شیطان کے اس دھوکہ میں آکر گناہوں اور نافرمانیوں میں نہ لگے،اور دنیا کی محبت کے پیش نظر آخرت سے غافل نہ ہوجائے۔

تم کو غفلت میں ڈال دیا

ایک اور آیت پیش کی ہے﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ۔حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ﴾مال و دولت کی زیادتی نے تم کو غفلت میں ڈال دیا (جب آدمی کے پاس مال و دولت آتا ہے، تواس کو زیادہ حاصل کرنے کی فکر میں اللہ تعالیٰ اورآخرت کی طرف سے غافل ہوجاتا ہے،اوریہ سلسلہ اس کی زندگی میں جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ تم قبروں کی زیارت کرلوگے (یعنی موت تک آدمی اس میں لگارہتاہے کہ میں مال اور بڑھالوں،اس میں کسی نہ کسی طرح اضافہ کر لوں،اوراس میں وہ ایسا مشغول ہوجاتاہے کہ موت آجاتی ہے)ایسا نہ ہو،اور ہر گز ایسا نہیں ہونا چاہیے، تم کو معلوم ہوگااور پھر یقین کے ساتھ معلوم ہوگا۔(یعنی گویا وہاں جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہلاوا نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے کہ آخرت کا معاملہ پیش آنے والا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آخرت کا گھر ہی ہمیشہ کی زندگی ہے

ایک اور آیت ہے﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔(العنکبوت:۶۴)﴾دنیا کی یہ زندگی ایک تماشہ اور کھیل ہے (کہ تھوڑی دیر کے لئے آدمی تماشہ دیکھتا ہے اور دل بہل جاتا ہے اورپھر تماشہ ختم ہوجاتا ہے،سب کچھ خواب و خیال کی طرح ایک چیز ہوجاتی ہے) اور آخرت کا گھر ہی ہمیشہ کی زندگی ہے، کاش کہ لوگ جانتے (لیکن عام طور پر لوگ اس سے غافل ہیں)

بہرحال! قرآنِ پاک میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے انسانوں کو یہ بتلایاہے کہ دنیاکی زندگی چند روزہ ہے،اورآخرت ہمیشہ باقی رہنےوالی ہے، اس لئے آدمی کوچاہیے کہ آخرت کی تیاری کرے۔دنیا بقدر ضرورت حاصل کرے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والاہو۔

آگے اس سلسلے میں روایتیں لاتے ہیں،ان سب کاحاصل یہ ہے کہ آدمی کو اپنے دل میں دنیا کی محبت نہیں رکھنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور کو اندیشہ

حدیث ۴۵۷

عن عمرو بن عوف الانصاری (رضی اللہ عنہ): أَنَّ رَسُولَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بنَ الجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الأنصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) حِينَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؛ فَقَالُوا: أَجَلْ، يَارَسُولَ اللهِ. فَقَالَ: أَبْشِرُوا وأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن عوف انصاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو بحرین بھیجا تاکہ لوگوں کے اوپر جو جزیہ مقرر کیا گیا تھا وہ وصول کرکے لاویں۔ چناں چہ بحرین سے وہ جزیہ کے طور پر مال کی ایک بڑی مقدار لے کر آئے (کہتے ہیں کہ ایک لاکھ درہم لے کر آئے تھے اور اتنی بڑی رقم نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ مال کی اتنی بڑی مقدار جزیہ کے طور پر آئی تھی۔ رات کے وقت وہ آئے تھے اور راتوں رات یہ بات مدینہ منورہ میں پھیل گئی کہ ابو عبیدہ بحرین سے جزیہ کی بڑی مقدار وصول کرکے لائے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ ساری رقم مسلمانوں میں تقسیم ہونے والی تھی، جب رات ہی مدینہ میں یہ بات پھیل گئی اور) انصار نے بھی سنا تو فجر کی نماز میں سب مسجد نبوی میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آگئے۔ جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فجر کی نماز سے فارغ ہوکر واپس ہورہے تھے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اپنے آپ کو حضور کے سامنے پیش کرنے لگے، جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے، اورارشاد فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تم لوگوں نے یہ بات سن لی کہ ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! ایساہی ہے۔تو حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا:خوشخبری سن لو اور اپنے آپ کواُمید دلاؤ اُس چیز کی جو خوش کرنے والی ہے، لیکن (ایک بات یادرکھو) اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق فقر کا اتنا اندیشہ نہیں ہے جتنا ڈر اوراندیشہ اس بات کا ہے کہ تمہارے اوپر دنیاپھیلادی جائے، جیسے تم سے پہلی اُمتوں کو دی گئ تھی، پھرتم اُس کو حاصل کرنے کے لیے آپس میں اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلہ پراورایک دوسرے کی ریس میں آجاؤ جیسے کہ وہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ پر آتے تھے۔پھریہ دنیاتم کواُسی طرح ہلاک کردے جس طرح اُن کو ہلاک کیاتھا۔

افادات:-بحرین والوں کے ساتھ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صلح ہوئی تھی اور ان پر جزیہ مقررکیا تھا،اسی کو وصول کرنے کے لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کوجو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں بھیجا۔

میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ مدینہ منورہ کے مختلف محلے تھے،اورعام طورپر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) فجرکے بعد اطمینان سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آتے تھے،اوروہ حضرات ظہر و عصر کی نماز میں آپ کے ساتھ شریک ہوتے تھے،عصرکی نمازکے بعدپھر اپنے اپنے محلوں میں چلے جاتے تھےاور مغرب،عشاءاورفجروہیں ہوتی تھی۔البتہ جو حضرات مسجد نبوی کے آس پاس آباد تھے وہ تمام نمازیں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کرتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے۔لیکن اس روزوہ لوگ بھی-جواپنے محلوں میں فجر کی نماز پڑھنے کے عادی تھے-مسجد نبوی میں پہنچ گئے کہ فجر کے بعد مال تقسیم ہو گا،جب نبیٔ کریم (ﷺ) فجر کی نماز سے فارغ ہوکرواپس ہورہے تھے توصحابۂ کرام نے یہ سوچ کراپنے آپ کو حضور کے سامنے پیش کیا کہ ہمیں دیکھیں گے تو یاد آجائے گا۔جب نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان کو دیکھاتوآپ مسکرائے کہ روزانہ توفجر کی نماز اپنے اپنے محلوں میں پڑھتے ہیں ،اور آج یہاں آئے۔اصل بات آپ سمجھ گئے۔آپ(ﷺ)نے مسکراکر ارشاد فرمایاکہ میرا خیال یہ ہے کہ تم لوگوں کو پتہ چل گیاہے کہ ابو عبیدہ بحرین سےمال لے کر آئے ہیں؟انہوں نے کہا:جی ہاں اے اللہ کے رسول!ایساہی ہے۔انہوں نے کوئی بات چھپائی نہیں۔ہم لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے، اگرہماری بات پکڑی جائے توکہنے لگتے ہیں کہ نہیں حضرت!ایسا نہیں ہے، میں تو ویسے ہی آگیا تھا،یہاں آکر مجھے پتہ چلا۔لیکن انہوں نے سچی سچی بات بتلادی کہ ہاں اے اللہ کے رسول! ہمیں رات کو معلوم ہوا کہ ابو عبیدہ مال لے کر آئے ہیں ، اسی لئے آج فجر کی نماز میں ہم یہاں آگئے۔

فقر سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا

حضورِاکرم(ﷺ)نے ارشادفرمایا:خوشخبری سن لو اور اپنے آپ کو اُمید دلاؤ اُس چیز کی جو خوش کرنے والی ہے۔مطلب یہ ہے کہ تم جو اُمید لے کر آئے ہووہ پوری ہونے والی ہے،مَیں مال تقسیم کروں گا اور سب کو ملے گا اور تم جس مقصد کے لئے آئے ہو وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حاصل ہوجائے گا، لیکن ایک بات یادرکھو، اللہ کی قسم! تمہارے متعلق مجھے فقر کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ یعنی اگر تم کو فقر و فاقہ آجائے، اُس کی وجہ سے مجھے اتنا ڈر نہیں، جتناڈر اور اندیشہ اس بات کا ہے کہ تمہارے اوپر دنیا پھیلا دی جائے، اور دُنیاکی مال و دولت تم کواس کثرت سے دی جائے جیسے تم سے پہلی اُمتوں کو دی گئی تھی، پھر تم اس کو حاصل کرنے کے لیے آپس میں اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلہ اور ریس میں آجاؤ جیسے کہ وہ لوگ کرتے تھے۔ اورجب دنیاحاصل کرنے کے لیے مقابلہ ہوگاتو آپس میں دشمنیاں پیداہوں گی اور قتل وقتال ہوگا، رشتہ داروں کے حقوق ضائع ہوں گے، اور دیگر گناہوں میں ابتلاء ہوگا۔ پھریہ دنیا تم کو اُسی طرح ہلاک کردے گی جس طرح اُن لوگوں کو ہلاک کیاتھا۔ گویانبیؐ کریم (ﷺ) نے بتلادیا کہ فقروفاقہ کی وجہ سے تمہارے دین پر مجھے اتنا خطرہ نہیں جتنا مال و دولت کی وجہ سے ہے۔ فقر و فاقہ میں تمہارا دین اتنا برباد نہیں ہوگا جتنا مال و دولت کی وجہ سے ہوگا، مال و دولت اوردنیاکی کشادگی حاصل کرنے کے لیے جب آپس میں حقوق ضائع ہوتے ہیں، اس سے دین کوجو نقصان پہنچتا ہے، اتنافقر سے نہیں پہنچتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیا کی زیب وزینت کا ڈر

حدیث ۴۵۸

عن أبي سعيدبن الخدری (رضی اللہ عنہ) قَالَ: جَلَس رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) على الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فقَالَ: إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِى مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا۔ (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر کچھ ارشاد فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ کے آس پاس بیٹھ گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس تقریر میں یہ ارشاد فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دُنیا کی زیب و زینت کھولی جائے گی۔

افادات:- میرے بعد ملک فتح ہوں گے اور دنیا کی دولت اور زیب و زینت تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھولی جائے گی اور اس کے نتیجے میں دنیا کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں مقابلے ہوں گے اور بندوں کے حقوق ضائع ہوں گے اور دین کو نقصان پہنچے گا اس کا مجھے ڈر ہے۔ گویا پہلے سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے متنبہ کر دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیا شیرین اور سر سبز ہے

حدیث ۴۵۹

وعنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ(ﷺ)قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا. فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ. فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ.

ترجمہ:-حضرت ابو سعید خدری(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:دنیا شیرین ،سرسبز وشاداب ہے۔اوراللہ تعالیٰ تم کواس دنیاکی حکومت میں دوسروں کاجانشین بنائے گااورپھر تمہیں آزمائے گاکہ تم کیا کرتے ہو۔دُنیا کے فتنے سے بچو اور عورتوں کے فتنے سے بھی بچو۔

افادات:- (۱)" شیرین ،سر سبز وشاداب"کامطلب یہ ہے کہ دیکھنے میں بھی بھلی معلوم ہوتی ہے اور استعمال کرنے میں بھی اچھی لگتی ہے،دنیامیں یہ دونوں باتیں ہیں۔

(۲)"اللہ تعالیٰ تم کو دنیا کی حکومت میں دوسروں کا جانشین بنائے گا" یعنی آج تو دنیاکی حکومتیں دوسرے لوگوں کے پاس ہیں ،لیکن ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیامیں مسلمانوں کواقتداراورحکومت عطافرمائے گا۔چناں چہ بعدمیں تمام ممالک فتح ہوئے،مسلمانوں کے ہاتھوں میں حکومت آئی اور پوری دنیا پر قبضہ نصیب ہوا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۳)"آزمائے گا کہ تم کیا کرتے ہو" یعنی دنیا جودی جائے گی وہ تمہارے لیے آزمائش ہوگی کہ اس دنیا کے ملنے کے بعد تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر کتنا عمل کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی کتنی خلاف ورزی کرتے ہو۔

بربادی لانے والی دو چیزیں

یہی دو چیزیں "مال اور عورتیں" ہیں جن کے نتیجے میں کہ عام طور پر آدمی برباد ہوتا ہے، اس لیے دنیا کے معاملہ میں بھی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہدایتیں عطا فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے، اس کی مرضی کے مطابق شریعت کے بتلائے ہوئے جائز طریقہ سے حاصل کی جائے، اور صحیح طریقہ سے حاصل ہونے کے بعد خرچ کرنے کے لیے بھی شریعت کا بتلایا ہوا طریقہ اختیار کیا جائے۔ گویا کمانا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ہونا چاہیے اور خرچ بھی اس کی رضا کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔

اس طرح عورتوں کے معاملہ میں شریعت نے ہدایتیں فرمائی ہیں کہ ان سے احتیاط کیا جائے، غیر محرم سے اپنے آپ کو روکا جائے، حجاب پر دہ کے احکام کی ساری تفصیل شریعت میں اسی لئے بتلائی گئی ہے۔ ان ساری چیزوں کا اگر آدمی اہتمام کرے گا تب ہی عورتوں کے فتنے سے اپنے آپ کو بچا سکے گا، اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو پھر خطرہ ہے کہ عورت کے فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حقیقی زندگی تو آخرت کی ہے

حدیث ۴۶۰

وعن أَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ النَبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: أَللّٰهُمَّ لاَعَيْشَ إِلَّاعَيْشَ الْاٰخِرَةِ

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

افادات:- اس لئے آدمی کو آخرت ہی کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قوتیں دی ہیں وہ آخرت کی زندگی سنوارنے اور بنانے کے لئے استعمال کرے۔ اگر آدمی اپنی صلاحیت دنیا کے لیے استعمال کرے گا تو گویا یہ اپنی صلاحیتوں کو برباد کرنا ہوا۔

میت کے ساتھ تین چیزیں

حدیث ۴۶۱

وعنه عَنْ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلاَثَةٌ؛ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ. فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَ يَبْقَى وَاحِدٌ، يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت انس (رضی اللہ عنہ) ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: آدمی کا جب انتقال ہوتاہے تواس کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں :ایک تواس کے گھروالے، دوسرے اس کا مال،اور تیسرے اس کے اعمال۔(جب آدمی کو قبر میں اُتاردیا جاتاہے تو) دو تو واپس لوٹ جاتے ہیں اورایک اس کے ساتھ رہتاہے۔اس کے اعزہ و اقرباء اور مال تو واپس آجاتا ہے لیکن اعمال اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔

افادات:-آدمی جب مرتاہےاوراُس کاجنازہ اُٹھاکرلےجایاجاتاہے،تورشتہ دار، اولاد اور دوسرے اعزہ واقرباء ساتھ جاتے ہیں ،اورمال بھی جاتاہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ دستورتھاکہ آدمی جومال چھوڑکرمرتاتھاوہ بھی قبرتک ساتھ لےجایا جاتاتھا،پھر واپس لایا جاتا تھا،اگرچہ اب وہ دستور نہیں رہالیکن کچھ نہ کچھ چیزیں ساتھ جاتی ہی ہیں،مثلاً جنازہ۔پہلے زمانہ میں ایسا ہوتا تھاکہ جس چارپائی پر آدمی کوقبرستان لے جایا جاتا تھا وہ خوداسی کی ہوتی تھی، آج کل چارپائی کے بجائے جنازے ہوتے ہیں اوروہ مسجد سے لائے جاتے ہیں،لیکن پھر بھی نیچے بچھانے کے لئے چادرگھرکی ہی ہوتی ہے ۔اب تووہ بھی مسجد کی ہونے لگی ہے۔خیر کہنے کاحاصل یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مال آدمی کے ساتھ جاتا ہے۔اور اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں جب آدمی کو قبر میں اُتاردیا جاتاہے ،تواس کے اعزہ و اقرباء اور مال تو واپس آجاتا ہے لیکن اعمال اس کےساتھ ہی رہتے ہیں ، اس لئے جو چیز ساتھ رہنے والی ہو اسی کو درست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرنے کا اہتمام کیاجائے۔ اگر مال اور اولاد کے لئے ہی آپ نے ساری محنتیں کیں اوراپنی صلاحیتوں کو اسی میں ضائع کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوئے تو پھر اس کو بھگتنا پڑے گا۔

جنت و جہنم کا غوطہ

حدیث ۴۶۲

وعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ): يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْراً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لاَ وَ اللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْساً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْساً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لاَ وَاللهِ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلاَ رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔حضرت انس (رضی اللہ عنہ) ہی سے روایت ہے کہ نبیِّ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز جہنمیوں میں سے ایسے آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آرام اور عیش و عشرت میں تھا اور جہنم میں ایک غوطہ لگایاجائے گا اور پھر اس سے سوال ہوگا: اے انسان! کبھی تو نے کوئی راحت دیکھی؟ کبھی کوئی نعمت یا عیش و عشرت کی کوئی چیز تیرے اوپر سے گذری؟ تو وہ قسم کھا کر کہے گا: میں نے کبھی کوئی راحت دیکھی ہی نہیں۔اور جنتیوں میں سے ایسے آدمی کولایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف مشقت اور دُکھ میں تھا۔اس کو بھی جنت کے اندر ایک غوطہ لگاکر پوچھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے گا کہ کیا کبھی تونے کوئی دکھ دیکھا ہے؟ کبھی کوئی تکلیف تیرے اوپر آئی ہے؟ تووہ قسم کھا کر کہے گا کہ نہیں اللہ کی قسم! کبھی کوئی دکھ اور کوئی تکلیف میں نے دیکھی ہی نہیں ۔

افادات:-غوطہ لگانے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ایک سانس کے برابرذراسی دیرہوتی ہے، اس غوطہ کے درمیان آدمی دوسراسانس نہیں لے سکتا۔مطلب یہ ہے کہ ذراسی دیر کے لئے رکھاجائے گا۔پہلے آدمی نے دنیاکی پوری زندگی بڑے عیش و آرام میں گزاری تھی، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی تھیں اور جہنمی بناتھاتو جہنم میں ایک غوطہ کھانے کے بعد اس کاحال یہ ہوگا کہ دنیا کی زندگی کے سارے عیش و آرام اور راحتیں بھول کرکہے گا کہ میں نے کبھی راحت دیکھی ہی نہیں کہ راحت کس چڑیا کا نام ہے۔اوردوسرے آدمی نے کبھی کوئی عیش وآرام اورراحت نہیں دیکھی ،اس کی پوری زندگی دکھ اور تکلیف میں گزری تھی لیکن وہ اتنی سی دیرمیں سب دُکھ بھول جائے گا۔

کہنے کاحاصل یہ ہے کہ بھائی!دنیا کی زندگی کی راحت وآرااور اس کے عیش و عشرت کےلئے آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرےاور عذاب مول لے؛یہ بڑی خطرناک چیز ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

دنیااورآخرت کاموازنہ

حدیث ۴۶۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعَنِ الْمُسْتَوْرِدُ بن شَدَّاد(رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ): مَاالدُّنْيَا فِيْ الْآخِرَةِ إِلاَّ مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ!۔

ترجمہ:-حضرت مستوردبن شداد(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ)نے ارشاد فرمایا: دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک انگلی دریا میں ڈالیں اور باہر نکالیں پھر دیکھیں کہ اس انگلی پر کتنا پانی آیا۔

افادات:-اس انگلی پر جو پانی آرہا ہے ، اس کی حیثیت دریا کے مقابلہ میں کیا ہے؟ نبیٔ کریم (ﷺ)فرماتے ہیں کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے، بلکہ یہ بھی صرف سمجھانے کے لئے ہے،ورنہ دنیاتو ختم ہونے والی،اورآخرت باقی رہنے والی ہے،آخرت کی نعمتیں ہر اعتبار سے باقی رہنے والی ہیں ،اورکوالیٹی (Quality)اور کونٹیٹی(Quantity) دونوں اعتبار سےوہ دنیا سے بہتر ہی ہے۔ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم اپنا کوڑا زمین پرڈالو، تو وہ کتنی جگہ روکے گا؟اتنی بھی قیمت آخرت کے مقابلہ میں دنیاکی نہیں ہے؛تواب اس دنیا کی خاطر آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کرے؟

ساری حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل میں دنیا کی محبت کوجگہ نہ دے کہ اسی کے نتیجہ میں اس کو حاصل کرنے کے لئے آدمی اللہ تعالیٰ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نافرمانیوں پر اُتر آتا ہے۔دنیا کی محبت ہی جب دل سے نکل جائے گی پھر اس کی نوبت نہیں آئے گی۔

دنیا کی حقیقت یہ ہے

حدیث ۴۶۴

وعن جابر (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثُمَّ قَالَ: أَتُحِبُّوْنَ أَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوا وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْباً، إِنَّهُ أَسَكُّ؛ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ.

قوله: (كَنَفَتَيْهِ) أَيْ: عَنْ جانبيه۔ وَ(الْأَسَكُّ) الصَّغِيْرُ الْأُذُنِ

ترجمہ:۔حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ بازار سے گزرے، لوگ آپ کی دونوں طرف چل رہے تھے۔آپ کا گزر بکری کے مرے ہوئے ایک ایسے بچے کے پاس سے ہوا جو چھوٹے چھوٹے کان والا تھا(اور چھوٹے کان والی بکری ویسے ہی ان کے یہاں کم قیمت سمجھی جاتی تھی) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مرے ہوئے بچے کا کان پکڑ کر اٹھایااور فرمایاکہ کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ یہ بچہ اس کو ایک درہم میں مل جائے۔صحابہ نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! معمولی چیز دے کر بھی لیناکوئی پسند نہیں کرے گا،اس لئے کہ اس کو لے کرکیا کریں گے؟تو حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہوکہ یہ تم کو مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رسول! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس کے کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے معمولی قیمت میں بھی ہم اس کو لینا پسند نہ کرتے،اب جبکہ وہ مرچکاہے ،کوئی حیثیت اورقیمت ہی نہیں رہی۔توحضور اکرم (ﷺ)نے فرمایا(دیکھو!بکری کا یہ بچہ تمہاری نگاہوں میں کیسابے قیمت ہے کہ تم لینے کے لئے بالکل تیار نہیں ہو، تو) اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں دنیا اس سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

افادات:- نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مختلف مثال اورنمونے پیش کرکے صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) اور اپنی اُمت کے دلوں میں دنیا کی بے رغبتی بٹھاناچاہتے ہیں اور دنیا کی محبت سے دلوں کو خالی کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو!دنیاایسی حقیر چیزہے،اس کودل میں جگہ دے کر کیا کروگے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۳

دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت اور سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت ﴿مجلس ۳﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵/ ذی قعدۃ الحرام ۱۴۲۰ھ ۱۲/ فروری ۲۰۰۰ء

زہد کے سلسلہ میں بیان چل رہا تھا کہ آدمی اپنے دل کو دنیا کی محبت سے خالی رکھے، اوراپنی ضرورت کو پورا کرنے میں بھی دنیا میں کم سے کم لگے۔اس سلسلے میں گذشتہ مجلس میں چندروایتیں پیش کی تھیں، آج بھی کچھ روایتیں پیش کرتے ہیں۔اس باب میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کچھ زیادہ ہی روایتیں پیش کی ہیں جس کی وجہ یہی ہے کہ سب سے بڑی بیماری جو ہمارے اندر پائی جاتی ہے وہ دنیا کی محبت ہے۔جیسا کہ پہلے بتلایا تھا کہ ساری خرابیوں اور برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔اگر وہ دل سے نکل جائے اور دل کے اندر دنیا کی رغبت باقی نہ رہے تو پھر آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

مال کے فتنہ سے بچنے کا علاج

حدیث ۴۶۵

وعن أبِي ذر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: كُنتُ أمْشِي مَعَ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) فِي حَرَّةِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ. فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَيَّ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِيْنَارٌ، إِلاَّ شَيْءٌ أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ، إِلاَّ أَنْ أَقُوْلَ بِهِ فِي عِبَادِ اللهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا؛ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ. ثُمَّ سَارَ، فَقَالَ: إِنَّ الأَكْثَرِيْنَ هُمُ الأَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلاَّ مَنْ قَالَ بِالْمَالِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

هٰكَذَا و هٰكَذَا وهٰكَذَا، عَنْ يَمِيْنِهِ وعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ .وقَلِيْلٌ مَا هُمْ ۔ ثُمَّ قَالَ لِيْ: مَكَانَكَ لاَ تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيكَ. ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارَى. فَسَمِعْتُ صَوْتاً قَدْ اِرْتَفَعَ. فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُوْنَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ(ﷺ). فأَرَدْتُ أَنْ آتِيهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ "لاَتَبْرَحْ حَتّٰى آتِيك" فَلَمْ ابْرَحْ حَتّٰى أَتَانِيْ. فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتاً تَخَوَّفْتُ مِنْهُ. فَذَكَرْتُ له.فقَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ ۔ قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ أَتَانِيْ،فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ قُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.(متفق عليه، وهٰذا لفظ البخاری)

ترجمہ:-حضرت ابو ذر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم(ﷺ)کے ساتھ رات کے وقت مدینہ منورہ کی پتھریلی جگہ میں چل رہا تھا(اس زمانہ میں مدینہ کے دونوں طرف میدان تھا جہاں چھوٹے چھوٹے پتھر بچھے ہوئے تھے،اوردرمیان میں مدینہ منورہ آباد تھا۔ اورایسا میدان جس میں چھوٹے چھوٹے پتھر ہوں ،عربی زبان میں اس کو ”حَرَّۃ“ کہتے ہیں ۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انہی میدانوں میں سے ایک میدان میں مَیں نبیٔ کریم (ﷺ) کے ساتھ چل رہا تھا) چلتے چلتے ہمیں سامنے اُحد پہاڑ نظر آیا(جب آدمی مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر نکلتا ہے تو احد پہاڑ بالکل سامنے ہی نظر آتا ہے)تو نبیٔ کریم (ﷺ)نے ارشاد فرمایا:اے ابوذر!سنو۔میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!میں حاضر ہوں ، فرمایئے ، کیاارشاد ہے۔ توحضورِاکرم (ﷺ)نے فرمایا:یہ بات میرے لئے باعث ِمسرت نہیں ہے کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہواور تین دن میرے اوپر ایسے گزر جائیں کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی رہ گیاہو،سوائے اتنی مقدار کے جس کو میں قرضہ کی ادائیگی کے لیے رہنے دوں ،مگر یہ کہ میں اس سونے کو اللہ کے بندوں میں اس طرح (دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کے) تقسیم کردوں ۔اس کے بعد حضور(ﷺ)نے فرمایا: جولوگ زیادہ مال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والے ہیں وہ قیامت کے دن کم اجر و ثواب والے ہوں گے، البتہ وہ آدمی جو اپنے مال کو اس طرح اور اس طرح خرچ کرتا رہے۔ آپ (ﷺ) نے اپنے ہاتھ سے دائیں بائیں اور پیچھے اشارہ کیا (کہ اس طرح ہاتھ بھربھرکرخرچ کرے تووہ البتہ قیامت کے روز بھی زیادہ ثواب والے لوگوں میں ہوگا۔) پھر حضورِاکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔یعنی جن کے پاس مال زیادہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ اس طرح کثرت سے خرچ بھی کریں ایسے لوگ کم ہیں۔ حضرت ابوذر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نبیٔ کریم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا:یہیں ٹھہرو،یہاں سے مت ہٹنا جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں۔ یہ فرماکر نبیٔ کریم(ﷺ)رات کے اندھیرے میں آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔حضورِاکرم (ﷺ)کے نگاہوں سے اوجھل ہوجانے کے بعد مجھے ایک آوازسنائی دی،اوروہ ذرابھیانک قسم کی آواز تھی،تومجھے ڈر لاحق ہواکہ شاید نبیٔ کریم (ﷺ)کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے وہاں پہنچ گیاہو،یاکوئی ایسی ویسی بات پیش آئی ہو اسی کے نتیجہ میں یہ آواز آرہی ہے،اس لئے میرے دل میں خیال آیا کہ جہاں سے آواز آرہی ہے میں بھی ادھر چلا جاؤں، لیکن مجھے یاد آیا کہ نبیٔ کریم(ﷺ)تاکید فرماگئے تھے کہ میں جب تک نہ آؤں یہیں رہنا، اس لئے میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا،یہاں تک کہ نبیٔ کریم(ﷺ) واپس تشریف لائے۔میں نے عرض کیا: اے اللہ کےرسول! میرے دل میں آیا تھا کہ میں اُدھر پہنچوں لیکن پھر آپ نے جاتے وقت تاکید فرمائی تھی کہ میں اپنی جگہ سے نہ ہٹوں ، اس لئے میں نہیں آیا۔تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم نے وہ آواز سنی تھی؟میں نے عرض کیا: جی ہاں ! سنی تھی۔اس پر حضوراکرم(ﷺ)نے فرمایا:یہ حضرت جبرئیل کے آنے کی آواز تھی، اور انہوں نے آکریہ خوش خبری سنائی کہ آپ کی اُمت میں سے کوئی آدمی دنیا سے اس حالت میں رُخصت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ٹھہراتا ہے، تووہ جنت میں جائے گا۔اس پر میں نے کہا:اگرچہ زنا کیا ہو،اور چوری کی ہو؛ تب بھی وہ جنت میں جائے گا؟تو انھوں نے کہا:اگرچہ زنا کیا ہواورچوری کی ہو۔

افادات:-اس حدیث ِپاک میں ایک تونبیٔ کریم(ﷺ)نے مال کے سلسلہ میں اپنا مزاج بتلادیا اوردوسرے لوگوں کومتوجہ کیاکہ اگر کسی کے پاس مال ہو تو اس کے فتنے سے بچنے کاایک ہی طریقہ ہے کہ آدمی اس مال کو اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرے جیسا کہ نبیٔ کریم(ﷺ)نے فرمایاکہ ہاتھ بھربھر کے اتناخرچ کرے کہ وہ جلدی سے خرچ ہوجائے۔ ضرورت کے بقدر اپنے پاس رہنے دے، باقی سب اللہ کے راستہ میں خرچ کردے۔مال کی وجہ سے آنے والی خرابیوں سے بچنے کا یہی علاج ہے۔جس کے پاس مال زیادہ ہواس کے حق میں آخرت کے اعتبار سے پورے طورپر مفیداسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس کو کثرت سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرے۔

مال ودولت کے بارے حضور(ﷺ)کا نظریہ

حدیث ۴٦٦

وعن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ) عن رَسُوْلِ اللهِ(ﷺ) قَالَ:لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْئٌ إِلَّا شَيْئٌ أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا:اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی میرے پاس سوناہو،تومجھے یہ بات پسند نہیں کہ تین راتیں اس پر گزرنے پائیں، سوائے وہ جس کو میں اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لیے رہنے دوں۔

افادات:-اس روایت میں بھی حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے اپنی اسی تمناکو پیش فرمایاہے جو اوپر گزری۔اور قرض کی ادائیگی بہت اہم ہے،اس کے لئے اپنے پاس اتنی مقدار رہنے دوں گا جس سے قرض خواہ کا قرض ادا ہوجائے۔

عمدہ اصول

حدیث ۴۶۷

وعنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):اُنْظُرُوْاإِلٰى مَنْ هُوَأَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَاتَنْظُرُوا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَأَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ۔

وفی روایۃالبخاری:-إِذَا نَظَرَأَحَدُكُمْ إِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ،فَلْيَنْظُرْإِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ.

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا: جو آدمی(دنیوی اعتبار سے،مال ودولت یاکسی بھی اعتبارسے)تم سے کم درجہ کاہو اس کو دیکھو اور جو تم سے اونچے درجہ کا ہو (مال کے اعتبار سے یادنیوی کسی اوراعتبارسے)اس کی طرف نہ دیکھو(اگرآپ ایساکروگےتو)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں ان کو تم حقیر نہیں سمجھوگے، اوران کی ناقدری نہیں کروگے۔

ایک اورروایت میں ہے کہ کوئی آدمی آپ کو ایسا نظر آیا جو مال کے اعتبار سے یا جسمانی خوبصورتی کے اعتبارسے تم سے اچھاہے، توجوتم سے کم درجہ کاہے اس کی طرف بھی نگاہ کرلو (تاکہ اس کی وجہ سے اللہ کی جو نعمت تمہیں ملی ہے اس کی ناقدری نہ ہو۔)

افادات:-اس روایت میں نبیٔ کریم (ﷺ) نے ایک بہت ہی عمدہ اصول بتلایا ہے، اس لئے کہ انسان کے مزاج میں فطری طورپرمال کی جو محبت ہے وہ توساتھ ہی لگی ہوئی ہے، اس محبت کی وجہ سے عام طورپرہوتا یہ ہے کہ آدمی کوکتناہی کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملاہواہو، تب بھی اس کواس پر صبر نہیں آتاہے۔وہ اپنے سے زیادہ والے کو جب دیکھتاہے توسوچتاہے کہ میرے پاس تویہ چیز نہیں ہے۔کسی آدمی کے پاس چاہے دس فیکٹریاں ہوں، لیکن جب پندرہ فیکٹری والے کودیکھے گاتوکہے گاکہ دیکھو!یہ کتنا بڑا آدمی ہے، اورپھر وہی حسرت پیداہوتی ہے، حالانکہ اس کی ضرورت سے بہت زیاد ہ خوداس کے پاس موجود ہے۔یااگرکسی دوسرے کے پاس مرسڈیز (Mercedes) گاڑی دیکھی، اب چاہے خوداس کے پاس(BMW)ہو، تب بھی وہ کہے گاکہ میرے پاس (Mercedes)تونہیں ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کا مزاج ہی ایسا بنا ہوا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پریشانی سے راحت ملی

حضرت عبداللہ بن مبارک(رحمۃ اللہ علیہ)بہت بڑے محدث گزرے ہیں ، بڑے فقیہ بھی تھے اور تاجر بھی تھے،اللہ تعالیٰ نے دولت بھی بہت زیادہ عطافرمائی تھی۔ایک سال حج کے لئے تشریف لے جاتے اور ایک سال جہاد میں تشریف لے جاتے۔انہوں نے دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! میری زندگی تو مالداروں جیسی ہو لیکن میری موت مسکینوں جیسی ہواورچوں کہ خود بھی مالدار تھے،اس لیے فرماتے ہیں کہ پہلے میں مالداروں میں بیٹھا کرتا تھاتوہمیشہ غمگین اورپریشان رہتاتھا۔کسی کودیکھاکہ اس کاکپڑا میرے کپڑے سے اچھا ہےتومجھے تکلیف ہوتی،کسی کی سواری میری سواری سے اچھی دیکھی تومجھے تکلیف ہوتی ، کسی کامکان میرے مکان سےاچھادیکھتاتوتکلیف ہوتی۔ظاہرہے کہ خودکا مکان چاہے کتناہی اچھاکیوں نہ ہو،ایک آدھ چیزتودوسرےکےمکان میں ضرور اچھی ہوتی ہے۔یہ ایک قدرتی چیزہے۔ فرماتے ہیں کہ جب ان کے پاس بیٹھتاتھاتویہ ساری چیزیں دیکھ دیکھ کر ہمیشہ غمگین اور پریشان رہتا تھاکہ یہ چیزمیرےپاس کیوں نہیں ہے۔پھرمیں نے ان کے پاس بیٹھنا چھوڑدیا اورجولوگ مجھ سے کم تر تھے ان کے اندر بیٹھناشروع کیاتومجھے بڑی راحت ملی،جب کسی کو دیکھتا تو سوچتاکہ اللہ تعالیٰ کابڑا شکرہے کہ میرالباس اس کے لباس سے اچھاہے،میری سواری اس کی سواری سے اچھی ہے،میرامکان اس کے مکان سے اچھاہے۔اس کے بعد مَیں بڑی راحت وآرام میں آگیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ذہنی وفکری تشویش کاعلاج

اورایک بات بتاؤں کہ درحقیقت آدمی جو بھی تکلیف اُٹھاتا ہے ،زیادہ تر اس تکلیف کا تعلق ذہن اور فکر سے ہوتاہے، حقیقت سے نہیں ہوتاہے،اس روایت میں نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی کاعلاج بتلایا ہے کہ آپ کسی ایسے آدمی کو دیکھ لو جو مال و دولت کے اعتبار سے یا ظاہری خوبصورتی کے اعتبارسے آپ سے اچھاہوتواس وقت ذراآپ اپنے سے نیچے والے لوگوں کو بھی دیکھ لیجئے۔اگرآپ نے دیکھاکہ کسی کے پاس ۲۵،لاکھ والا بنگلہ ہے؛ تو بھائی! آپ کوآس پاس جھونپڑ پٹیاں بھی کہیں نظرآجائیں گی،ان کو بھی دیکھ لیجئے۔اوراگر آپ کے پاس جھونپڑا ہےتو پھر فٹ پاتھ پربغیر کسی جھونپڑے کے سونے والے بھی ہیں ان کو دیکھ لیجئے۔اورگٹرلائن کے اندر بھی سونے والے آپ کو نظر آئیں گے۔اگر جھونپڑ ا بھی ہے توآپ یوں سوچئے کہ ایک جھونپڑا بھی تو ملا ہوا ہے، اس کے پاس تو اتنا بھی نہیں ہے۔اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسٹیشن کی کسی بینچ اور کرسی پررات گذاردیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اگر سوچے تو ایسے نمونے ضرور نظر آئیں گے،جس کے نتیجے میں اللہ کی نعمت کی قدر پیدا ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرے پاؤں تو سلامت ہیں

شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ ایسی حالت میں گھر سے نکلا کہ پیر میں جوتا نہیں تھا، مجھے بڑا افسوس تھا کہ آج کھلے پیر جارہا ہوں اوراس کی وجہ سے طبیعت پر ایک خاص اثر تھا، اور غمگینی چھائی ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے پاؤں ہی نہیں ہیں؛ تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میرے پاؤں تو سلامت ہیں، بھلے ہی جوتا نہیں تو کیا ہوا۔ تو حقیقت یہی ہے کہ آدمی ان چیزوں کو بھی بار بار دیکھے جس کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔

اب تو مجھے حق الیقین حاصل ہو گیا

باقی یہ ہے کہ آدمی کی خواہشات کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ ایک قصہ لطیفہ کے طور پر سناتا ہوں، اور ہمارے مولوی لوگوں کو تو سناتا رہتا ہوں کہ میں ایک مرتبہ سفر سے واپس آرہا تھا، ٹرین چھوٹ گئی تو ٹرک میں بیٹھا، ایک اور مولوی صاحب بھی اسی میں ساتھ بیٹھے۔ بہت سیدھے سادے آدمی ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم جو کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ مقدر میں جو روزی ہوتی ہے اتنی ہی ملتی ہے، اس سے زیادہ نہیں ملتی، اس پر یقین تو تھا لیکن اس کے باوجود دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ ایک آدمی ہندوستان میں رہ کر پانچ سو روپے کماتا ہے، اور وہی آدمی سعودی چلا جائے تو وہاں اس کو پانچ سو ریال ملیں گے؛ تو یہ کیسے برابر ہوسکتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔وہ کہتے ہیں کہ دل میں ایسا خیال آتا تھا، لیکن اب تو مجھے حق الیقین حاصل ہو گیا کہ جو مقدر میں ہے وہی ملتا ہے۔میں نے کہا کہ حق الیقین کیسے ہو گیا؟ تو کہنے لگے کہ دراصل میں ایک جگہ پڑھاتا تھا اور وہاں مجھے بارہ سو (۱۲۰۰) روپے تنخواہ ملتی تھی۔میرے دل میں آیا کہ اتنے پیسے کافی نہیں ہیں، اور زیادہ ملنے چاہئیں۔لوگ سعودیہ محنت مزدوری کرنے کے لیے جاتے ہیں تو میں بھی جاؤں۔لہٰذا میں نے اپنا مکان بیچا ، کچھ قرضہ بھی کیا اور آزاد ویزا حاصل کر کے وہاں گیا، اور دو سال وہاں رہا، اس درمیان یہاں پیسے بھی بھیجے اور جو قرض تھا وہ بھی ادا کیا، اور دوسال کے بعد جب واپس آیا اور میں نے حساب کیا تو جانے کا خرچہ جو پچاس ہزار، یا ساٹھ ہزار ہوا تھا وہ نکالنے کے بعد باقی جو پیسے بچے، ان کو دو سال پر تقسیم کیا تو مہینہ کے بارہ سو (۱۲۰۰) روپے ہی نکلے، تو میں نے سوچا کہ اپنے نصیب میں تو وہ بارہ سو (۱۲۰۰) روپے ہی ہیں ۔

یقین کے تین درجے

دیکھو! ایک علم الیقین ہوتا ہے، اور ایک عین الیقین ہوتا ہے، اور ایک حق الیقین ہوتا ہے۔آدمی کو کسی چیز کا یقین علم کے درجہ میں ہوتا ہے جیسے آپ کو کسی نے بتلایا کہ آگ جلاتی ہے۔بتلانے والا آپ کا بھروسہ مند آدمی ہے، آپ کو اس کی ہر بات پر یقین ہے، اس نے کہہ دیا، آگ جلاتی ہے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ بالکل صحیح کہتا ہے، اس کو علم الیقین کہتے ہیں ۔یہ یقین کا پہلا درجہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے بعد دوسرا درجہ عین الیقین کا ہے۔آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔پہلے تو صرف سنا تھا لیکن اب آنکھ سے دیکھ بھی لیا کہ کہیں آگ لگی اور کوئی آدمی اس میں جل گیا،جب آپ نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تو آپ کا یقین اور بڑھ گیا؛اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔

اور تیسرا درجہ حق الیقین کا ہے۔اتفاق کی بات کہ آپ خود ہی کسی وجہ سے اس مرحلہ سے دوچار ہوگئے،مثلاً کسی گرم چیز کو آپ نے پکڑلیا اور آپ کا ہاتھ جل گیا۔خود پر بیتی اور اس سے جو یقین حاصل ہوا؛اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

چشم کشا حقیقت

بہت سے دوکان والے بینک سے قرض لے کر فیکٹری کھولتے ہیں،اب فیکٹری چل رہی ہے،پندرہ بیس آدمی کام کررہے ہیں،پیسے آرہے ہیں اور وہ بینک میں قسط چکا رہے ہیں اور اس کا سالانہ سود بھی ادا کررہے ہیں،ملازمین کی تنخواہ دی جارہی ہے،سرکاری آفیسرز آتے ہیں تو ان کو رشوت دی جارہی ہے،کوئی چیز پاس کرانے کے لیے پیسے نکالے،اور فلاں بل پاس کرانے کے لیے دوسرے پیسے نکالے وغیرہ وغیرہ۔بظاہر تو کاروبار تو بہت اچھا چل رہاہے،بہت سارے پکے رجسٹر بھی بنے ہوئے ہیں۔پیسے آ بھی بہت رہے ہیں اور جا بھی بہت رہے ہیں ؛لیکن اگر وہ آدمی یوں سوچے کہ اس سب میں سے میرے حصہ کا کتناہے؟تو میں یوں سمجھتاہوں کہ پہلے جو دوکان کرتا تھا اور اُس میں سے اس کو پانچ ہزار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ملتے تھے، اب فیکٹری کرنے کے بعد بھی پانچ ہزار سے زیادہ اس کی ملکیت میں نہیں آرہے ہوں گے۔ دوسرے جو پیسے اِدھر اُدھر نکل رہے ہیں اگرچہ سب اسی کے ماتحت ہورہا ہے، لیکن اس کے پاس جو اپنے خاص استعمال میں رہ جاتے ہیں وہ اتنے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بات اور رہی کہ یوں کہا جائے گا کہ یہ صاحب فیکٹری کے مالک اور سیٹھ ہیں ، اور اتنے سارے نوکران یہاں کام کرتے ہیں ، لیکن جو آیا اور گیا، وہ تو دوسروں کا تھا۔ دیکھا تو یہ جائے گا کہ خود اس کا اپنا کتنا ہے!

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کا تجویز کردہ علاج

ہمارے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ صوفی اقبال صاحب نے ذکر کیا ہے۔ ان کا ایک رسالہ ''فیضِ شیخ'' ہے۔ صوفی اقبال صاحب دامت برکاتہم مدینہ منورہ میں حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں، کئی سالوں سے وہیں مقیم ہیں، آج کل بہت بیمار بھی چل رہے ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔ (اب انتقال ہوچکا ہے؛ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سارے افادات انہوں نے شائع کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جوانی میں تجارت کا بہت شوق تھا۔ حضرت کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا: دیکھو صوفی جی! میں تو یوں سمجھتا ہوں کہ سہارنپور میں جتنی بھی دوکانیں ہیں وہ میری ہیں اور میں ان کا مالک میں ہوں اور جو لوگ ان دوکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ سب میرے کارندے ہیں، سارا حساب کتاب وہ رکھتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں اس کا اپنا معاوضہ ان کو دیا جاتا ہے، اور میری قسمت کا جو ہے وہ مجھ تک یہاں پہنچ جاتا ہے۔ حقیقت میں ان کے ذہن میں دنیا کمانے کا جو کیڑا تھا اس کو دور کرنے کے لیے حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ ایک علاج بتلایا۔

میں نے بھی ابھی آپ کے سامنے یہی عرض کیا کہ آپ واقعتاً بھی مالک بن جائیں، تو اصل تو دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کیا آیا! یہ سب کچھ تو ہوا کہ بینک سے لون لی، کسی سے قرض لیا، فیکٹری خریدی، زمین بھی لی، لیکن اخیر میں آپ کے پاس کیا آیا! آدمی کے پاس اتنا ہی آتا ہے جو اس کی قسمت کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ نہیں آتا۔

قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکے ؟

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے تقدیر پر ایک رسالہ لکھا، اس میں بہت سارے قصے لکھے جو لوگوں سے سنے تھے۔ بعض لوگ اپنے ایسے ایسے حالات سناتے ہیں کہ عبرت ہوتی ہے، خاص کر جو تعویذ لینے آیا ہو، وہ سب کچھ سچ سچ بتاتا ہے بالکل جھوٹ نہیں بولتا، اس لئے کہ اس کو تعویذ چاہیے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس رسالہ میں مَیں نے لکھا تھا کہ جس کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے مرغی کھانا لکھا ہے، تو یا تو سیٹھ بن کر کھائے گا یا باورچی بن کر کھائے گا۔ باورچی جب سیٹھ کے یہاں مرغی پکائے گا تو وہ بھی وہی کھائے گا۔ اور جس کی قسمت میں کار میں گھومنا لکھا ہے تو وہ سیٹھ بن کر پھرے، یا ڈرائیور بن کر پھرے۔ اونچی سے اونچی کار ہو، جس کار میں سیٹھ صاحب بیٹھیں گے اسی میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ڈرائیور بھی بیٹھتا ہے۔اور حضرت نے لکھا ہے کہ جس کے لیے جیل جانا لکھا ہے تو چاہے مجرم بن کرجائے، یا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن کر جائے۔ اس زمانہ میں جنگ آزادی کے سلسلہ میں حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) بار بار جیل جاتے رہتے تھے۔

کروڑپتی کی قسمت میں دال کا پانی

ایک انگریز کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک سگریٹ پیتا تھا اتنی دیر میں اس کے خزانہ میں ہزاروں روپے جمع ہوتے تھے، لیکن وہ پیٹ کا بیمار تھا، ڈاکٹروں اور حکیموں نے کہہ دیا تھا کہ غذا کے طور پر دال کا پانی پینا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ بھی کھائے تو مر جائے گا۔ اب اگر وہ لاکھوں اور کروڑوں کمائے، تب بھی اس کی قسمت میں دال کا پانی ہے، اس سے زیادہ نہیں ۔

ٹینشن کیوں ؟

میں یہ سارے نمونے اس لئے پیش کرتا ہوں کہ آدمی اتنی ساری محنتیں کرتا ہے، مشقتیں اُٹھاتا ہے، اتنا سب بوجھ سر پر لے کر پھرتا ہے؛ تو حقیقت یہ ہے کہ آدمی یہ سب سوچے۔ آج کل جس کو دیکھو وہ یہی کہتا ہے کہ میں ٹینشن میں ہوں۔ دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک امریکہ ہے، لیکن سب سے زیادہ ٹینشن وہاں کے رہنے والوں میں ہے، جنگل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں رہنے والوں کو کوئی ٹینشن نہیں ،اس لیے کہ انہوں نے اپنی ضرورت کو جتنا کم پھیلایا ہے اتناہی زیادہ آرام میں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں سارے جھگڑے ہم خوداپنے لئے طے کرتے ہیں، حالاں کہ حضوراکرم(ﷺ)کا ارشاد ہے کہ آدمی کو موت نہیں آسکتی یہاں تک کہ اپنی روزی پوری کرلے۔جس کی قسمت میں روزی کے جتنے دانے لکھے ہیں جب تک ان کو پورانہیں کرے گا؛وہاں تک موت آنے والی نہیں ہے۔حضوراکرم(ﷺ)فرماتے ہیں کہ روزی کے طلب کرنے کے معاملہ میں کاروبارکوزیادہ مت پھیلاؤ(Short cut) اِختیارکرو،زیادہ لمباکاروبارہونانہیں چاہیے،بس اتناہوجس سے آپ کی ضرورت پوری ہوجائے،بقیہ اوقات کو اللہ تعالیٰ کی یاد اورآخرت کی تیاری میں استعمال کرنا چاہیے۔

دنیاکی محبت والوں کامزاج

حدیث ۴٦٨

وعنہ عن النبی(ﷺ)قَالَ:تَعِسَ عَبْدُالدِّينَارِوالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ،وإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ۔(رواہ البخاری)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ)سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشادفرمایا:برا ہے جودینارودرہم کا،اورچادروکملی کاغلام بناہواہے،اگراس کویہ چیزیں مل جاتی ہیں توخوش رہتا ہے اور اگرنہیں ملتی توناراض رہتاہے۔

افادات:-اس روایت میں نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کا مزاج بتلایا ہے کہ پیسہ آیا تو اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ میاں کی نظر کرم ہے۔گویا اس کی نظر کرم کو ایک ہی چیز(صرف پیسہ)میں محدودکردی۔اگرکسی پاس دو پیسے آگئے تو اس کوتعبیر ہی اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ میاں نے ہاتھ پکڑلیا۔نعوذباللہ گویاکہناچاہتےہیں کہ اب تک بے یارو مددگار تھا۔توحضور(صلی اللہ علیہ وسلم)فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ ان کو پیسہ ملے، دینار و درہم ملے؛ مطلب یہ ہے کہ کچھ ملے تو اللہ تعالیٰ سے خوش ہوتے ہیں اورنہ ملے تو ناراض ہوجاتے ہیں ،اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتے ہیں کہ میراتویہ حال ہے، میری تویہ مصیبت ہے،حالاں کہ ایک بندہ کامزاج ایسانہیں ہوناچاہیے،دراصل یہ سب باتیں دنیا کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لباس

حدیث ۴۶۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعنه قَالَ:لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ : إِمَّا إِزَارٌ، وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْرَبَطُوافِيْ أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَامَايَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ،وَمِنْهَا مَايَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ،فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ۔

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) ہی کی ایک روایت ہے کہ اہلِ صفہ میں سے ستر آدمیوں کو میں نے ایسی حالت میں دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس ’’رِداء‘‘ یعنی اوپر کا حصہ ڈھانپنے والی چادر تو تھی ہی نہیں۔بہت سے بہت ان کے پاس نیچے کا حصہ ڈھانپنے والی چادر تھی۔اور بہت سے تو وہ تھے جن کے پاس ایک کملی ہوتی تھی اسی کو اس طرح لپیٹ کر اوپر سے کانٹے لگا کر باندھ دیتے تھے کہ ستر چھپ جاتا تھا۔اور بہت سے وہ تھے جن کی چادر تو صرف گھٹنوں تک آتی تھی۔اور بعض وہ تھے جن کی چادر ٹخنوں تک آتی تھی،اس کے آگے والے حصے کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہتے تھے تاکہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔

افادات:- صفہ مسجدِ نبوی کے اندر ایک چبوترہ ہے ،مسجد نبوی کے اندر باب جبرئیل سے جب داخل ہوتے ہیں تو دائیں طرف ہے۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں بعض صحابہ وہ تھے جنھوں نے علم حاصل کرنے اور نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات کو سننے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کردیا تھا، ان کی نہ تو بیوی تھی،نہ بال بچے تھے؛وہ تنہا رہتے تھے۔آج کل کے حساب سے طلبۂ علم تھے۔ان کی قیام گاہ وہی چبوترہ ہوتا تھا، وہیں رہنا،وہیں سونا؛انہیں کو عربی زبان میں ’’أَهْلُ الصُّفَّة‘‘ کہتے ہیں ،اردوزبان میں ’’چبوترہ والے ‘‘ ترجمہ ہوگا۔تو وہ لوگ وہاں رہتے تھے، اس پر رہنے والوں اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہنے والوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہتی تھی، جیسے ہمارے یہاں مدرسوں میں بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، تو یہ حضور(ﷺ) کا مدرسہ تھا جہاں تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔

اوراس زمانہ میں عام طورپر سلاہوالباس پہننے کے بجائے دوچادریں استعمال کرنے کا رواج تھا۔بدن کے نچلے حصہ کو ڈھانپنے کے لئے جوچادرہوتی تھی اس کو عربی میں ”اِزَارٌ“ کہتے ہیں ۔اور بدن کے اوپر والے حصہ کو ڈھانپنے کے لئے اچھی نقشی دار چادر ہوا کرتی تھی ،اسی کو”رِدَآءٌ“ کہتے ہیں۔

گویاصحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) کے لباس کا یہ حال تھاکہ لباس کے طورپر ایک ہی چادر ہوتی تھی، دوسری چادر بھی نہیں ہوتی تھی۔بعض کے پاس فقط لنگی ہوتی تھی،اوپر کا حصہ ننگا رہتا تھا، اسی چادرکو اپنی گردن میں باندھ دیتے تھے۔کسی کی آدھی پنڈلی تک پہنچتی تھی، کسی کی ٹخنوں تک پہنچتی تھی۔ان حضرات کا یہ حال تھا،لیکن اس پران کو کوئی افسوس و غم نہیں ہوتا تھاکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، اس کی تو فکر ہی نہیں ، ان کے پیش نظر تو صرف آخرت تھی۔

قیدخانہ اورجنت

حدیث ۴۷۰

وعنه قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ(ﷺ): اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) ہی کی روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے، اور کافر کے لیے جنت ہے۔

افادات:- دیکھو! قید خانہ میں کیسی زندگی گزرتی ہے کہ آدمی کو اُس میں رہنے کی تمنا نہیں ہوتی، اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے کہ اپنی ضرورتیں کم سے کم میں پوری کرے؛ تاکہ دنیا میں جی لگنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض حضرات اشکال بھی کرتے ہیں کہ بعض مومنین کو دیکھتے ہیں کہ بہت اچھی مالی حالت میں اور راحت وآرام میں ہوتے ہیں، اور بعض کافروں کو دیکھتے ہیں کہ جسم کے اوپر لباس بھی نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں ایک عام اندازہ بتلایا گیا ہے کہ عموماً مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مومن کو آخرت میں جنت کے اندر جو ملنے والا ہے اس کے مقابلہ میں یہاں اس کو ساری دنیا کی راحتیں ملی ہوں؛ تب بھی وہاں کے مقابلہ میں یہ سب قید خانہ ہی ہے۔ اور کافر کو وہاں جو سزائیں ہونے والی ہیں، کفر پر جو عذاب ہونے والا ہے، اس کے مقابلہ میں چاہے یہاں بھوکے مرتا ہو؛ تب بھی یہ دنیا جنت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نادر مثال

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو ایک مثال سے سمجھایاہے کہ دیکھو! ایک پرندہ پنجرہ کے اندر ہے، اور اس جیسے دوسرے پرندے باہر باغ کے اندر ہیں اوروہ پنجرہ اسی باغ کے اندر رکھاہواہے۔تواس کے حق میں یہ قید ہے کہ ہمجولیوں کو دیکھتاہے کہ وہ باغ میں گھوم پھر رہے ہیں اور وہ اندر بند ہے،چاہے اس پنجرہ کے اندر اس کو کتنی ہی اچھی غذا کھانا پانی وغیرہ کیوں نہ دیا جاتا ہو،پھر بھی وہ پنجرہ اس کے حق میں قید خانہ کہلائے گا، وہ دیکھ رہا ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد اس کو یہ ملنے والا ہے۔

اس کے برخلاف ایک پرندہ وہ ہے جو پنجرہ میں ہے، اس کو پانی بھی نہیں مل رہا ہے،اور دانہ بھی نہیں مل رہاہے، لیکن باہر شکاری چھری لے کر کھڑاہے کہ باہر نکلے تو اس کو ذبح کرے ، تواب چاہے اس کو یہاں دانہ بھی نہ ملتا ہو، پانی بھی نہ ملتا ہو؛ تب بھی وہ یہ سوچتا ہے کہ کوئی مجھے اندر سے نہ نکالے تواچھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کہا گیاکہ مومن کے حق میں یہ قید خانہ ہے اور کافر کے حق میں جنت ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے،آخرت کے مقابلہ میں دیکھا جائے تو یہ بات سو فیصد درست ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۴

دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت

اور سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب

اور فقر کی فضیلت ﴿مجلس ۴﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲/ذی قعدۃ الحرام ۱۴۲۰ھ ۱۹/فروری ۲۰۰۰ء

یہ باب زہد فی الدنیا کا چل رہا تھا کہ آدمی اپنے دل میں دنیا کی محبت نہ رکھے بلکہ اس سے بے رغبت ہو، اس سلسلہ میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی آیتیں بھی پیش کی تھیں اور بہت ساری روایتیں بھی پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے، وہی سلسلہ چل رہا ہے۔

دنیا میں اس طرح رہو

حدیث ۴۷۱

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ (رضی اللہ عنہما) قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بِمَنْكِبِيْ ۔ فَقَالَ : كُنْ فِيْ الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ۔

وَكَانَ ابن عمر يَقُوْلُ: إِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔

قَالُوا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ إِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَناً، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِيْهَا، وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا إِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلَا تَشْتَغِلْ فِيْهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ إِلَى أَهْلِهِ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ نبئ کریم(ﷺ)نے میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے پردیسی، یا راستہ چلنے والا رہتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ جب شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرواور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔اور اپنی تندرستی میں اپنی بیماری کے لئے،اوراپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے توشہ حاصل کرلو۔

افادات:-کوئی آدمی سفر کرکے دوسری جگہ جاتاہےاور وہاں اس کوچند روز قیام کرنا مقصود ہوتا ہے تو عیش و آرام اورراحت کا زیادہ سامان جمع نہیں کرتا،جو تکلیف آتی ہے اس کوبرداشت کرتاہے اوریہ سوچتاہے کہ مجھے یہاں کتنے روزرہنا ہے،دوچار روزکے بعد تو میرایہاں سے واپسی کا نظام بناہوا ہے،اوریہ میرا وطن نہیں ہے، لہٰذااپنے لئے کوئی مکان بنانے کی فکر نہیں کرتا ،نہ کوئی ایسی تدبیر کرتاہے جو اس بات پر دلالت کرنے والی ہو کہ وہ یہاں مستقل قیام کرنے والاہے۔جیسے پردیسی آدمی پردیس میں رہتاہے تو وہاں جی نہیں لگاتا،اور نہ وہ وہاں اپنے لئے عیش و آرام کے سامان مہیا کرنے کی فکر کرتا ہے،بلکہ پردیس میں جس مقصد کے لئے آناہوا ہے وہ اپنے اسی مقصد کو حاصل کرنے کی طرف زیادہ تر توجہ لگایاکرتا ہے۔

جیسے آپ بمبئی کسی کام کی غرض سے گئے ہوں تو وہاں آپ اپنے لئے راحت و آرام کی فکر نہیں کریں گے،بلکہ جس مقصد کو لے کرگئے ہیں ، آپ کی پوری کوشش یہی ہوتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے کہ میں اپنے اس مقصد کو پورے طور پر حاصل کرلوں۔ تو اسی طرح دنیامیں انسان کی آمد آخرت کی تیاری کے لئے ہوئی ہے، دنیا ہمارا مستقل گھر نہیں ہے، ہماری حیثیت یہاں ایک پر دیسی کی ہے۔

جیسے راہ گیر

بلکہ مزید ترقی کرتے ہوئے ایک قدم اور آگے کی بات نبیؐ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمائی کہ: راستہ چلتا ہوا مسافر ہوتا ہے۔ یعنی پردیس میں جب کوئی آدمی جاتا ہے تو وہاں تو چند روز رہتا بھی ہے، لہٰذا وہ تھوڑا بہت اہتمام تو کرتا ہے۔ لیکن ایک آدمی کا سفر جاری ہے، راستہ چل رہا ہے، تو اب اگر راستہ چلتے چلتے کبھی تھکن بھی محسوس ہوئی، تو تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کے نیچے کھڑا ہوجائے گا، یا چند منٹ کے لئے کہیں بیٹھ جائے گا، اور پھر آگے سفر پر بڑھ جائے گا۔ وہ اتنا بھی اہتمام نہیں کرتا جیسا کہ ایک پردیسی پردیس میں چند روز قیام کے دوران کرتا ہے۔ نبیؐ کریم (ﷺ) نے اس ارشاد کے ذریعہ سے ہم کو متوجہ کیا کہ یہاں اپنے لئے راحت و آرام کے کوئی زیادہ اسباب اور سامان مہیا کرنے کے بجائے آخرت کی تیاری میں لگنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ اور یہ بات بھی اپنی جگہ سو فیصد صحیح ہے کہ کوئی گارنٹی نہیں کہ ہم صبح تک زندہ رہیں گے یا نہیں! تو پھر کیوں ہم اپنے لئے کل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صبح تک کاپروگرام بھی بنائیں ،ایسی تیاری کیوں نہ کرلیں کہ ابھی بلاوا آجائے تو ہم اس کے لئے تیار ہوں۔

اعمال کیے بغیر ثواب

اورفرماتے ہیں کہ:اپنی تندرستی میں اپنی بیماری کے لئے، اوراپنی زندگی میں اپنی موت کے لئےتوشہ حاصل کرلو۔یعنی آدمی کے ساتھ تندرستی اور بیماری لگی ہوئی ہے تو اب اس بات کااہتمام کرلے کہ تندرستی کے زمانہ میں اعمال کا ایسا اہتمام کرے کہ اگر بیماری کی وجہ سے ان اعمال اور معمولات میں کمی بھی آگئ تو تندرستی کے زمانہ میں اس نے جوکام انجام دئے تھے اس سے اس کا کام چلتا رہے۔اس لیے کہ ایک حدیث میں ہےکہ آدمی تندرستی کے زمانہ میں جن اعمال کا اہتمام کرتا ہے، اگر بیماری کی وجہ سے وہ ان اعمال کو انجام نہیں دے سکتا تواللہ تعالیٰ بغیرکئے ہی ان اعمال کا ثواب دیا کرتے ہیں (الادب المفرد،۵۰۰)جیسے آدمی جب کماتا ہے تو اس میں بھی اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ بیماری آجائے توکام چل جائے،اس لئے اتنا کماتا ہے کہ بیماری کے زمانہ میں بھی اگراس کو کام کرنے یا کاروبار کا موقعہ نہ ملے تو یہ کمائی اس کے لئے کافی ہو۔اوراپنی زندگی میں موت کے لئے تیاری کرلے اورچوں کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس لیے آدمی کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیا کا قیام

علماء فرماتےہیں کہ ہمارایہاں قیام اتنا ہی ہے جتنا وقت اذان کہنے کے بعد اقامت کاہوا کرتا ہے،بلکہ اذان و اقامت کے بعد نماز شروع کرنے کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی جاتی ہے، گویاجنازے کی نماز کی تیاری ہوچکی ہے،اب بس نمازوا قامت کے درمیان جتنا فاصلہ ہوتاہے اتنے ہی فاصلہ کے بقدرہمارا دنیا کے اندر قیام ہے، اس لئے آدمی کو یہاں اپنے واسطے راحت وآرام کے زیادہ اسباب یا سازوسامان کومہیا کرنے کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کی شرح میں علماء کا کلام نقل کیاہے کہ دنیاکی طرف مائل نہ ہو،اس کی طرف دل نہ لگاؤ،اس کو اپنا وطن نہ بناؤ۔

اور یہ جو فرمایا تھا کہ جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو،اور شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو،گویاآدمی کواپنے دل میں یہ چیز سوچنی ہی نہیں چاہیے کہ یہاں زندہ رہنااور دیر تک قیام کرناہے۔آدمی ایسے پروگرام نہ بنائے کہ ایک مہینہ کے بعدیوں کریں گے، اور اتنے دنوں کے بعدیوں کریں گے،اس طرح پروگرام بناکرگویااپنے آپ کو زندگی کی اُمید دلا رہا ہے۔ایسا نہیں ہوناچاہیے۔بلکہ آدمی کو چاہیے کہ ہر وقت تیار رہے یعنی دنیامیں باقی رہنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہو، دنیا کے ساتھ تمہارا رشتہ اور تعلق اتنا ہی ہوجتنا ایک پردیسی کا پردیس کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

محبوب بننے کا نسخہ

حدیث ۴۷۲

وعن ابی العباس سھل بن سعد الساعدی (رضی اللہ عنہ) قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! دُلَّنِيْ عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ. فَقَالَ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ (حدیث حسن، رواہ ابن ماجہ وغیرہ بِأَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد ساعدی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیں کہ جب میں اس کو کرلوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت رکھے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں؟ (گویا میں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں بھی محبوب بن جاؤں اور لوگوں کی نگاہوں میں بھی محبوب بن جاؤں) تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشاد فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ محبت کریں گے۔ اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، اس سے بے رغبتی برتو، تو لوگ بھی تم سے محبت کریں گے۔

افادات:- دنیا کی محبت اگر آپ دل میں سے نکال لو، اور دنیا سے بے رغبتی برتو؛ تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے رغبتی برتو؛ تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ کسی کے ساتھ آدمی کا کیسا ہی تعلق کیوں نہ ہو، لیکن جہاں کوئی مطالبہ اس کے سامنے کیا گیا تو سالہاسال کے تعلق کے اوپر پانی پھر جاتا ہے اس لیے لوگوں کے پاس جو مال ودولت ہے، آدمی اگر اپنے آپ کو اس کی طرف سے بے رغبت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بنالے گا، تووہ یوں سمجھیں گے کہ اس کو میرے مال کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے، اور پھر وہ کوئی خطرہ بھی محسوس نہیں کریں گے اور آپکے ساتھ محبت اور تعلق بھی رکھیں گے۔

اس روایت میں نبئ کریم (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب بننے کا آسان نسخہ بتلایاہے کہ آدمی دنیا کی محبت دل میں نہ رکھے۔اور لوگوں کے نزدیک محبوب بننے کا بھی بڑا آسان نسخہ بتلایا کہ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، اس کی طمع و لالچ تمہارے دل میں نہیں ہونی چاہیے۔

حضور (ﷺ) کی فقیری

حدیث ۴۷۳

وعن النعمان بن بشير (رضی اللہ عنہ) قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (رضی اللہ عنہ) مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ (ﷺ) يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ۔ (رواہ مسلم)

(الدَّقَلُ) بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ: رَدِيُّ التَّمْرِ۔

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کے پاس دنیا کے مال و دولت کی وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبئ کریم (ﷺ) کو دیکھا کہ دن بھر آپ اپنے پیٹ کو فاقہ سے لپیٹے رہتے تھے، اور آپ کو گھٹیا قسم کی کھجور بھی اتنی میسر نہیں ہوتی تھی کہ اس کے ذریعہ سے آپ اپنا شکم مبارک (پیٹ) بھر سکیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھٹیا قسم کی کھجور جو سوکھ جاتی ہے اس کو ”دقل“ کہتے ہیں۔

افادات:- چوں کہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے جس کی وجہ سے مالِ غنیمت سے مسلمانوں کے پاس خوب دولت آئی اور مال کی ریل پیل ہوئی۔ اس کا ذکر کرکے حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) یہ فرمانے لگے کہ آج لوگوں کے پاس مال ودولت کی یہ حالت ہے۔

حضورِ اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا حال

حدیث ۴۷۴

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُ ذُو كَبِدٍ إِلاَّ شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ۔ (متفق عليه)

قَوْلُهَا: (شَطْرُ شَعِيرٍ) أَيْ: شَيْءٌ مِنْ شَعِيرٍ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ میرے مکان میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کو کوئی جاندار کھاسکے، سوائے تھوڑے سے جَو کے، جو ایک الگنی میں رکھے ہوئے تھے، میں اس میں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد بھی برابر کھاتی رہی، یہاں تک کہ جب اس پر طویل زمانہ گزرا تو میں نے یہ دیکھنے کے لیے کہ اب کتنے رہ گئے ہیں اس کو ناپا۔ بس! پھر (اس میں سے برکت ختم ہوگئی اور) وہ جو ختم ہوگئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس کھانے پینے کی کوئی فراوانی نہیں تھی ،اور جیسا کہ پہلے آچکا کہ اگر آپ (ﷺ) چاہتے تو یہ چیز بھی آپ کو حاصل ہوجاتی لیکن آپ نے اپنے لئے اسی چیز کو پسند کیا۔

حضورِ اکرم (ﷺ) کا ترکہ

حدیث ۴۷۵

وعن عمرو بن الحارث أُخِیْ جُوَیْرِیَّةَ بِنْتِ الحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللہِ (ﷺ) عِنْدَ مَوْتِهِ دِیْنَاراً وَلَا دِرْهَماً ، وَلَا عَبْداً وَلَا أَمَةً ، وَلَا شَیْئاً إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ كَانَ یَرْكَبُهَا، وَسِلَاحَهُ وَأَرْضاً جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَةً۔

ترجمہ:- حضرت عمرو بن حارث (رضی اللہ عنہ) جو اُم المؤمنین حضرت جویریہ (رضی اللہ عنہا) کے بھائی ہیں، فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے اپنی موت کے وقت نہ تو کوئی سونے کا سکہ چھوڑا، نہ چاندی کا، نہ کوئی غلام، نہ باندی، نہ کوئی اور چیز، سوائے آپ کا سفید خچر جس پر آپ سواری فرماتے تھے، اور آپ کے ہتھیار، اور ایک زمین جس کی آمدنی آپ نے مسافروں کے لئے وقف فرمائی تھی۔

افادات:- اور اس میں سے بچی ہوئی آمدنی کو مسلمانوں کی ضرورتوں پر خرچ کرتے تھے۔ اور جو زمین آپ نے چھوڑی تھی اس کو بھی آپ نے اپنے بعد مسافروں کے لیے وقف کردی تھی۔ اس لیے آدمی یہ نہ سوچے کہ میں دنیا سے ایسی حالت میں جا رہا ہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ اپنے بال بچوں کے لئے میں نے کچھ چھوڑا ہی نہیں ۔عام طور پر آدمی یہ بھی سوچ کر زیادہ دنیا حاصل کرنے کی فکر کرتا ہے۔حالاں کہ نبیُ کریم(ﷺ) نے اپنے پیچھے کوئی مال و دولت نہیں چھوڑی،اگر یہ مطلوب اور پسندیدہ چیز ہوتی تو نبیُ کریم(ﷺ) بھی ایسا ضرور کرتے۔

حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے احوال

حدیث ۴۷۶

وعن خَبابِ بن الأَرَتِّ (رضی اللہ عنہ) قالَ:هاجَرنا مَعَ رَسُولِ اللهِ(ﷺ) نَلْتَمِسُ وَجهَ اللهِ تَعالىٰ، فَوَقَعَ أَجرُنا علىٰ اللهِ، فَمِنّا مَن مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِن أَجرِهِ شَيئًا، مِنهُم:مُصعَبُ بنُ عُمَيرٍ(رضی اللہ عنہ) قُتِلَ يَومَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنّا إِذا غَطَّينا بِها رَأسَه، بَدَت رِجلاه،وإذا غَطَّينا بِها رِجلَيهِ بَدا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنا رَسُولُ اللهِ(ﷺ) أَن نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجعَلَ علىٰ رِجلَيهِ شَيئًا مِنَ الإِذخِرِ، وَمِنّا مَن أَينَعَت لَه ثَمَرَتُه،فَهُوَ يَهدِبُها

(النَّمِرَةُ): كِساءٌ مُلَوَّنٌ مِن صُوف۔وَقَولُه:(أَينَعَت)أَيْ:نَضِجَتْ و أَدْرَكَتْ۔ وقولُهُ: (يَهْدِبُها)هُوَ بِفَتْحِ الْياءِ وَضَمِّ الدّالِ وَكَسرِها لُغَتانِ: أَيْ: يَقطُفُها وَيَجتَنِيها،وَهذِهِ اسْتِعارَةٌ لِما فَتَحَ اللهُ تَعالىٰ عَلَيهِم مِنَ الدُّنيا وَتَمَكَّنُوا فِيها۔

ترجمہ مع تشریح:-حضرت خباب بن الارت(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم نے نبیُ کریم (ﷺ) کے ساتھ ہجرت کی(مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے) اور اپنے اس عملِ ہجرت سے خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کررہے تھے،اس لیے ہمارے اس عمل کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں یقینی ہے۔پس ہم میں سے بعض تو ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ انہوں نے اپنے اس نیک عمل کا اجر و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدلہ دنیا میں نہیں لیا،انہی میں سے حضرت مصعب بن عمیر(رضی اللہ عنہ)ہیں کہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور انہوں نے رنگین قسم کی ایک چادر چھوڑی تھی، اوروہ بھی اتنی چھوٹی تھی کہ جب اس میں ان کو کفن دیا گیا تو اگران کے سر کو چھپایا جاتاتھا تو پاؤں کھل جاتے تھے ،اور پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا تھا۔نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ سر کو چھپا لواورپاؤں کو ڈھانپنے کے لئے گھاس ڈال دیا گیا۔اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے پھل پک گئے تووہ ان کو استعمال کررہے ہیں (یعنی دنیا میں انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ ان کے نیک عمل کا بدلہ دنیا میں بھی کچھ ان کو مل گیا، چنانچہ جن حضرات صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)نے فتوحات کا زمانہ پایا اوران کے پاس مالِ غنیمت میں بہت ساری دولت آئی،لیکن حضراتِ صحابہ(رضی اللہ عنہ) دولت کے آنے کو اپنے لیے اچھانہیں سمجھتے تھے۔)

دنیاکی قدروقیمت

حدیث ۴۷۷

وعن سھلِ بن الساعدی(رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ(صلی اللہ علیہ وسلم):لَوْکَانَتِ الدُّنْیَاتَعْدِلُ عِنْدَاللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ،مَاسَقٰی کَافِرًامِنْھَاشَرْبَۃَ مَاءٍ۔

ترجمہ:۔حضرت سہل بن سعدساعدی(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا: اگردنیاکی قدروقیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پانی کاایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اس لیے اگر کسی کو دنیا کا مال اور عیش وآرام کی چیزیں میسر نہیں ہیں تواس کی وجہ سے دل گرفتہ اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی خصوصی توجہ آخرت کی طرف کرے۔

دنیا ملعون ہے

حدیث ۴۷۸

وعن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ وعَالِماً وَمُتَعَلِّماً (رواه الترمذی وقَالَ: حديث حسنٌ)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا ملعون ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے) اور جو کچھ بھی دنیا میں ساز و سامان ہے وہ سب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، البتہ اللہ کا ذکر اوروہ تمام چیزیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے قریب کرنے والی ہیں ،اور علم سکھانے والا اور علم سیکھنے والا (اس سے مستثنیٰ ہیں۔)

افادات:-اس روایت کو لاکر بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ ہروہ چیز جس کے ذریعہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے؛اس کو دنیا کا حصہ قرار نہیں دیا جائے گا اسی لیے بزرگوں کا قول نقل کیا گیاہے کہ ہر وہ چیز جو تم کو تمہارے رب سے غافل کردے وہ تمہاری دنیاہے۔لہٰذا اگر کوئی آدمی دنیا کی بقدر ضرورت چیزیں اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑے بغیر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حاصل کرتاہے،اوران سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مدد حاصل کرتاہے تواُس کو دنیا میں شمار نہیں کیاگیاہے،بلکہ یہ تووہ چیز ہےجو اللہ کے ذکراور اس کی یادسے قریب کرنے والی ہے۔اللہ کی یاد اور ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد سے قریب کرنے والی ہو؛ وہ دنیا کا حصہ قرار نہیں دیا گیا۔

اب اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے مطابق دولت کمائی یعنی کمانے میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کاموجب ہو،اور پھر اُس کو خرچ کرنے کاجب وقت آیا تو وہاں بھی کوئی ایسا اندازاختیار نہیں کیاجو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ہو،بلکہ انہی چیزوں میں خرچ کیا جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے،اس صورت میں چاہے وہ کتنی ہی بڑی مقدار کیوں نہ ہو، اس کودنیا میں شمار نہیں کیا جائے گا،اور ایک آدمی تھوڑی سی چیزحاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام توڑتا ہے،یااس کواستعمال اس طرح کرتاہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہے، تو وہ بھی دنیا میں داخل ہے اوروہ اس وعید کا حق دار بنے گا۔

بتلانایہ چاہتےہیں کہ وہ تمام چیزیں اورکام جو آدمی کواللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اللہ تعالیٰ کےساتھ تعلق سےدورکردیں،وہ تمام دنیا کہلائیں گے،اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائیداد مت بناؤ

حدیث ۴۷۹

وَعَن عَبدِاللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ)قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) : لَا تَتَّخِذُوا الضَّیعَةَ فَتَرغَبُوا فِی الدُّنیَا۔ (رَوَاہُ الترمذی،وَقَالَ:حدیث حسنٌ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جائیداد مت بناؤ؛ورنہ (دل میں)دنیا کی محبت پیدا ہوگی۔

افادات:- ”ضَیعَة“ یعنی غیر منقول جائیداد۔ایسی چیز جو اپنی جگہ پر رہنے والی ہے، مثلاً مکان بنایا، دوکان بنائی، فیکٹری لگائی، پلاٹ خریدا؛ یہ سب ”ضَیعَة“ کہلاتی ہے۔تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ چیزیں مت بساؤ، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں آدمی کا دل دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے۔

چوں کہ یہ باب زہد کے بارے میں قائم کیا گیا تھا کہ دنیا کی محبت دل میں نہ ہو، اس لیے ایسی تمام چیزیں جو دنیا کی محبت پیدا کرنے والی ہیں ان کو اختیار کرنے سے بھی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایاہے۔اگر آدمی ایسی چیزیں اپنی ضرورت کے مطابق اختیار کرتا ہے توضرورت کی حد تک ہی اختیار کرے، لیکن اس میں ایسا کوئی انداز اختیار نہ کرے جس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے نتیجے میں اُس کا دل دنیا میں مشغول ہو۔بس !ضرورت کی حد تک اس کو برتے، لیکن دل اُس میں نہ لگائے، بلکہ دل تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لگائے۔

موت اس سے جلد دیکھتا ہوں

حدیث ۴۸۰

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبن العاص (رضی اللہ عنہ) قَالَ : مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا،فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا: قَدْ وَهٰى،فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلاَّ أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ (رواہ ابوداؤد والترمذی باسناد البخاری ومسلم)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اپنے جھونپڑے کی مرمت کر رہے تھے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ جھونپڑا کمزور ہوگیا ہے اور ٹوٹ چکا ہے، ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میں موت کا معاملہ اس سے جلد دیکھتا ہوں۔

افادات :- آدمی مکان کی مرمت اسی لئے کرتا ہے کہ مرمت کرنے کے بعد اس میں رہائش اختیار کرے گا، تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ موت کب آتی ہے اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ جھونپڑا درست کر رہے ہیں اسی درمیان موت آجائے، یا جھونپڑا درست کرنے کے بعد اس جھونپڑے سے فائدہ اُٹھانے سے پہلے ہی موت آجائے۔ تو جو چیز جلد آنے والی ہے اس کی تیاری کی طرف دھیان پہلے دینا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ذہن کی گردش

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب مکان، دوکان یا فیکٹری بناتا ہے، یا ایسی چیزیں جو جائیداد کے قبیل سے ہوتی ہیں، ان کو بساتا ہے تو اس دوران آدمی کا ذہن اُدھر ہی چلتا ہے، اور اس تعمیر کے دوران طبیعت دھیرے دھیرے آخرت سے ہٹ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ مثلاً فیکٹری بناتا ہے تو پورا ایک پروگرام اس کے ذہن میں چلتا ہے کہ ابھی تو فیکٹری بن رہی ہے، پھر اس کی مشینری لاؤں گا، پھر اس کے اندر پاور آئے گا، پھر اس کے اندر کام کاج شروع ہوگا، اس کا پروڈکشن ہوگا، پھر میں اس کی مارکیٹنگ کروں گا تو اتنا نفع ہوگا، پھر اس میں اتنی ترقی ہوگی وغیرہ۔ تو کتنے لمبے زمانہ کا پروگرام اور کتنا لمبا چوڑا پروسیجر (Procedure) سامنے ہے اور اسی کو وہ برابر سوچ رہا ہے۔ فیکٹری بنانے کا پلان اور اس کی ساری چیزیں ہمیشہ اس کے ذہن میں گردش کرتی رہتی ہیں، ایسا تو ہے نہیں کہ کسی وقت آئی اور نکل گئی، بلکہ اس کا ذہن اُدھر ہی چلتا ہے اور یہی سوچتا رہتا ہے، اور سوچتے سوچتے اس کا جی ادھر ہی لگ جاتا ہے، اور جو اصل مقصود تھا اور جدھر توجہ کرنی چاہیے تھی، اُدھر توجہ باقی نہیں رہتی۔ یہی حال مکان کی تعمیر کا ہوتا ہے، اور یہی حال دوکان کے کاروبار کا ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مقصد سے توجہ نہ ہٹے

اس روایت میں بات توجھونپڑے کی ہے،اور نیا جھونپڑا ابھی نہیں بنارہے تھے، یا ایسا بھی نہیں تھا کہ جو بنا ہوا تھا اس کو گراکر نیا بنارہے تھے،بلکہ ٹوٹے ہوئے جھونپڑے کی مرمت کی جارہی تھی۔وہ کوئی فلیٹ تعمیر نہیں کررہے تھے، کوئی بنگلہ نہیں بنا رہے تھے۔حدیث کے الفاظ موجود ہیں”خُصًّا لَنَا“اے اللہ کے رسول! ہمارا جھونپڑا ٹوٹ گیاہے،اس کی مرمت کررہے ہیں۔لیکن یہ مرمت ایسی چیز ہے کہ ہوسکتا تھا اس کے دوران آدمی یہ سوچنے لگ جائے کہ ذرا اچھی مرمت کریں تاکہ ایک سال توچلے۔توگویا ایک سال تک کے لئے وہ اپنے ذہن سے اپنا ویزا توبڑھوا ہی رہاہے،اوراپنی سمجھ سے گویاوہ یوں سوچ رہاہے کہ مجھے اب ایک سال تودنیامیں رہناہی ہے،اس لیے نبیٔ کریم(ﷺ)اُن کو متوجہ فرمارہے ہیں کہ معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی کا ہے، یعنی تم تو یہ سمجھ کر جھونپڑے کی مرمت کرتے ہوکہ ذراٹھیک کرلیں تاکہ سال دو سال چل جائے گا۔تو یہ سال دو سال کا تم کیوں سوچ رہے ہو؟یہ مرمت کرناخوداس بات کی دلیل ہے کہ تم نے اپنے لئے بہت کچھ آگے سوچ لیاہے۔چھ مہینے سوچا،یاسال دوسال سوچا۔جھونپڑاتوایک سال تک کامعاملہ ہے کہ ابھی یہ بارش کازمانہ نکل جاوے اورآئندہ بارش تک چلے،اور فیکٹری توبہت کچھ سوچواتی ہے۔تونبیٔ کریم(ﷺ)فرماتے ہیں:”مَا اَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَالِكَ“

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ فرماکر دراصل نبیٔ کریم (ﷺ) حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تربیت فرما رہے ہیں کہ دیکھو! یہ ٹھیک بات ہے کہ جھونپڑا ٹوٹ گیا ہے اور مرمت کی ضرورت ہے، اس لئے مرمت کر رہے ہو، لیکن مرمت کرتے وقت آدمی کو یہ چیز ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنی چاہئے کہ پتہ نہیں مرمت کئے ہوئے اس جھونپڑے سے کتنا فائدہ اُٹھانے کی نوبت آتی ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے، اس کے حضور پیش ہونا ہے ، اپنی زندگی کے تمام اعمال کا جو اب دینا ہے۔ اور جھونپڑا درست کرنے کے بعد پتہ نہیں اس میں رہنے کی نوبت آئے گی یا نہیں۔ اس کو ٹھیک کرنے کے دوران ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ تمہارا تعلق اتنا زیادہ ہو جائے کہ تمہارا جی اسی میں لگ جائے اور تم موت کی طرف سے غافل ہو جاؤ۔ غور کیجیے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی کیسی تربیت فرماتے ہیں جہاں کوئی ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ اس کی وجہ سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو رہا ہے تو اس موقعہ پر آپ (ﷺ) نے ایسا جملہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس سے دل ہٹے اور اپنے مقصود کی طرف متوجہ ہو۔

نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا

کھانے پینے تک کی چیزوں میں نبیٔ کریم (ﷺ) اس بات کا اہتمام فرماتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم (ﷺ) ایسے وقت گھر سے باہر تشریف لائے کہ عموماً اس وقت باہر نہیں نکلتے تھے اور نہ کسی سے ملاقات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرماتے تھے ،اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق(رضی اللہ عنہ) بھی وہاں آئے،تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے ؟کیوں آئے ؟انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ اس لیے آیاہوں تاکہ اللہ کے رسول سے ملاقات ہوجائے اور آپ کے چہرۂ انور کا دیدار کرلوں اور آپ کو سلام کرلوں۔اتنے میں حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ وہ بھی گھر سے باہر نکلے ہیں۔ پوچھا:کیا بات ہے؟انہوں نے کہا:اے اللہ کے رسول !بھوک کے تقاضہ سے بے چین ہوگیااور کھانے کے لئے کچھ تھا نہیں،توباہر نکلا ہوں۔تونبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا:مَیں بھی بھوک محسوس کررہاہوں۔یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بھوک کے تقاضہ کی وجہ سے بے چین ہوکرباہر نکلے تھے۔پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایاکہ فلاں انصاری صحابی (ابوالہیثم بن التیہان) کا کھجور کاباغ ہے،چلیں!آج ان کے یہاں جائیں۔ان صحابی کی خواہش بھی تھی کہ حضوران کے باغ میں تشریف لائیں۔تینوں وہاں پہنچے تودیکھاکہ وہ صحابی تونہیں ہیں ،مگران کی بیوی موجودہے۔پوچھا:تمہارے شوہر کہاں گئے؟کہا:وہ درختوں کو پانی پلارہے ہیں ،ان کواطلاع کرائی تووہ آئے اور حضورکودیکھ کر آپ سے لپٹ گئے اورکہا:اے اللہ کے رسول!میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میری قسمت کہ آپ میرے یہاں تشریف لائے۔بہت خوش ہوئے اور جلدی جلدی کھجوروں کے خوشے توڑکرلائے،اوردودھ بھی لائےاورکہا:میں بکری ذبح کرتاہوں ۔ حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: دیکھو !دودھ دینے والی بکری ذبح مت کرنا،اس لیے کہ اس کے دودھ کا فائدہ ختم ہوجائے گا،جو بکری دودھ نہ دیتی ہو،وہ ذبح کرنا۔انہوں نے کہا:ٹھیک ہے۔جانورذبح کیا،گوشت پکایااور حضورکے سامنے پیش کیا۔آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(ﷺ)نے تناول فرمایا، حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ)اور حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)نے بھی تناول فرمایا۔ پھر حضور اکرم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی یعنی درخت کا سایہ، تازہ کھجور اور ٹھنڈا پانی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں انہی نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔(سنن ترمذی۔ باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی (ﷺ)۔ حدیث نمبر:۲۳۶۹)

دراصل آدمی کو شدید بھوک کے تقاضے کے بعد جب کوئی چیز ملتی ہے، تو اس پر ایسا متوجہ ہوتا ہے کہ دوسری چیزوں سے غافل ہو جاتا ہے، تو نبی ٔ کریم(ﷺ) یاد دلا رہے ہیں کہ دیکھو! کھانے میں مشغول ہو کر اُدھر سے دھیان نہیں ہٹنا چاہیے۔

جب ہم احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر ایسے موقعہ پر جہاں نبی ٔ کریم(ﷺ) یہ محسوس کرتے کہ دنیا کے اس کام میں لگ کر آدمی آخرت سے غافل ہو جائے گا تو آپ (ﷺ) آخرت کی طرف متوجہ کر دیتے۔ ویسے صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) کا حال بھی یہی تھا کہ نہ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت تھی، وہ خود ہی دنیا سے بڑے بے رغبت تھے، اور جو کچھ آتا تھا ہمیشہ خرچ کرنے والے تھے، اگرچہ ان کے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا، لیکن جو تھوڑا بہت میسر آجاتا تھا، اُس پر بھی نبی ٔ کریم(ﷺ) ان کی ایسی تربیت فرماتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عین حکمت کا تقاضہ

حضرت تھانوی(رحمۃ اللہ علیہ)فرماتے ہیں:لوگ تمنائیں کرتے ہیں کہ ہم بھی نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں موجود ہوتے۔حالانکہ حضراتِ صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)نے جو مجاہدے کئے اور جو مشقتیں اُٹھائی ہیں ،اور جس طرح کی قربانیاں دی ہیں،ان کا اگر ہم مطالعہ کریں تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے جس کو جس زمانہ میں پیدا کیا ہے وہ اس کی عین حکمت کا تقاضہ ہے۔اگر ہم اُس زمانہ میں ہوتے تو معلوم نہیں کہ خدانخواستہ کس لسٹ میں نام آتا۔اس لئے آدمی کو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے،اور قناعت کی صفت پیدا کرنی چاہیے۔

دور کی نہ سوچے

خیر!میں یہ عرض کررہا تھا کہ جھونپڑا بناتے وقت کم سے کم آدمی کا یہ تصور ہوتا ہے کہ اس کو ایسا ٹھیک کرلوں کہ چھ مہینے چل جائے،ایک سال چل جائے۔تو چھ مہینے اور ایک سال کا تصور جو دماغ میں آیا اس کو حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)نکالنا چاہتے ہیں کہ ”میں تو معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی کا دیکھتا ہوں“معلوم نہیں موت کب آجائے،اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔اس لیے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)فرماتے ہیں کہ (۱)کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ نے رہنے کے لیے اطمینان کی رہائش دی ہے یعنی امن سے ہے،کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے(۲)اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدن وجسم میں عافیت ہے، یعنی کوئی مہلک بیماری نہیں ہے(۳)اور اس کے پاس کھانے کے لیےایک دن کی روزی موجود ہے؛تویوں سمجھو کہ اس کوساری دنیا ملی ہوئی ہے۔ تو بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ آدمی بہت آگے کی نہ سوچے۔

ایک بوڑھا تاجراوراس کے عزائم!

آدمی جب مستقبل کی پلاننگ کرنے لگتاہے توایک دوسال کی نہیں،بلکہ سالہا سال اور صدیوں تک کی پلاننگ کرڈالتاہے،گویاصدیوں دنیامیں رہنا ہے،اورپھر اپنی ہی نہیں ، بلکہ اپنی آنےوالی دوتین نسلوں کی فکرکرڈالتا ہے کہ بس!اب تومزے میں رہو۔ شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک تاجر کے یہاں مہمان ہوا،جب اس سے ملاقات ہوئی تووہ کہنے لگا کہ میری تجارت فلاں ملک میں بھی ہے،اور فلاں ملک میں بھی ہے۔بہت کچھ بتانے کے بعدپھرکہنے لگاکہ بس میری ساری تمنائیں پوری ہوچکی ہیں،اب ارادہ یہ ہے کہ تجارت کی غرض سے ایک آخری سفر کرلوں۔یہاں ایران سے گندھک لے کرچین جاؤں گا،اوروہاں جاکراس کو فروخت کروں گا، اس لئے کہ وہاں اس کی ڈیمانڈ بہت ہے،اس سے وہاں بہت منافعہ ملے گا۔پھر وہاں سے چینی برتن لے کرروم جاؤں گا،وہاں اس کو فروخت کروں گا،وہاں اس کی بڑی ڈیمانڈہے۔اور روم سے کپڑالے کرہندوستان جاؤں گا،وہاں اس کوفروخت کروں گااس سے وہاں بہت نفع آئے گا۔ پھر ہندوستان سے فولادخریدوں گا، وہ لے کرحلب جاؤں گا۔وہاں کاشیشہ بڑاعمدہ ہوتاہے،اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لئے وہاں سے شیشہ خریدوں گا، وہ لے کر یمن جاؤں گا، اس کو وہاں بیچوں گا۔ اور یمن سے یمنی چادر لاکر یہاں ایران میں بیچوں گا۔ بس! پھر ایک دوکان کھول کر اطمینان سے بیٹھ جاؤں گا۔

شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی اس وقت ہی زندگی کے آخری مرحلے میں ہے اور اتنا لمبا سفر کرنے کے بعد بھی یہ نہیں سوچتا کہ مسجد میں بیٹھوں گا، بلکہ ایک دوکان کھول کر اطمینان سے بیٹھ جاؤں گا۔ بس! میری اتنی ہی تمنا باقی ہے۔ پھر اس نے شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا کہ تم بھی کچھ سناؤ تو شیخ نے فرمایا:

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور   بار سالارے بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیادار را   یا قناعت پر کند یا خاک گور

ترجمہ:- تم نے سنا ہے غور کے صحرا میں ایک بڑے سپہ سالار اور بڑے مالدار تاجر کا سامان ایک اونٹ پر تھا، وہ اونٹ مارے بھوک کے اِدھر گرا اور اس کا سامان اُدھر گرا، پھر اس نے ایک بات کہی کہ دنیادار کی ان تنگ نگاہوں کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا پھر قبر کی مٹی۔ ورنہ آدمی کی حرص ایسی عجیب و غریب چیز ہے کہ بس وہ اپنے طور پر مال جمع کرتا ہی رہتا ہے اور اس کی حرص ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک مالدار کا عبرت ناک واقعہ

حضرت تھانوی(رحمۃ اللہ علیہ)نے ایک یہودی مالدار کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بڑا مالدارآدمی تھا، اس کے پاس سونے چاندی کے ڈھیر تھے،اس نے اپنے خزانے کی چابی پر ایک نگران مقرر کر رکھاتھا جواس کی حفاظت کرتا تھا، ایک مرتبہ اس نے سوچاکہ اس نگران دربان کاامتحان لیناچاہیے کہ وہ کہیں میرے خزانے میں خیانت تونہیں کرتا۔وہ رئیس خود ہی خزانے پر پہنچ گیااور جس مکان کے اندر یہ خزانہ محفوظ تھا،اس کی چابی اس کے پاس بھی رہتی تھی، اپنی چابی سے دروازہ کھول کر اندر گیااور دیکھاکہ سب ٹھیک ہے یانہیں۔اسی درمیان وہ دربان آیاتو اس نے دیکھا کہ دروازہ کھلاہواہے،تواس نے دروازہ بند کردیا،اور تالالگادیا۔اس کوپتہ ہی نہیں تھا کہ اندرمالک موجودہے۔جب مالک صاحب دروازے کی طرف آئے تو دیکھا کہ دروازہ باہرسے بندہے،توخوب شور مچایا اور آوازیں لگائیں ،لیکن کسی نے سنی ہی نہیں۔جب بھوک لگی تو نہ چاندی اورسونے سے بھوک مٹا سکتا تھا ،نہ پیاس بجھا سکتا تھا۔ وہیں چاندی اور سونے کے ڈھیر تھے، اسی میں وہ مرگیا۔بعد میں جب دروازہ کھولا گیا تو پتہ چلاکہ وہ مرا ہوا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توکل پر بصیرت افروز مضمون

اب کوئی آدمی یوں کہے کہ مولوی صاحب! کسی کو اگر ایک دن کا کھانا ملے تو کیا دوسرے دن کھانا نہیں چاہیے ؟ تو بھائی دیکھئے ! قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ زمین کے اندر جتنے بھی جاندار ہیں ان کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ تو جس اللہ نے آج روزی دی ہے وہی اللہ کل بھی دے گا۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ کرنا چاہیے، تو وہ تم کو پرندوں کی طرح روزی دے گا کہ وہ صبح اپنے گھونسلے سے خالی پیٹ نکلتے ہیں ، اور شام کو جب واپس آتے ہیں تو پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا انہوں نے کہیں دوکان لگائی ہے؟ کوئی فیکٹری لگائی ہے کوئی تجارت اور کاروبار شروع کیا ہے؟ نہیں! بلکہ صبح جس وقت وہ اپنے گھونسلوں سے نکل رہے ہوتے ہیں اس وقت ان کا کوئی متعین پروگرام بھی نہیں ہوتا ہے، لیکن شام کو اللہ تعالیٰ ان کو پیٹ بھر کر واپس کرتے ہیں۔

اس پر حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور دوسرے اکابرین نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے۔ بلکہ پرندے صبح کے وقت اپنے گھروں اور گھونسلوں سے نکلے، گھونسلوں میں بیٹھے نہیں رہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جب نکلے تو صرف آج ہی کی فکر لے کر نکلے تھے، کل کی فکر لے کر نہیں نکلے تھے۔ اور یہ انسان جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس لئے کہ آج ہم یہاں بیٹھے بیٹھے دس سال آگے کی فکر کرتے ہیں ،تواب ٹینشن نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟اگرآج ایک دن کی فکر کرلیں ،توکوئی ٹینشن نہیں ہے اورمسئلہ بہت ہی آسان ہے۔بلکہ بہت سے لوگوں کے پاس توسالوں کا موجودہوتا ہے، اور ان کی پوری دو نسلوں کا موجودہوتا ہے،مگر پھر بھی وہ زیادہ ہی کی فکر میں پڑے ہوئے ہیں ،حقیقت میں دنیا کی حرص ختم نہیں ہوسکتی۔

یہ بھی دیکھا؛وہ بھی دیکھ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی(دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ میں لاس اینجلس گیا،تو وہاں ہمارے ایک دوست مجھے ایک بازار میں لے گئے،اور کہنے لگے کہ یہ دنیا کا سب سے مہنگابازارہے۔یہاں جتنی قیمت سے چیزیں ملتی ہیں دنیامیں اورکہیں نہیں ملتی۔ یہاں موزوں کی ایک جوڑدو ہزار ڈالرمیں ملتی ہے۔اور ایک ٹائی تین ہزار ڈالر میں ملتی ہے۔ایک سوٹ دس ہزار،بیس ہزار، تیس ہزار،اور ایک لاکھ ڈالر تک ملتاہے۔اور ایک دوکان تو انہوں نے مجھے ایسی بتلائی کہ اس کے دو حصے ہیں ،ایک نچلا اور دوسرااوپر والا۔ نچلے حصے میں تو آپ خریداری کے لیے جاسکتے ہیں لیکن اوپر والے حصے میں آپ نہیں جاسکتے۔اگر اوپر والے حصے میں آپ کو جانا ہو ، تو پہلے سے (Appointment) لینا پڑتا ہے۔اورمالک خودآکرآپ کولے جائے گا،اوروہ آپ کودیکھ کر مشورہ دے گاکہ یہ سوٹ آپ پر مناسب ہے یادوسراکوئی سوٹ بہتر رہے گا۔اورصرف اس مشورے کے بھی وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دس پندرہ ہزار ڈالر فیس لیتا ہے۔ اور بتایا کہ چارلس جو برطانیہ کا شہزادہ تھا، اس نے (Appointment) لیا تو اس کو چھ مہینے بعد کا وقت دیا۔ دنیا کی دولت کا یہ حال ہے۔

پھر مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس بازار سے نکل کر ہم اسی لاس اینجلس میں ایک کلومیٹر آگے بڑھے تو وہاں دیکھا کہ ٹرافک سگنل پر کچھ لوگ بھیک مانگ رہے تھے ہمارے ساتھی سے بھیک مانگی تو اس نے کہا کہ میرے پاس چلّر نہیں ہے، تو بھکاری نے یوں کہا کہ: مجھے ایک ڈالر نہیں چاہیے، مجھے تو صرف دس پینس دے دو، میرا پیٹ بھوک کی وجہ سے خالی ہے۔

ٹینشن: ناشکری کی سزا

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ دیکھو! جب دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو اس کی بھی کوئی انتہاء نہیں ہوتی، اور آدمی کی حرص بڑھتی ہی رہتی ہے۔ آدمی خود ہی اپنی ضرورتیں بڑھاتا رہتا ہے۔ اسی لیے نبیؐ کریم (ﷺ) کی وہ تعلیم سامنے ہونی چاہیے کہ دنیا کے معاملہ میں آپ اپنے سے نیچے والے کو دیکھئے، اوپر والے کو نہ دیکھئے، تب ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا ہو سکے گا۔ اصل تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا رہے۔

آج ہمارا مزاج دنیا کی حرص کی وجہ سے، قناعت نہ ہونے اور دنیا کی محبت دل میں ہونے کی وجہ سے ایسا بن گیا ہے کہ سب کچھ ہے، بہترین مکان ہے، فرنیچر ہے، کاروبار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چل رہاہے، پھر بھی پوچھو کہ کیا حال ہے؟ تو کہتے ہیں کہ بس چل رہاہے، گزر رہی ہے، (Time pass) ہورہاہے۔بھائی!اتنی ساری نعمتیں موجودہیں پھر بھی ایسا کیوں کہتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ بس!آج کل مندی چل رہی ہے۔اس ایک مندی کی وجہ سے ایسا ٹینشن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں لاکھوں نعمتوں کے باوجود ناشکری ہے حالاں کہ ٹینشن اسی ناشکری کا نتیجہ ہوتاہے۔آدمی اگراللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والامزاج بنالے تو سارے مسئلے آسان ہوجائیں۔ہرایک کی الگ ذہنیت ہوتی ہے۔شریعت ہم کویہ تعلیم دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کاشکراداکرو،اگر شکراداکروگے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔

شکرگزاری کا نرالاانداز

ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ گزرے ہیں ،حضرت مولاناسیداصغرحسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جوحضرت میاں صاحب کے نام سے مشہورہیں۔ان کامزار راندیرکے قبرستان میں ہے۔اصل دیوبندکے رہنے والے ہیں۔ہمارے اکابرین میں سےہیں اورابوداؤدشریف پڑھایاکرتے تھے،ہماری سندمیں ان کانام آتاہے۔ایک مرتبہ وہ بیمار تھے ، سخت بخار تھا۔کسی نے پوچھا:حضرت!کیاحال ہے؟توکہنے لگے کہ الحمدللہ! میری آنکھیں سلامت ہیں ، ناک سلامت ہے،کان سلامت ہے،ہاتھ سلامت ہے، پاؤں سلامت ہے ، اللہ تعالیٰ نے گھرمیں عافیت کے ساتھ رکھاہے۔بہت کچھ گنوایا، پھر کہا: بس! تھوڑا سا بخار ہے۔یہ بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بیان کرنے کاایک اندازہے۔حالاں کہ اس وقت وہ شدید بخارمیں مبتلا تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ان ساری نعمتوں کو شمار کرانے کے بعداس کو ایسے اندازسے بیان کیا کہ بس ذرا بخار ہے،باقی تو سب الحمدللہ ٹھیک ہے۔یہ بھی ایک انداز ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتےہیں کہ کسی کےپاس اگرگلاس ہو، اور آدھا دودھ سے بھراہواہو،توجوشکر گزارآدمی ہو گا،وہ یوں کہے گا کہ آدھاگلاس دودھ میرے پاس ہے،اورجوناشکراہو گاوہ کہے گا کہ آدھاگلاس خالی ہے، شکرگزار بھرے ہوئے کودیکھے گا اورناشکراخالی حصہ کودیکھے گا۔توحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں ،آدمی اُنہی کو دیکھے۔جتنااُن کودیکھے گااورشکراداکرے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ ہوگا۔

ایک ہی سوال مالداراورغریب سے

باقی دنیوی اعتبارسے حالات کاہوناکوئی عجیب بات نہیں ،اس لیے کہ دنیا ہے ہی ایسی جگہ جہاں آدمی سوفیصداپنے آپ کومطمئن نہیں پاسکتا۔میں پہلے بھی بتلاچکا ہوں کہ اس دنیاکاجوسب سے مالدارترین انسان ہے،اس سے آپ جاکرپوچھ لیجئے کہ بھائی!تمہاری ساری تمنائیں پوری ہو گئیں ؟اورکسی غریب سے بھی یہی سوال پوچھ لیجئے:تومیں سمجھتا ہوں کہ غریب تو یوں کہے گاکہ ایک دوباقی ہیں ،لیکن مالدارکہے گا کہ بہت ساری تمنائیں ابھی باقی ہیں،اس لیے آدمی ان باتوں کی طرف ذرادھیان دے اسی کونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرمایا: "مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَالِكَ" آدمی ہر وقت یہی سوچتا رہے۔لمبے لمبے پلان ہی آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی طرف لے جاتے ہیں۔

اُمتِ محمدیہ کا فتنہ

حدیث ۴۸۱

وعن کعب بن عیاض(رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ: إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ۔(رواہ الترمذی، وقَالَ: حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ)

ترجمہ:-حضرت کعب بن عیاض(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

افادات:-ایسے حالات اور ایسی چیزیں جن کے ذریعہ سے کسی کو آزمایا جائے؛ اس کو عربی زبان میں "فتنہ" کہتے ہیں، اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ کون کتنا اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے والاہے، اور کون کتنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والاہے۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لئے کوئی ایسی چیز رکھی ہے جس کے ذریعہ سے اس کو آزماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ میری اُمت کو مال کے ذریعہ سے آزمائیں گے۔مال ہی کے معاملہ میں پتہ چلے گا کہ کتنا شریعت پر چلتا ہے اور کتنا ہٹاہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام پر کتنا عمل کرتاہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو کتنا توڑتا ہے۔اس لئے مال کو کمانے اور خرچ کے معاملہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے۔ قیامت کے روز سب سے پہلے جن چیزوں کے متعلق سوال ہوگا اس میں مال کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو کمانے میں تو اہتمام کرتے ہیں کہ کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو، لیکن خرچ کرنے کے معاملہ میں اہتمام نہیں کرتے۔ حالانکہ شریعت نے ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کو فضول خرچی بتلایا ہے۔ فضول خرچی کا مطلب کیا ہے؟ ضرورت جتنے میں پوری ہوتی ہو اس سے زیادہ خرچ کرنا؛ اس کو فضول خرچی کہتے ہیں۔

مکان کے مختلف درجات

آپ کہیں گے کہ مولوی صاحب! آپ تو جھونپڑے کی بات کر رہے ہیں، ہم جھونپڑے میں کیسے رہیں گے؟ تو حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ بھائی! ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ اونچا مقام جو حضراتِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو حاصل تھا، تم بھی حاصل کرو، وہ مقام تو حاصل کرنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے، لیکن شریعت کی حدود کی تو ہمیں پوری پوری رعایت کرنی چاہیے۔ اور حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے مکان کے مختلف درجات بتلائے ہیں، اس اصول کو آپ ہر چیز میں جاری کر سکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رہائش

فرمایا کہ: ایک مکان تو آدمی کی رہائش یعنی رہنے کی ضرورت کا ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس ایسا کوئی انتظام ہو جس میں وہ اپنے آپ کو گرمی، سردی، بارش وغیرہ سے بچا سکے، اگر آپ نے چار ڈنڈے لگا کر اس کے اوپر پلاسٹک ڈال دیا، تو ضرورت پوری ہو جائے گی، اور گرمی سردی بارش سے بھی بچاؤ ہو جائے گا؛ یہ رہائش کہلاتی ہے۔

آسائش

رہائش کے بعد دوسرا درجہ آسائش اور راحت کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیز دھوپ آئے گی تو ایسے مکان میں گرمی لگے گی، بارش میں پانی ٹپکے گا، اس لیے اور کچھ راحت حاصل کرنے کے لیے آپ نے اس مکان کو پختہ بنا لیا، ایسا پختہ مکان جس میں آپ گرمی کی تیزی سے اپنے آپ کو بچالیں اور کچھ راحت سے رہیں؛ تو یہ آسائش کا درجہ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔ اصل ضرورت تو پہلے والے سے پوری ہو رہی تھی لیکن اس کے بعد جو آسائش اور راحت کا درجہ تھا، اس کی بھی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آرائش

پھر تیسرا درجہ آرائش کا آتا ہے کہ اپنے جی کو ذرا ٹھیک لگے، مثلاً آپ نے بھلے ہی پکا مکان بنایا، لیکن پلاسٹر نہیں کیا، رنگ وروغن کا درجہ تو بعد کا ہے، تب بھی اس میں آپ آرام سے رہ سکتے ہیں ، لیکن جی کو ذرا اچھا لگے اس لیے پلاسٹر بھی کرایا، رنگ و روغن بھی لگایا؛ تو یہ آرائش ہے۔ اپنے جی کو خوش کرنے اور اپنی طبیعت میں سکون پانے کے لیے ذرا ٹھیک ٹھاک کرنا ؛ یہ بھی جائز ہے۔

نمائش

لیکن چوتھا درجہ نمائش اور دکھلاوے کا ہے۔ لوگ کہیں کہ یہ بلڈنگ فلاں کی ہے اور اس حویلی کے مالک فلاں سیٹھ صاحب ہیں ، اور یہ فلیٹ فلاں صاحب کا ہے، اور ساری دنیا دیکھنے کے لیے آتی ہے، لوگوں میں چرچا ہے کہ ان کے یہاں کا ڈیکوریشن تو جاکر دیکھو، ان کی رہائش تو جاکر دیکھو کہ کیسی بنائی ہے۔ اور پھر آدمی یہ سوچے کہ میرے یہاں ہر چیز موجود ہو، اگر میں ایسا نہیں بناؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ میں جس (Area) میں رہتا ہوں، میرا مکان اس (Area) کے مناسبِ حال بھی نہیں ہے۔ لوگ کہیں گے کہ تھرڈ کلاس (Third Class) آدمی یہاں کہاں آگیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں ایسا چرچا نہ ہو، لوگ مجھے (Third Class) اور گھٹیا نہ سمجھیں، میں جس پوش ایریا (Posh Area) میں رہتا ہوں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں میرا مکان ایسا ہونا چاہیے، حالاں کہ اس مکان میں بظاہر کوئی کمی نہیں ہے ، پھر بھی اس کا سب سامان نکلوایا اور پھر نیا بنایا؛ یہ نمائش کہلاتی ہے جو حرام ہے،اس کی شریعت بالکل اجازت نہیں دیتی۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ نمائش کی کوئی انتہاء نہیں ہے ، اس سلسلہ میں آدمی کی حرص بڑھتی رہتی ہے اور جیسا کہ بتایا کہ ایک ٹائی تین ہزار ڈالر کی بھی آسکتی ہے،اور ایک سوٹ ایک لاکھ ڈالر کا بھی آئے گا،تب بھی کمی پوری ہونے والی نہیں ہے۔اس لیے آدمی اپنی اصلی ضرورت پر نظر رکھے، شریعت بھی یہی چاہتی ہے اور نبیٔ کریم (ﷺ) کا ارشاد بھی یہی ہے۔

اس کے علاوہ کوئی حق نہیں

حدیث ۴۸۲

وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو،وَيُقَالُ أَبوعبدِالله،وَيُقَالُ أَبُولیلی عُثْمَانَ بن عفان (رضی اللہ عنہ) أَنَّ النَّبِيَّ (ﷺ) قَالَ:لَيْسَ لِابْنِ آدم حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ ؛بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِيْ عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ(رواہ الترمذی وقَالَ:حديثٌ صحيحٌ)

وقَالَ الترمذی: سَمِعتُ أَبَا دَاوُد سُلَيْمَانَ بنِ سَالِمِ الْبَلْخِيَّ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ النَّضرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ : الْجِلْفُ:الْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ. وَقَالَ غَيْرُهٗ: هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ. وقَالَ الْهَرَوِيُّ: الْمُرَادُ بِهٖ هُنَاوِعَاءُ الْخُبْزِ،كَالْجَوَالِقِ والْخُرْجِ.والله أعلم.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عثمان بن عفان(رضی اللہ عنہ)سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا کہ انسان کوچندباتوں کے سواکوئی حق نہیں ،ایک توایسامکان جس میں رہائش اختیارکرے کہ اس میں گرمی،سردی،بارش،دھوپ سے اپنابچاؤکرلے۔اوراتنا کپڑاجس سے اپنا بدن ڈھانپ لے اور اپنا سرچھپا لے۔اور روٹی کاموٹا ٹکڑا ،اورپانی۔

افادات:-رہنے کا ایسا گھرجس میں رہائش کی ضرورت پوری ہوجائے، اس میں بنگلہ نہیں گنا جاتا۔بس!اس کے علاوہ آدمی کاکوئی حق نہیں ۔نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اگرآدمی کی اتنی ضرورت پوری ہوجائےتو آدمی کو دوسری کسی چیزکی حرص اور لالچ میں رہنا نہیں چاہیے،آدمی کو چاہیے کہ حرص اورلالچ سے اپنے آپ کو بچائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثُّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلُ الْفَقْرِ مجلس ۵

دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کرنے کی فضیلت اور سازو سامان میں کمی رکھنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت ﴿مجلس ۵﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۹/ ذی قعدۃ الحرام ۱۴۲۰ ھ ۲۶/ فروری ۲۰۰۰ء

انسان کا حقیقی مال

حدیث ۴۸۳

وعن عبد الله بن الشِّخِّيرِ-بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ- أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ(ﷺ) وَهُوَ يَقْرَأُ (أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ: يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي، وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن شخّیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سورۂ "أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ" کی تلاوت فرمارہے تھے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: انسان کہتا ہے: میرا مال، میرا مال؛ لیکن اے انسان! تیرے لیے تیرے مال میں سے اس کے علاوہ اور کیا ہے جو تو نے کھایا اور ختم کیا، یا پہنا اور اس کو پرانا کیا، یا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا اور ذخیرہ کرلیا۔

افادات:- شروع باب میں سورۂ "أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ" کی تشریح آچکی ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ مال و دولت اور دنیا کے ساز و سامان کی کثرت نے تم کو غفلت میں ڈال دیا ہے۔ اس لیے آدمی جو کماتا اور جمع کرتا ہے تو یوں سمجھتا ہے کہ میرا مال ہے، اور مال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے۔ اور ظاہری اعتبار سے وہ مال اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی ملکیت میں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ مال کے ملکیت میں ہونے کی وجہ سے اس کو کیا فائدہ پہنچ رہاہے؟ حقیقی فائدہ تواسی وقت پہنچاہوا سمجھا جائے گا جب وہ اس کو اپنی دنیا یا آخرت کی کسی ضرورت میں استعمال بھی کرے۔اسی کو نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ اے انسان! تیرے لئے تیرے مال میں سے اس کے علاوہ اور کیا ہے جو تونے کھایااور ختم کیا، یا پہنا اور اس کو پرانا کیا، یا اللہ کے راستہ میں خرچ کیا اور ذخیرہ کرلیا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر اپنی بنیادی ضرورتوں میں اس مال کو استعمال کرتا ہے تب تو ٹھیک ہے کہ وہ مال اس کے لئے کار آمد ہوا۔ مثلاً کھانے پینے میں یا لباس میں استعمال کیا، یااللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیا،تووہ اس کے لئے بطور ذخیرہ کے اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہوا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں آخرت میں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ باقی یہ کہ نہ تو اس نے اپنی ضرورتوں میں استعمال کیا ،نہ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا تو زندگی بھر وہ مال اس کی ملکیت میں رہا لیکن سوائے اس کے کہ وہ اس مال کی نسبت اپنی طرف کرتا رہا اور خوش ہوتا رہاکہ یہ سب میرا مال ہے،اور کوئی فائدہ اور نفع اس کو نہیں پہنچا۔

دوسروں کے مال کا محافظ

اسی لئے نبیٔ کریم (ﷺ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون ایساہے کہ اس کودوسرے کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہر ایک کو اپنا ہی مال محبوب ہوتا ہے، دوسرے کے مال سے کیا محبت رکھنی؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر کسی کے پاس مال دولت ہے تو اس کے ساتھ تعلق و محبت ہوتی ہے، کسی اور کے پاس چاہے کروڑوں اور اربوں کی دولت بھی ہو، تو اس سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ اس سے محبت ہوتی ہے۔تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بھائی! اپنا تو وہی ہے جو کھا لیا اور ختم کر دیا، یا پہن لیا اور پرانا کر دیا، یا پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیا؛ باقی جو کچھ بھی ہے وہ سب دوسروں کا ہے۔ آدمی زندگی بھر یہ سمجھتا ہے کہ میں اس سب مال کا مالک ہوں، اور اسی کی طرف نسبت بھی کی جاتی ہے، اسی کے خزانے میں جمع رہتا ہے، اور اس کے کھاتہ اور اکاؤنٹ میں محفوظ رہتا ہے، لیکن سوائے اس کے کہ وہ اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور کچھ نہیں کرتا، جب موت آتی ہے تو وہی سب مال اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر وہ لوگ اس کو اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حقیقی طور پر آدمی غور کرے تو اپنا مال تو وہی ہے جو دنیوی اعتبار سے یا اخروی اعتبار سے اپنے کام میں آیا، اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں ذخیرہ بنایا ہے تو وہی اپنا ہے

اصل ضرورت بہت ہی کم ہے

یہ ارشاد فرما کر گویا اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اگر آدمی اپنی حقیقی ضرورت پر غور کرے تو اس کی اصلی ضرورت کتنی ہوتی ہے؟ مثلاً ایک آدمی نے بہت بڑا بنگلہ بنایا جس کے اندر سو کمرے بنائے، اور ہر ایک میں بیڈ ہے، اور بہتر سے بہتر بستر بھی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ایک وقت میں وہ ایک ہی کمرہ استعمال کرے گا اور ایک ہی بستر پر سوئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گا۔سو کمرے ایک ہی وقت میں استعمال میں آنہیں سکتے،ضرورت تو ایک ہی سے پوری ہوتی ہے۔

اسی طریقہ سے اگرچہ کئی جوڑے لباس کے اس نے اپنے لئے بنوا لئے،لیکن ایک وقت میں تو وہ ایک ہی جوڑااستعمال کرے گا،بلکہ اگر ایک سے زیادہ استعمال کرے تو لوگ کہیں گے کہ شاید اس کے دماغ میں خلل ہے اور عقل میں فتور ہے کہ ایک سے زیادہ جوڑے ایک ساتھ پہن لیے۔تو ظاہر ہے وہ تو اچھا بھی نہیں سمجھا جاتا اور اس کو اس کے فتورِدماغی پر محمول کیاجاتا ہے۔تو چاہے جتنے بھی کپڑے ملکیت میں ہوں لیکن ایک وقت میں اس کی ضرورت میں تو ایک ہی آئے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اگر حقیقی طور پر غور کرے تو اس کی ضرورت تو بہت کم میں پوری ہوسکتی ہے۔بس!صرف حرص ہی ہے جس کی وجہ سے وہ سب کچھ جمع کررہا ہے۔ اس کی طرف نبیٔ کریم ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ نے متوجہ کیا کہ بھائی !آدمی اگراس پر غور کرے تووہ دنیاکی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہیں کرے گا،اوردنیاکوایک ضرورت کی چیز سمجھ کر ضرورت کے مطابق حاصل کرے گا، اور اسی کے مطابق خرچ کرے گا۔ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی فکرہی نہیں کرے گا۔

ضرورت کی توضیح

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہلے بھی مَیں مثال سے سمجھاچکاہوں کہ ہر مکان کے اندربیت الخلاء ایک ضرورت کی چیز سمجھی جاتی ہے،بہت بڑااورعمدہ سے عمدہ بنگلہ ہو،لیکن اس میں اگر بیت الخلاء نہیں ہے،تو یہ مکان کے اندرایک طرح کانقص ہے،لیکن ضرورت کی چیز ہونے کے باوجودکوئی آدمی اس میں مستقل رہائش اختیارنہیں کرتا،جب بھی قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی ہے اورپیشاب پاخانہ کاتقاضہ ہوتاہے،توجتنی دیرکاتقاضہ ہو،اتنی دیر کے لیے اس کو استعمال کرتاہے۔اسی طرح سے مال ودولت بھی ایک ضرورت کی چیزہے،ضرورت کے بقدراس کوحاصل کیاجائے، اور ضرورت کے بقدر اس کو استعمال کیا جائے۔اگر تجارت اور کاروبار کی وجہ سے برکت کے طورپر اللہ تعالیٰ نے مال زیادہ دیاہے تب بھی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔بس!استعمال تو اپنی ضرورت کے مطابق ہی کرنا ہے، اس سے زیادہ اگر استعمال کرے گا تو یہ فضول خرچی میں داخل ہے جوگناہ ہے۔اور اگر نافرمانی میں استعمال کرے گا تو اس کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی کے پاس جو کچھ بھی ہے، سب کو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی سمجھنا چاہیے،اس میں اس کی کسی صلاحیت کو،اور اس کے کسی کمال کو دخل نہیں ہے، جو کچھ بھی ملاہے،اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مال ودولت بری چیز نہیں

ویسے قرآنِ پاک میں دنیا کو اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیا گیا ہے اگر وہ صحیح طریقے سے استعمال ہو:﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللهِ﴾ اسی طرح ارشاد ہے: ﴿وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ﴾ قرآنِ پاک میں اور بھی مختلف جگہوں پر مال کو اللہ تعالیٰ کا فضل بتایا گیا ہے۔اور لفظِ خیر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے:﴿إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ﴾تو اگر آدمی مال کو اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی اوراس کی اطاعت کے ساتھ حاصل کرے،اور اس کی خوشنودی ورضا کے مطابق ہی اس کو استعمال کرے ؛تو پھر یہ ساری فضیلتیں ہیں۔

اس لیے یہ نہ سمجھاجائے کہ مال ودولت اپنی ذات کے اعتبار سے بری چیز ہے بلکہ آدمی کا اس کے سلسلے میں جو نظریہ ہوتا ہے اسی کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے۔ آدمی اگر اس کو اپنا مقصود بنالے کہ اسی کے لیے سب کچھ کرتا ہے اور آخرت مد نظر ہی نہیں رکھتا تو یہ بری چیز ہے۔اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا کو ایک منزل اور گزرگاہ کے طور پر بقدر ضرورت صحیح طریقہ سے حاصل کرتا اوراستعمال کرتا ہے تو پھر یہ بری چیز نہیں ہے۔

اب اگر کسی کو کاروبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور مال زیادہ مقدار میں ملا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہی ملتا ہے،اس میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی کی کوئی صلاحیت کارآمد نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دیتا ہے۔اسی لئے اس کو فضل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فساد کا ارادہ نہ کرو

قارون کے متعلق قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَابْتَغِ فِيْ مَآ آتَاكَ اللهُ﴾اللہ تعالیٰ نے جوکچھ دیا ہے اس کے ذریعہ سے آخرت کو حاصل کرو۔اس کے پاس دولت بہت کثرت سے تھی، آج بھی مثال کے طورپر قارون کا خزانہ بولا جاتا ہے، اوراس زمانہ میں دولت خزانوں میں رکھی جاتی تھی اور اس کے اوپر بڑے بڑے تالے لگائے جاتے تھے اوراس کے خزانوں کی کنجیاں اُٹھانے کے لیے ایک پوری جماعت ہوتی تھی باری تعالیٰ کی طرف سے اس کو کہا گیاکہ اس دولت سے آخرت حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہیے:﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾اور اپنی ضرورت کے لیے بھی استعمال کرو۔شریعت یہ بھی نہیں کہتی کہ آپ کو مال ملاتواس کو پھینک دو،بلکہ دنیا میں سے جو حصہ ملاہے اس سے اپنی ضرورت پوری کیجئے ﴿وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ﴾اوراپنی ضرورتوں کے بعدجومال بچ جائے توجیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان وفضل کرتے ہوئے تمہیں عطافرمایا، تم بھی لوگوں کے ساتھ احسان کامعاملہ کرواورخرچ کرو۔ویسے بھی آخرت کےاعتبارسے یہ چیز مفید ہے﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللهِ﴾ جوکچھ بھی تم خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھیج دوگے، وہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں جمع ہوجائے گااوروہاں تم کوملے گا﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ﴾تمہارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جو ہے وہ باقی رہے گا اس لیے اگر باقی رکھنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں جمع کرادو ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ﴾ اور دیکھو! اس مال کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، اگر مال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں میں استعمال کیا جارہا ہے تو یہ ایک طرح کا فساد ہے، اس لئے کہا گیا کہ فساد کا ارادہ نہ کرو۔

تو یہاں پر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اسی طرف متوجہ کیا ہے کہ آدمی اگر یہ سوچے کہ دنیا میں میرا حصہ تو صرف اتنا ہی ہے، تو پھر دنیا کے لیے اپنی زندگی کو برباد نہیں کرے گا، بلکہ بقدرِ ضرورت حاصل کرکے آخرت کی تیاری میں لگے گا۔ تو ”زہد“ کا مطلب ہوا کہ دنیا کی محبت کا دل میں نہ ہونا، اور بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا، دنیا میں بقدرِ ضرورت لگنا اور اس کے علاوہ اپنے اوقات و صلاحیت اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمتیں دی ہیں ان سب کو آخرت حاصل کرنے اور آخرت کمانے کے لئے استعمال کرنا۔

حُبِّ نبوی کے لیے فقر لازمی

حدیث ۴۸۴

وعن عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِی (صلی اللہ علیہ وسلم): يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ. فَقَالَ: أُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافاً، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. (رواہ الترمذی، وقَالَ: حديث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(التِّجْفَافُ)بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ: وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ، لِيُتَّقَى بِهِ الْأَذَى، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْإِنْسَانُ.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے محبت رکھتا ہوں ۔ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا: ذرادیکھو! کیا کہہ رہے ہو؟(یعنی جو بول رہے ہوذرا سوچ کر بولو؟) اس نے کہا: اللہ کی قسم!میں آپ سے محبت رکھتا ہوں ۔ تین مرتبہ اس نے یہ بات دہرائی۔تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے، توپھر فقیری لازمی طورپر لگی ہوئی،اس کے لیے تیار ہوجا،اس لئے کہ جو آدمی مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی طرف فقیری ایسی تیزی کے ساتھ آتی ہے جیسے سیلاب کا پانی نشیب کی طرف آتاہے۔

خوش ہونے کی چیز

افادات:- ویسے ہی سیلاب کے اندر تیزی ہوتی ہے ،اور نشیب والے حصہ میں اور زیادہ تیزی سے بہتا ہے۔تو نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو! جو آدمی مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے،گویاآدمی جتناآخرت کی طرف راغب ہوگا اور نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے طریقوں کو جتنازیادہ اختیار کرے گا،تو اِس قسم کی اتنی ہی آزمائشیں اس کو پیش آئیں گی، لیکن اس کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے،بلکہ یہ تو خوش ہونے کی چیز ہے کہ میں صحیح راہ پر چل رہا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حالات؛ صحیح منزل کی علامت

حضرت مولانا قاری صدیق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مرتبہ تقریر میں فرمایا تھااور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات میں بھی ہے کہ آدمی ایک منزل کی طرف چلتا ہے، جیسے آدمی سورت سے ممبئی جانے کے لئے ٹرین میں سوار ہوا،جب ٹرین چلے گی اورکوئی اسٹیشن آئے گاتو آدمی پوچھے گا کہ بھائی! کون سا اسٹیشن آیا؟ سچین آیا،مرولی آیا تواب اس کو اطمینان ہوگا کہ ممبئی جانے والے راستہ پر ہی یہ سارے اسٹیشن آتے ہیں، تو اب اس کوسکون و اطمینان ہوگا کہ میں اپنی منزل کی طرف برابر آگے بڑھ رہا ہوں۔ اور اگرراستہ میں جواسٹیشن آنے چاہئیں وہ نظر نہیں آرہے ہیں ،دوسرے اسٹیشن نظر آرہے ہیں،مثلاً آپ نے دیکھا کہ کیم اورکوسمبا آیا۔تواب آپ پریشان ہوں گے کہ ممبئی جاتے ہوئے یہ اسٹیشن تونہیں آتے!اب آپ سوچیں گے کہ میں منزل کی طرف آگے نہیں بڑھ رہا ہوں ، بلکہ یہ تومیں اپنی منزل سے دور ہورہا ہوں۔تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو راہ بتائی ہے،اگرآدمی اس پرچلے اورپھرجوحالات ان حضرات کو پیش آئے تھے وہی سب حالات اس کوبھی پیش آرہےہیں تواس کو سمجھنا چاہیے کہ میں صحیح راستہ پرچل رہا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آزمائش ناراضگی کی علامت نہیں

حضوراکرم(ﷺ)نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے سب سے زیادہ آزمائش انبیاء کرام کی ہوتی ہے ،پھر جو آدمی جتنا ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اور جتنازیادہ ان کے قریب ہونے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی اس کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔لیکن آج کل تو مزاج ایسابن گیا ہے کہ دین کی راہ میں اگراس قسم کے حالات پیش آتے ہیں،تواس کی وجہ سے دل گرفتہ ہوجاتے ہیں،مثلاً کسی کے اوپر کاروباری حالات آئےتوآکر کہتاہے کہ مولوی صاحب!میں تو پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے بھی برابر رکھتاہوں،زکوۃ بھی دیتاہوں؛پھر بھی میرے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے؟گویاوہ یہ بتلانا چاہتا ہے کہ(نعوذباللہ)وہ تواللہ تعالیٰ پر احسان کررہا ہے،پھراس کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں ہورہا ہے!حالانکہ اس کوتو یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ جوکچھ ہورہا ہے وہ سب گویاایک نوع کی آزمائش ہے۔آدمی جتنادیندار بننا چاہتاہے اور دین کے اندرپختگی حاصل کرنا چاہتا ہے، اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف طریقوں سے آزمائش ہوتی ہے۔آزمائش کی وجہ سے آدمی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں۔دنیامیں کاروباری اعتبار سے،فقرکی وجہ سے، یا بیماری وغیرہ کے جتنے بھی حالات آتے ہیں ،یہ سب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت نہیں ہیں۔آدمی کوتو صرف یہ سوچنا چاہیے اوراپناجائزہ لیتے رہناچاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو صحیح طور پر ادا کررہاہوں یانہیں۔مَیں کسی گناہ کاارتکاب تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں کررہاہوں۔کسی معصیت میں تو مبتلانہیں ہوں۔آدمی اپناجائزہ لینے کے بعداگر اس نتیجے پر پہنچا کہ مَیں کسی معصیت اور گناہ میں یاکسی نافرمانی میں مبتلانہیں ہوں ،توبس!یہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے،اور بڑے شکر کی چیز ہے۔

ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بالکل اپاہج تھا،اس پر مکھیاں بھنبھنارہی تھیں اور وہ اس حال میں بھی الحمدللہ پڑھ رہا تھا۔کسی نے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کیا بات ہے کہ اس حالت میں بھی توالحمدللہ کہہ رہاہے؟اس نے کہا:اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اس مصیبت میں گرفتارہوں ،کسی معصیت اور نافرمانی میں مبتلا نہیں ہوں۔

قابلِ اصلاح نظریہ

توحقیقت یہ ہے کہ آدمی پر کیسے ہی حالات آویں ،اس کوپریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ ایسے وقت آدمی یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کاشکر ہے کہ اس نے مجھے معصیت اورگناہ میں نہیں ڈالا،میں گناہ سے بچاہواہوں ،اگرچہ مصیبت آئی۔اور مصیبت تو انبیاء پر بھی آئی ہے، کوئی اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔اس لیے آج کل جو ایک مزاج بنتا جارہاہے کہ ذراسی کوئی بات پیش آتی ہے توآدمی فوراً پریشان ہوجاتا ہے، اور جہاں دو پیسے آئے توتعبیرکرتےہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پکڑا۔گویانعوذباللہ اب تک چھوڑرکھا تھا۔ ہمارایہ جملہ اور نظریہ بالکل درست نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسلاف کا طرزِ عمل

بلکہ ہمارے اسلاف کے یہاں تو یہ حال تھا کہ ان کے پاس مال آتا تھا تو وہ ڈرتے تھے اور روتے تھے۔حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) والی روایت اسی باب میں پہلے گزرچکی ہے کہ جب ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ رونے لگے ،اورحضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کا حال یاد کیا، حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی حالت کا تذکرہ کیا کہ وہ دنیا سے ایسی حالت میں گئے کہ انہوں نے دنیا سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔گویا اس پر ان کو خوشی بھی تھی کہ ان کو اپنی نیکیوں کا پورا بدلہ آخرت میں ملے گا،اور ہم ہیں کہ اپنے پھلوں کو یہیں توڑ رہے ہیں۔ دنیا کے آنے پر ان کو ایک طرح کی فکر رہتی تھی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مل گیا۔اس لئے کہ کافر جو نیکی کے کام کرتا ہے اس کو ان کاموں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، اس پر اچھے حالات آتے ہیں ، اور آخرت کے واسطے اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رکھی جاتی۔لیکن اسلاف ایسے حالات سے خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ ڈرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اس کا بدلہ نہ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حُبِ مال وجاہ کی خطرناکی

حدیث ۴۸۵

وعن كعب بن مالك (رضي الله عنه) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلاَ فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ إِلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ.

ترجمہ:- حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: دو بھوکے بھیڑیوں کو اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بکریوں کو اتنا خراب نہیں کریں گے، جتنا مال وجاہ کی لالچ ومحبت آدمی کے دین کو خراب کرتی ہے۔

افادات:- حبِ جاہ یعنی منصب وعہدہ اور کرسی کی محبت اور لالچ۔ اس روایت میں نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مثال سے اس چیز کو سمجھایا ہے کہ اگر دو خونخوار اور بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ بکریوں کے ایسے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے جس کے اوپر کوئی چرواہا بھی موجود نہ ہو، تو وہ دونوں ان بکریوں کو جتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں، مال وجاہ کی محبت اور لالچ کی وجہ سے آدمی کے دین کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل میں مال اور منصب کی محبت نہ رکھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور دیکھو! محبت رکھنا الگ چیز ہے، اور ضرورت کے لئے اس کو حاصل کرنا الگ چیز ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ضرورت کے پیشِ نظر آدمی اس کو برتتا ہے ، لیکن اس کی محبت دل میں نہیں ہوتی، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

دنیا ایک راہ گزر ہے

حدیث ۴۸۶

وعن عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) قَالَ نَامَ رَسُوْلُ اللہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) عَلٰی حَصِیْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِہٖ، قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللہِ! لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَآءً. فَقَالَ: مَالِيْ وَلِلدُّنْیَا؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْیَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک چٹائی کے اوپر لیٹے ہوئے تھے، جب آپ اُٹھے تو آپ کے جسمِ اطہر کے اوپر چٹائی کے نشان تھے۔ اس پر ہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لیے کوئی نرم بستر تیار کرلیں۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا دینا؟ دنیا میں میرا حال اس سوار کی طرح ہے جو چلتے چلتے تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو راحت پہنچانے کے لیے کسی درخت کا سایہ حاصل کرلیتا ہے اور پھر اس سایہ کو چھوڑ دیتا اور چل دیتا ہے۔

افادات:- جیسے ہم اور آپ بھی جب سفر کرتے ہیں اور کبھی موٹر گرم ہوگئی تو کہیں راستہ میں کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ تو اب کیا ہمیں یاد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رہتاہے کہ کون سے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے؟اس درخت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتاہے،بس!وقتی طورپر تھوڑی دیر کے واسطے اس سے فائدہ اُٹھالیا،اسی طریقہ سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)بتلانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں جو ہم آئے ہیں یہ ہماری آخری منزل نہیں ہے، بلکہ یہ تو راستہ کی ایک چیزہے، جیسے راستہ چلتے ہوئے آدمی کسی چیزسے تھوڑی دیر کے لئےفائدہ اُٹھالیاکرتاہے ،کہ نہ اس کےساتھ دل لگاتاہے اور نہ اس جگہ کو یاد رکھتا ہے،بس وقتی طور پر جتنی دیر کے لئے فائدہ اُٹھایا ہے اتنی دیر کے لیے اس کے ساتھ تعلق رہتا ہے،جب چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے، تو وہ چیز اس کو یادنہیں رہتی ہے۔اسی طریقہ سے دنیا کے ساتھ ہمارا معاملہ ہونا چاہیے۔

خلاصۂ کلام

دنیاکے اندرکاروبارکرنے اورکھانے کمانے سے منع نہیں کیاگیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کیاگیا کہ دنیاکوآخری منزل نہ سمجھا جائے، اسی کو اپنا مقصود نہ بنالیاجائے اوراسی کے لیے اپنی صلاحیتوں کوضائع نہ کرے۔یہ ضرورت کی ایک چیزہے،اس لئے بقدرِضرورت اس کوحاصل کیجئے،پھرآپ کی پوری توجہ اوردھیان، آپ کی پوری سوچ اور ساری محنت آخرت کے لیے اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ہونی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پانچ سو سال پہلے جنت میں داخلہ

حدیث ۴۸۷

عن أبي هريرة(رضي الله عنه)قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلى الله عليه وسلم):يَدْخُلُ الفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبلَ الأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ.

(رواه الترمذي وقَالَ:حديث صحيح)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا فقراء جنت کے اندر اغنیاء (مالداروں) سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

افادات: -مطلب یہ ہے کہ جو اغنیاء اپنے اعمال کی وجہ سے جنت کے حقدار ہیں وہ جنت کے اندر جائیں گے، لیکن چونکہ ان کے پاس مال اور دنیا کی دولت تھی اس لیے اس کا حساب تو دینا ہی پڑے گا۔اس حساب وکتاب کے اندر مشغولی کی وجہ سے جنت میں پہنچنے میں ان کو پانچ سو سال کی تاخیر ہوجائے گی،جب کہ فقراء ان سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔حالانکہ دنیا کی زندگی اتنی نہیں تھی۔دنیا کے اندران لوگوں نے جودولت وثروت حاصل کی وہ توچالیس پچاس سال تھی، لیکن اس کووہاں پانچ سو سال تک بھگتنا پڑاکہ جنت کے اندرداخلہ میں دنیا کی اس دولت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔دنیامیں جوتھوڑی راحت اور کچھ عیش پا بھی لیا تو وہ دنیا کا عیش تھا، اس کے مقابلہ میں جنت کے پانچ سوسال کی راحت سے وہ محروم رہا۔یہ بھی ایک سوچنے کی چیز ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مال کی کمی؛ جنت میں لے جانے والی

حدیث ۴۸۸

عن ابن عباس وعمران بن الحُصَین(رضی اللہ عنہ)عن النَّبِی(صلی اللہ علیہ وسلم)قَالَ: اطَّلَعْتُ فِيْ الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ،واطَّلَعْتُ فِيْ النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَآءَ.(متفقٌ علیه من روایة ابن عباس۔ورواہ البخاری أیضاً من روایة عمران بن الحُصَین)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو جنت میں جانے والے اکثر فقراء ہیں۔اور جہنم میں جھانکا تو جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہے۔

افادات:-چونکہ ان کے پاس مال کم تھا،اور عام طور پر آدمی مال حاصل کرنے کے لیے ایسی چیزوں کااور ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہیں۔اسی لیے شروع باب میں آیا تھا،نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:"مَاالْفَقْرَأَخْشیٰ عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشیٰ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا" مجھے تمہارے متعلق فقر کا اندیشہ نہیں ہے۔اگر فقر کسی کے پاس ہے تو اس کی وجہ سے اس کو دینی اعتبار سے اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا، جتنا مال کی کثرت کی وجہ سے پہنچ سکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اِس زمانہ کے ایک سوال کا جواب

اور جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہوگی۔ویسے دوسری روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو آپ نے نصیحت فرمائی جس میں یہی بات ارشاد فرمائی۔تو عورتوں نے پوچھا:اے اللہ کے رسول!ایسا کیوں ؟

اور دیکھو!ایسا نہیں ہے کہ عورتیں ؛عورتیں ہیں اس لئے ان کو جہنم میں بھیجا جائے گا، بلکہ ان کی چند لغزشوں کی وجہ سے ان کو زیادہ مقدار میں جہنم میں بھیجا جائے گا۔اور یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جب عورتوں کی بات آتی ہے تو آج کل بعض لوگ جو مرد و عورت کی مساوات کے دعویدار ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عورت نے کون سا جرم کیا ہے جو اس کو جہنم میں زیادہ مقدار میں بھیجا جائے گا؟تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے نہیں،بلکہ جرم اور گناہ ان کو جہنم میں لیجانے والے ہیں،اس کی صراحت دوسری روایت میں موجود ہے۔خود عورتوں نے سوال کیا:اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہوگا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہوگی؟

عورتوں کی دو بری عادتیں

نبیٔ کریم(ﷺ)نے ارشاد فرمایا:"تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ" تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو۔عام طور پر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ لعنت وملامت اور طعن و تشنیع اور بددعائیں دینا ان میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہت زیادہ ہوتا ہے۔ زبان کی بے احتیاطیاں جتنی عورتوں کی طرف سے ہوتی ہیں اتنی مردوں کی طرف سے نہیں ہوتیں، دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے لیے ایسی بات بولے گی کہ سامنے والے کے تن بدن میں آگ لگ جائے۔ اس لیے حضور(ﷺ) نے عورتوں کو متوجہ فرمایا کہ اس چیز سے اگر اپنے آپ کو بچاؤگی تو جہنم سے بچنا آسان ہوگا۔

اور دوسری چیز ہے: "وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ" شوہر، جیون ساتھی، شریکِ حیات جس کو عربی زبان میں "عَشِيْرٌ" کہا جاتا ہے یعنی جس کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو، ان کی ناشکری کرتی ہو۔ ناشکری کے لئے عربی زبان اور قرآن و حدیث میں لفظِ کفر استعمال کیا گیا ہے۔ کافر کو کافر اسی لئے کہتے ہیں کہ جس اللہ نے اس کو پیدا کیا اور اتنی ساری نعمتیں دیں اور بہت ساری چیزوں سے نوازا؛ اس کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کرتا ہے؛ تو اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا؟ تو ناشکری کے لیے بھی عربی زبان میں لفظِ کفر استعمال کیا جاتا ہے۔ تو عورتوں میں ایک خرابی اور کمزوری یہ بھی ہے کہ شوہر بیچارہ اس کے ساتھ کتنا ہی احسان و بھلائی کا معاملہ کرے، اور اس کو کتنی ہی سہولت وراحت پہنچانے کی کوشش کرے، لیکن پھر بھی اگر کبھی کوئی بات پیش آتی ہے، تو حضرت گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ترمذی شریف کی تقریر میں فرمایا کہ وہ کہتی ہے کہ تیرے گھر میں آکر میں نے دیکھا ہی کیا ہے: ایک چیتھڑا اور ایک ٹھیکرا۔ وہ کپڑے کو چیتھڑے سے تعبیر کرے گی، اور برتن کو ٹھیکرے سے تعبیر کرے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیا کے خوش بخت روکے جائیں گے

حدیث ۴۸۹

وعن أسامة بن زيد(رضي الله عنه) عن النّبِي (صلى الله عليه وسلم) قَالَ: قُمْتُ على بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُوْنَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:-حضرت اسامہ بن زید(رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ حضورِاکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا رہاتودیکھاکہ عام طورپراس میں جانے والے مسکین ہیں ، اور اربابِ ثروت (جو دنیا کے اندرخوش بخت سمجھے جاتے ہیں، مال ودولت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کوبڑاخوش قسمت بنایا ہے، ایسے خوش بخت) لوگ روکے گئے ہیں۔البتہ جن لوگوں کے لیے جہنم کا فیصلہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوچکا تھا،ان کو جہنم میں ڈال دیاگیا۔

افادات:-اگر چہ وہ اپنے عمل کی وجہ سے جنت کے حقدار ہیں لیکن چوں کہ مال زیادہ تھاتواس کاحساب تودیناہی ہے۔اور غریبوں کے پاس مال ودولت نہیں تھی تو حساب و کتاب کے اندر مشغولی کے نتیجے میں جو تاخیر ہوسکتی تھی اس سے وہ بچ گئے، اور جلدی جنت میں پہنچ گئے۔ لیکن جومالداراورخوش بخت اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت کے حقدارتھے،ان کو جہنم میں نہیں بھیجاجائے گااوروہ اولِ وہلہ میں جنت میں بھی نہیں جاپائیں گے،مال ودولت کاحساب وکتاب دینے میں ان کوکچھ دیرلگے گی۔گویا حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ دیکھو!مال ودولت اگر کسی کومل بھی جائے اوراس کو صحیح طریقہ سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

استعمال بھی کرے۔ اگر جنت میں جانے کا فیصلہ ہو بھی گیا ہو؛ تب بھی حساب تو کہیں گیا ہی نہیں، مال کا حساب تو دینا ہی پڑے گا۔

شاعر کی سچی بات

حدیث ۴۹۰

وعن أبي هريرة (رضي الله عنه) عن النبي (صلى الله عليه وسلم) قَالَ: أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ (متفقٌ عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: سب سے سچی اور صحیح بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ لبید شاعر کا یہ شعر ہے: " أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ " اللہ کے علاوہ ہر چیز بے کار ہے۔

افادات:- لبید بن أعصم عرب کا ایک شاعر گذرا ہے، اس نے یہ شعر کہا ہے۔ چوں کہ عام طور پر شاعروں کے کلام میں مبالغہ آرائی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ سب سے عمدہ اور ایک دم صحیح بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ یہ ہے: "اللہ کے علاوہ ہر چیز بے کار ہے اور ختم ہونے والی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہنے والی ہے"۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! آدمی آخرت ہی کے لیے محنتیں کرے، اوراللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کے لیے اپنی صلاحیت کو استعمال کرے۔باقی اگر دنیا کے لیے محنتیں کرے گا تو دنیا ختم ہونے والی ہے۔

پورے باب کا نچوڑ

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس باب میں اپنی عادت کے خلاف بہت ساری روایتیں ذکر کی ہیں۔پچھلے ابواب میں اتنی کثرت سے روایتیں نہیں لائے تھے ،لیکن یہ باب زہد کے بارے میں قائم کیا کہ آدمی کے دل میں دنیا کی محبت نہ ہو ،دنیا سے بے رغبتی ہو۔اس باب کے تحت بہت ساری روایتیں پیش فرمائیں ،تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔اور جیسا کہ پہلے بتلایا تھا کہ ساری بیماریوں اور خرابیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے ، دنیا کی محبت ہی کے نتیجہ میں آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، آخرت کو بھول جاتا ہے،آخرت کے اعمال کی طرف سے غفلت اور کوتاہی برتتاہے اور گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے،اس لیے آدمی جتنااپنے دل کو دنیا کی محبت سے خالی رکھے گا اتنا ہی زیادہ کامیاب ہو گا۔

زہد کا خلاصہ اتنا ہی ہے کہ مال کی محبت دل میں نہیں ہونی چاہیے۔ایسا نہیں ہے کہ مال مت کماؤ،بلکہ آدمی کے پاس چاہے کتنا ہی مال ہو،لیکن دل میں دنیااورمال کی محبت نہیں ہے؛تو وہ ”زاہد“ ہے۔اورایک آدمی کے پاس مال کچھ بھی نہیں ہے، لیکن اس کا دل مال کی محبت سے بھرا ہوا ہے؛ تو اس کو”زاہد“نہیں کہیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں نے پہلے بھی قصہ سنایا تھا، ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو منیٰ کے بازار میں دیکھا جو ہزاروں کا کاروبار اور لین دین کررہا تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل نہیں تھا۔ یعنی ہاتھ کاروبار میں مشغول تھے لیکن دل اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ دوسرے آدمی کو دیکھا کہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے رورہا تھا اور آنسو بہا رہا تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

تو اصل چیز یہی ہے کہ آدمی دل سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق رکھے اور آخرت کی طرف متوجہ ہو۔ باقی کاروبار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق مال کماتا ہے، تو اس سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کمائے اور اس کی رضا کے مطابق ہی استعمال کرے؛ تب تو بات بنے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

دعا

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اے اللہ! دنیا اور مال کی محبت سے ہمارے قلوب کو پاک اور صاف فرما۔ اپنی معرفت ومحبت کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور و معمور فرما۔ اپنی یاد سے ہمارے دلوں کو آباد فرما۔ اے اللہ! آخرت کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی اور آخرت ہی کو پیش نظر رکھنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمیں توفیق عطا فرما۔ ہم سے راضی ہو جا۔ اپنی مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلا کر نامرضیات سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔ نبیٔ کریم (ﷺ) کے طریقوں اور سنتوں کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں جاری کرنے کی ہمیں توفیق و سعادت عطا فرما۔ اے اللہ! امتِ مسلمہ کے حال پر رحم فرما، امت کی اجتماعی و انفرادی پریشانیوں کو دور فرما۔ اور اے اللہ! ہمیں نبیٔ کریم (ﷺ) کے طریقے پر صحیح طور سے گامزن ہونے کی توفیق عطا فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضۡلُ الۡجُوۡعِ وَخُشُوۡنَةِ الۡعَیۡشِ

بھوک وفاقہ برداشت کرنے

اور

سادہ زندگی بسر کرنے کی فضیلت

﴿مجلس ۱﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۲۶/ذی قعدۃ الحرام ۱۴۲۰ھ ۴/مارچ ۲۰۰۰ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَن یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَن لَّاۤاِلٰہَ اِلاَّاللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوْلَانَامُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔ أمابعد:-

أَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا اِلَّامَنۡ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُوۡلَئِكَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئاً

عنوان کا خلاصہ

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے پہلے باب قائم کیا تھا کہ دنیا کی محبت سے آدمی کو دور رہنا چاہیے، اس لیے کہ ساری برائیوں کی جڑ یہی ہے۔ اب دنیا کی محبت کن چیزوں سے بڑھتی ہے اور کون سا طریقہ اختیار کرنے سے دنیا کی رغبت کم ہوتی ہے، اس کی کچھ تدبیروں کو بتلانے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔ بھوکا رہنے اور مشقت والی سادہ زندگی گزارنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فضیلت۔ اور کھانے پینے ولباس میں کم سے کم پر اکتفاء کرنے کی فضیلت۔ اور نفس کی خواہشات اور شہوتوں کو چھوڑنے کی فضیلت۔

عام طور پر آدمی جب نفس کی خواہشات کو پورا کرنا چاہتا ہے، اور کھانے پینے اور پہننے کے معاملہ میں عیش و عشرت اور مرفہ الحالی (خوش حالی) کو مدنظر رکھتا ہے تو اسی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اسے کچھ تدبیریں بھی اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ یہ ساری چیزیں اسی وقت پوری ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کچھ مال حاصل کرے، اور اگر مال اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق حاصل نہیں ہوپاتا تو پھر اللہ کی ناراضگی والے طریقے اختیار کرتا ہے، اور پھر یہی چیز ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے یہ باب قائم کرکے ایسی آیتیں اور احادیث پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کو اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل میں کم سے کم پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

اس لیے کہ پہلے بھی بتلایا تھا کہ دنیا کی مثال راستہ کی ایک منزل کی طرح ہے اور ہمارا سفر آخرت کی طرف ہے، اس لیے ہماری منزل آخرت ہے، اور دنیا ایک راہ گزر ہے، تو جیسے ایک مسافر اپنی راہ گزر میں اپنی ضرورتوں کے معاملہ میں کم سے کم پر اکتفاء کرتا ہے، اور اگر ان کے پورا کرنے کے سلسلے میں کچھ مشقت اور تکلیف ہوتی ہے تو وہ اس کو خوشی سے برداشت کرتا ہے، اسی طریقہ سے دنیوی زندگی میں آدمی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ دنیا میرا اصلی ٹھکانہ نہیں ہے، اصلی ٹھکانہ تو آخرت ہے، لہٰذا دنیا میں تو آدمی کے پاس اتنا ہی سامان ہونا چاہیے جو اس کو آخرت تک پہنچا دے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کے مناقب

حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) بڑے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن حضرات کو ایک ہی مجلس میں جنتی ہونے کی بشارت سنائی، ان میں یہ بھی ہیں، سقیفۂ بنو ساعدہ میں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جب مشورہ کے لیے جمع ہوئے کہ آپ کے بعد اب کس کو اختیارات دئے جائیں اور کس کو حضور کا جانشین مقرر کیا جائے، اس موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے جو تقریر فرمائی تھی اس میں انہوں نے لوگوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے دو آدمیوں کو پیش کرتا ہوں، ان میں سے کسی ایک کو چن لو: ایک تو حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) (سیر اعلام النبلاء) نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو "أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ" اس امت کے امانت دار کا لقب دیا ہے، گویا وہ صفتِ امانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ دراصل ایک وفد نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے یہاں کسی آدمی کو بھیج دیجیے تاکہ ہم جزیہ کی رقم ان کے حوالہ کردیں، تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو اس امت کے امین ہیں۔ اس وقت بڑے بڑے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگوں نے یہ تمنا کی کہ معلوم نہیں یہ قرعۂ فال کس کے نام نکلتا ہے، پھر آپ (ﷺ) نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو وہاں بھیج دیا۔(سیر اعلام النبلاء)

اور حضور اکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے ہر شخص ایسا ہے کہ میں اس کی کسی نہ کسی بات پر گرفت کرسکتا ہوں سوائے ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) کے(سیر اعلام النبلاء) یہ حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل ہیں۔

انہوں نے اسلام کی خاطر بڑی قربانیاں دیں۔انہوں نے حبشہ کی ہجرت بھی کی،اس کے بعد مدینہ منورہ کی بھی ہجرت کی۔غزوۂ بدر کے موقعہ پر ان کے والد لشکر کفار کی طرف سے لڑنے کے لیے میدان میں آئے تھے ،ان کے والد ان کی تلاش میں رہے کہ میں اپنے بیٹے کو ختم کردوں۔اور کئی مرتبہ ان کے والد ان کے سامنے آئے لیکن یہ طرح دے گئے۔دراصل یہ اپنے ہاتھ سے اپنے والد کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے، اگرچہ ان کے کفر سے ناراض تھے لیکن پھر ایک مرتبہ ان کے والد سامنے آئے تو آخر ایمان کفر پر غالب آیا،اور انہوں نے اپنے والد کو اسی غزوۂ بدر کے موقعہ پر قتل کردیا، اس سے بڑی قربانی اور کیا ہوسکتی ہے۔بہر حال ان کا بڑا اونچا مقام ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر میری دنیا سے روانگی کا وقت آیا اور ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ)موجود ہوں گے تو میں اپنی جگہ پر ان کو مقرر کروں گا، اوراللہ کے یہاں اگر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سوال ہوا تو میں عرض کروں گا کہ باری تعالیٰ! ایک ایسے آدمی کو مقرر کرکے آیا ہوں جس کو آپ کے حبیب(صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کا امین قرار دیا ہے۔(سیر اعلام النبلاء)

رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جو لڑائیاں ہوئیں ان میں آخری اور فیصلہ کن جو جنگ ہوئی ہے وہ جنگِ یر موک کہلاتی ہے،اس جنگ میں سپہ سالار یہی تھے،انہی کے ہاتھوں رومیوں کو شکست ہوئی اور رومیوں کا تمام تسلط شام اور عرب کے علاقوں سے ختم ہوا۔ صحابہ میں ان کا بڑا اونچا مقام سمجھا جاتا ہے۔

فاتحِ روم کی زندگی کا حال

میں جو قصہ سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نے ان کو شام کا گورنر مقرر کیا تھا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی عادت تھی کہ وہ جن لوگوں کو مختلف علاقوں کے اوپر حاکم اور گورنر مقرر کرتے تھے، ان کے حالات کی جستجو بھی کرتے رہتے تھے کہ وہ کس حالت میں ہیں ،حکومت کی کرسی پر آکر کہیں عیش و عشرت میں تو نہیں پڑگئے، کہیں اپنی حالت میں تبدیلی تو نہیں کرلی۔ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) کی عادت تھی کہ چھپ کر بھی ان کی خبر گیری کرتے تھے،اور دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے بھی احوال کی تحقیق کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کو کسی جگہ کا امیر مقرر کیا،پھر ان کو کسی ضرورت سے مدینہ منورہ بلایا،جب وہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو مدینہ میں داخل ہوں اس سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہلے ہی حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) یہ سوچ کر ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے کہ تحقیق کریں کہ کہیں کوئی مال ودولت تو ساتھ لے کر نہیں آئے ہیں، گویا راستہ ہی میں ان کی تلاشی لی۔ یہ حضرت عمر کا معاملہ تھا۔

جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) شام کے سفر پر گئے تو ایک موقعہ پر انہوں نے حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) سے کہا : مجھے اپنے گھر لے جاؤ۔ حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) سمجھ گئے کہ یہ میرے گھر آکر معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرے گھر میں کیا ساز وسامان ہے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ میرے گھر آئیں گے تو سوائے آنسو بہانے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کوئی بات نہیں، مجھے لے جاؤ۔ تشریف لے گئے، جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ان کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صرف تین چیزیں ہیں، ایک چمڑا ہے، لکڑی کا ایک پیالہ ہے، اور ایک مشکیزہ ہے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ کا سامان کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: بس یہی سامان ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ایک آدمی کو قبر تک پہنچانے کے لیے اتنا ہی سامان کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اور کیا کرنا ہے؟ دنیا تو ایک راہ گزر ہے، ایک دن ہر آدمی کو مرنا ہے، اور اس کے بعد اصل زندگی آخرت کی ہے۔ تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: آپ کا کھانا کیا ہے؟ تو ایک دیوار کی شگاف میں سے روٹی کے چند ٹکڑے نکالے اور کہا: یہ میرا کھانا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء) یہ وہ شخص ہے جنہوں نے روم کو فتح کیا تھا اور روم کی سلطنت اس سے لرزتی تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تمام صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) کا نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد یہی حال تھا۔اور یہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کی تربیت تھی کہ ان حضرات کی نگاہوں میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں تھی۔دنیا کی اس زمانے کی جو (Super Power)طاقتیں سمجھی جاتی تھیں وہ دو تھیں۔ایک سلطنت کسریٰ شاہ ایران کی، اوردوسری قیصرشاہ روم کی۔جب ان دونوں کو مسلمانوں نے فتح کرلیا تو خوب دولت آئی، اس کے باوجودعام طور پر ان کے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مدائن کے گورنر کا حال

حضرت سلمان فارسی(رضی اللہ عنہ) مدائن کے گورنر تھے،اس کے باوجود ان کالباس ایک معمولی آدمی کی طرح کاہوتا تھا۔ایک مرتبہ بازار سے گزررہے تھے، باہر ملک سے کوئی تاجر آیا ہوا تھااوراس کے پاس سامان تھا۔وہ ان کو دیکھ کریوں سمجھا کہ کوئی مزدور ہے تو ان سے کہا کہ میرا سامان اُٹھالو،انہوں نے اُٹھالیا، سامان اُٹھاکر جارہے تھے،ساتھ میں وہ تاجر بھی چل رہا تھا۔جب بازار سے گزرنے لگے تو لوگوں نے اس تاجر سے کہا کہ یہ تو یہاں کے گورنرہیں۔وہ بھی تعجب میں پڑگیااوراب ڈرنے لگااور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی۔انہوں نے کہاکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں نے نیکی کی نیت کرکے تمہارا سامان اُٹھایا ہے،میں نے جس نیت سے عمل خیر شروع کیا ہے اس کو پورا کرکے رہوں گا۔پھراس کو جہاں سامان پہنچانا تھا، وہاں تک پہنچایا۔ (سیر اعلام النبلاء)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اصل چیز یہی ہے کہ آدمی دنیامیں اپنی ضرورتیں کم سے کم رکھے،جتنی ضرورتیں بڑھائے گا اتنی ہی محنت کرنی پڑے گی،اور ہر وقت وہ یہی سوچے گا کہ زیادہ پیسہ کماؤں گا تب ہی تو یہ ساری ضرورتیں پوری ہوں گی۔آدمی جتنا اپنے آپ کو شہوتوں میں لگائے گا اتناہی دنیا کمانے کے لیے محنت زیادہ کرنی پڑے گی اوردنیاکی محبت بڑھے گی،اسی لیے قرآن وحدیث میں عام طور پر اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی اپنے نفس کی خواہشات کوروکے۔

دنیاکے لیے قربانیاں؛آخرت کے لیے کیوں نہیں؟

اور ویسے اگر ہم دیکھیں تو دنیا حاصل کرنے کے لیے بھی آدمی اپنی بہت ساری خواہشات کو قربان کرتا ہے۔جو لوگ ملازمت کرتے ہیں وہ صبح جلدی گھر سے نکلتے ہیں، اگر بمبئی جارہاہے توفلائنگ (Flying) پکڑنے کے لئے،اوراحمد آباد کی طرف جارہا ہے توکوین (Queen) پکڑنے کے لیے جلدی سے اُٹھتاہے۔تو آخر وہ اپنی نیند کی قربانی دے ہی رہا ہے۔کاروبار میں اپنی فیکٹری سنبھالنے کے لیے کتنی مشقتیں ہوتی ہیں ، صبح گھر سے جاتا ہے تودو پہر کا کھانا نہیں کھاتا، ناشتہ کرکے جاتاہے اور شام کو آکر کھانا کھاتاہے۔اور پھر کیسے کیسے لوگوں سے ملناپڑتا ہے اور کیسے کیسے حالات پیش آتے ہیں ، ان کوخوش کرنے کے لیے کیاکیاتدبیریں اختیار کرتا ہے۔اس کاجی تونہیں چاہتا، لیکن یہ سب اس لیے کررہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کمائی حاصل کرے۔تو دنیوی اعتبار سے جس چیز کو وہ اپنی ترقی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سمجھ رہا ہے اس کے حاصل کرنے کے لیے یہ ساری قربانیاں دیتا ہے،تواب سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ آخرت کی نعمتیں جو اس دنیا سے کئی گنابڑی اور دائمی ہیں ، ان کے لیے آخریہ سب کیوں نہیں ہوتا؟دنیا کے لیے ہم صبح جلدی اُٹھ سکتے ہیں ،نیند قربان کرسکتے ہیں ،دنیا کے لیے ہم دوسروں کے سامنے اپنے آپ کوجھکاسکتے ہیں،دنیا کی خاطردوسروں کو خوش کرنے کے لیے بہت کچھ کرسکتے ہیں ، دنیا کے لیے ہم دوپہر کا کھانا چھوڑ سکتے ہیں، دوپہر کی نیند چھوڑ سکتے ہیں،اور بہت ساری خواہشات قربان کرسکتے ہیں،اگرکسی رشتہ دار کے یہاں شادی آئی اور اتوارکا دن نہیں ہے تو آپ نہیں جاتے،کہتے ہیں کہ میری دوکان کی گاہکی کا وقت ہے۔کہنے کا حاصل یہ ہے کہ بہت ساری چیزیں ہم چھوڑتے ہیں ،اورایسا نہیں ہے کہ ہم محنت نہیں کرتے اورمشقت نہیں اٹھاتے،لیکن یہ سب دنیاکے لیے کرتے ہیں۔تواب سوال یہ پیداہوتا ہے کہ جب دنیاکے لیے ہم یہ سب کچھ کرسکتے ہیں تو آخرت کے لیے آخرہم سے یہ سب کیوں نہیں ہوتا؟حالاں کہ آدمی کو یہ سوچنا چاہیے کہ دنیاکی حقیقت ہی کیاہے۔

عقلمندی کا طریقہ

ہم میں اور ہمارے اسلاف و اکابر میں یہی فرق ہے کہ وہ یہی ساری چیزیں آخرت کے لیےکرتے تھے،ہم بھی وہی سب کرتے ہیں لیکن دنیا کے لیے کرتے ہیں اب دیکھنایہ ہے کہ ہم کس چیز کے لیے قربانی دیتے ہیں؟ایک ایسی چیزکےلیےجو دنیا میں بھی ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیے زیادہ کام نہیں آتی،اور جس کو یہیں چھوڑ کر ایک دن جانا ہے۔اور انہوں نے یہ ساری قربانیاں ایک ایسی چیز کے لیے دیں جو ہمیشہ ہمیش ان کے ساتھ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی دلانے والی ہے۔عقلمندی اوردانشمندی کا طریقہ کون سا ہے۔اس لئے قرآن و حدیث میں خاص طو پر ترغیب دی گئی کہ آدمی اپنے کھانے پینے اور لباس کی ضرورتیں کم سے کم رکھے،اور اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ نے کااہتمام کرے اور خشونتِ عیش یعنی کھردری زندگی گزارنے کی کوشش کرے،ایسی زندگی جس میں آدمی بہت سادگی کے ساتھ رہتا ہو۔اس باب میں علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) ایسی ہی زندگی کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ناخَلف اولاد کی دو بُری خصلتیں

باری تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا۔سورۂ مریم کی آیت ہے:﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ﴾ اس آیت سے پہلے بہت سارے انبیاء کا تذکرہ ہے اور ان کے حالات بتائے ہیں کہ وہ نمازوں کو قائم کرتے تھے،اس کے اوقات اوراس کی ساری چیزوں - فرائض، واجبات، سنن-اور اس کے سارے تقاضوں کانہایت اہتمام کرتے تھے، اس کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے بعد ایسے ناخَلف لوگ آئے (”خَلۡفٌ“ایسی اولاد اور ایسے جانشین جواپنے بڑوں کے اوصاف اورخوبیوں کے حامل نہ ہوں۔ان کے بڑے جو اچھے کام کرتے تھے ان اچھے کاموں کووہ انجام نہ دیتے ہوں اوران کے بڑوں میں جوخوبیاں تھیں ، وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان سے متصف نہ ہوں ؛ایسے لوگوں کو عربی میں ”خَلْفٌ“ کہتے ہیں ، جس کا اردو ترجمہ ہم ”ناخَلَف اور ناہنجار اولاد“ کرتے ہیں) ﴿أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾ جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا ﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ یہ لوگ برا بدلہ پائیں گے ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (البتہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی زندگی میں موقعہ اور مہلت ہے) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی ، ایمان لائے ،اور اچھے اعمال کئے۔ اگر بعد میں یہ صفات اختیار کرلیں ،تو پھر وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے،ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اس آیت میں خاص طور پر دو چیزیں بیان کی ہیں ﴿أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾ ﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ نماز کو ضائع کیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ معلوم ہوا خواہشات کی پیروی کرنا نہایت بُری چیز ہے جس کو چھوڑنا چاہیے۔

حقیقی دولت یہ نہیں ،وہ ہے...

دوسرا ارشاد نقل کیا: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهِ فِي زِيْنَتِهِ﴾ قارون کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت دولت دے رکھی تھی،صرف اس کے خزانوں کی کنجیاں اُٹھانے کے لئے طاقتور آدمیوں کی ایک پوری جماعت ہوتی تھی، ایک مرتبہ وہ اپنے ٹھاٹ باٹھ والے زیب وزینت کے لباس میں باہر نکلا ﴿قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی دنیوی اعتبار سے خوشحال ہو،اور وہ اپنی خوشحالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لباس یا اچھی گاڑی اور سواری لے کر نکلے، تو اس کو دیکھ کر بہت سے لوگوں کی رال ٹپکنے لگتی ہے، چناں چہ قارون بھی جب اس لباس میں نکلا تو وہ لوگ جو دنیوی زندگی کے خواہش مند تھے وہ کہنے لگے: ﴿یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ﴾ کاش ہمیں بھی ایسی دولت ملتی جو قارون کو دی گئی ہے ﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾ وہ تو بڑا نصیب والا ہے۔ گویا اس کی ظاہری حالت کو دیکھ کر وہ بھی رال ٹپکانے لگے اور اس جیسی حالت کی اپنے لیے تمنا کرنے لگے ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ لیکن وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا فرمائی تھی اور علم سے نوازا تھا، وہ دنیا کے خواہش مندوں کی بات سن کر کہنے لگے ﴿وَیْلَكُمْ﴾ تمہارا ناس ہو ﴿ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت کے اندر جو بدلہ ملنے والا ہے وہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی دولت نہیں ہے، حقیقی دولت تو وہ ہے جو آخرت میں ملنے والی ہے، لیکن وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ملنے والی ہے۔ اس لیے آدمی کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ہر نعمت کے متعلق سوال کیا جائے گا

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ﴾ پھر قیامت کے روز نعمتوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔ ویسے آدمی تمنا تو کرتا ہے کہ مجھے یہ ملے اور وہ ملے، دولت ملے، لیکن آدمی کو سوچنا چاہیے کہ دنیوی اعتبار سے جو کچھ بھی دیا جاتا ہے وہ سب اگرچہ اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ تمنا کرنے کے بعد اگر مل گیا تو کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کا حق اوراس کا شکر بھی ادا کرسکوگے ؟ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام نعمتوں کے متعلق سوال ہوگاجو اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ہر نعمت - چاہے تندرستی ہو، فرصت ہو،دولت ہو اور کھانا پینا لباس ہو،اس کے- متعلق پوچھا جائے گاکہ اس نعمت کا کیا حق ادا کیا۔

ایک قصہ

امامِ حاکم شہید(رحمۃ اللہ علیہ)نے مستدرک میں حضرت جابر (رضی اللہ عنہ)سے ایک لمبی روایت نقل فرمائی ہےجو صحیح سندکےساتھ مروی ہے،اوراس کوامام منذری(رحمۃ اللہ علیہ) نے الترغیب والترہیب میں نقل کیاہے۔حضرت جابر (رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ایک دفعہ گھرسے باہر تشریف لاکرفرمایاابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل (علیہ السلام)تشریف لائے تھے اور یہ فرمایاکہ پچھلی امتوں میں سے اللہ کاایک بندہ اپنے گھربارعزیزواقارب مال ودولت سب کچھ چھوڑکرسمندرکے بیچ میں پہاڑنماایک ٹیلہ تھااس میں جاکرعبادت کرنا شروع کردی،وہ سمندراتناوسیع تھاکہ اس ٹیلہ کی ہرجانب چارچارفرسخ دوری تک سمندر تھا، وہاں پرکوئی کھانے کی چیزنہیں تھی،اورسمندرکاپانی بھی بالکل نمکین تھا،اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں ایک انارکادرخت اُگادیا،اورانگلی کے برابرمیٹھے پانی کاایک چشمہ جاری کردیا،یہ عابد دن رات چوبیس گھنٹہ اپنی عبادت میں گزاردیتااورچوبیس گھنٹے میں انارکاایک پھل کھالیتااورمیٹھے پانی کے چشمہ سے ایک گلاس پانی نوش فرمالیتا، اسی حالت میں پانچ سوسال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گزرگئے،پانچ سوسال کے بعد جب اس عابد کی موت کا وقت آیاتواس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ سجدے کی حالت میں اس کی روح پرواز کرجائے،اوراس کی نعش کومٹی وغیرہ ہرچیز پر حرام کردے،اور قیامت تک سجدے کی حالت میں صحیح وسالم رہے، تواللہ تعالیٰ نے اس کی دعاقبول فرمائی ،سجدے کی حالت میں اس کی موت ہوگئی،اوراللہ تعالیٰ نے وہاں ایساانتظام کر رکھا ہے کہ قیامت تک وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔قیامت کے دن اس عابد کو اللہ کے دربارمیں حاضر کیاجائے گا،تواللہ پاک فرشتوں سے فرمائے گاکہ میرے بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کردو،تووہ عابدکہے گا:"رَبِّ بَلْ بَعَمَلِی" کہ اے میرے رب!بلکہ میرے عمل کے بدلے میں جنت میں داخل کردیجئے،کیوں کہ میں نے پانچ سوسال تک ایسی عبادت کی ہے جس میں کسی قسم کی ریاکاری کاشائبہ بھی نہیں تھا،تواللہ پاک پھرفرمائے گاکہ میری رحمت سے داخل کردو،تویہ بندہ کہے گاکہ میرے عمل کے بدلے میں داخل کیجئے،تواس پراللہ پاک فرمائے گاکہ اس کے عمل اور میری دی ہوئی نعمتوں کاموازنہ کرو،توموازنہ کرکے دیکھاجائے گاکہ اللہ نے جواس کو بینائی عطافرمائی ہے ،صرف بینائی کی نعمت اس کی پانچ سوسال کی عبادت کااحاطہ کرلے گی، اس کے بعدپورے جسم میں کان کی نعمت،زبان کی نعمت، ہاتھ کی نعمت، ناک کی نعمت،پیرکی نعمت ،دل ودماغ کی نعمت،ان سب کابدل باقی رہ جائے گا،پھران کے علاوہ جو پانچ سوسال تک اللہ نے میٹھاپانی پلایاہےاورانارکاپھل کھلایاہے،ان تمام کا بدل باقی رہ جائے گا،تواللہ پاک فرمائے گاکہ اس کی پانچ سوسال کی عبادت تو صرف نعمتِ بصرکے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدلے میں ختم ہوگئی،ہماری باقی نعمتوں کابدل کہاں ہے؟ لہٰذااس کو جہنم میں داخل کردو،توفرشتے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جانے لگیں گے،تووہ چلّانے لگے گا،اے میرے رب!محض اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمادیجئے، تواللہ کی طرف سے کہاجائے گاکہ تجھے تواپنی پانچ سوسال کی عبادت پر بڑا ناز تھا،اب تیری عبادت کہاں چلی گئی؟اورخطرناک سمندرکے بیچ میں میں نے تجھے انارکے پھل کھلائے اورپانچ سوسال تک مسلسل میٹھا پانی پلایا،میری ان نعمتوں کے بدلے میں تم کیالائے ہو؟تووہ کہے گاکہ اے اللہ!آپ اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمایئے،آپ کی رحمت کے بغیرکچھ بھی نہیں ہوسکتاہے،پھرآخرمیں جب حجت تمام ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گاکہ میری رحمت و میرے فضل کے ذریعے اس کوجنت میں داخل کردو۔

تووہ عابداپنے دل دل میں کہے گاکہ میں نے پانچ سوسال تک ایسی عبادت کی ہے جس میں ریاکاری کاشائبہ تک نہیں ،اوراب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جنت میں داخل کررہاہےاورمیری پانچ سوسال کی عبادت کاذکرتک نہیں کیا،اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو جاننے والاہے اس لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گاکہ اس کوجنت کے بجائے جہنم کی طرف لے جاؤ،اور جہنم سے اتنی دوری پر کھڑاکردوکہ اس کے اور جہنم کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہو،جب اتنی دوری پر کھڑاکردیاجائے گاتوجہنم کی طرف سے گرم لُوچلے گی،جس سے اس عابدکاحلق خشک ہوجائے گا اور پیاس کے عالم میں سخت پریشانی میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مبتلا ہو جائے گا، اسی اثناء میں ایک دستِ غیب نمودار ہو گا جس میں ایک گلاس پانی ہو گا، یہ عابد اس کو دیکھ کر چلّا چلّا کر کہے گا کہ یہ پانی مجھے دے دیا جائے، تو ایک آواز آئے گی: پانی مل سکتا ہے مگر اس کی قیمت ہے، مفت میں نہیں ملے گا یہ عابد کہے گا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ تو آواز آئے گی کہ اس کی قیمت پانچ سو سال کی ایسی عبادت ہے جس میں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو، تو یہ کہے گا کہ میرے پاس ایسی عبادت موجود ہے، لہٰذا میں پانچ سو سال کی عبادت دے دیتا ہوں مجھے یہ پانی پلا دیا جائے، چناں چہ پانچ سو سال کی عبادت کے بدلے میں یہ پانی خرید کر پی لے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اس کو پھر اب میرے پاس لاؤ، چناں چہ اللہ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ پاک فرمائے گا کہ تجھے تو اپنی پانچ سو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا؟ اور اس کی قیمت ایک گلاس پانی تم نے خود تجویز کی ہے، اور ہم نے جو پانچ سو سال تک تم کو انار کا پھل کھلایا ہے، اور میٹھا پانی پلایا ہے، تم اس کے عوض میں کیا لائے ہو؟ تو وہ عابد اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر فریاد کرے گا کہ اے اللہ! اب بات سمجھ میں آگئی کہ تیری رحمت اور فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، چناں چہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

(انوارِ ہدایت۔ صفحہ ۲۷۱،۲۷۲)

تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کا بھی ہم حساب نہیں دے سکتے۔ اس کے بالمقابل اگر ہم کسی کو مہینہ کے دو چار ہزار روپے دے کر ملازمت پر رکھتے ہیں تو اس کے آٹھ گھنٹے ایسے خریدتے ہیں کہ پوری مزدوری کراتے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی کمی کرے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کو ڈانٹتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی ساری نعمتیں دے رکھی ہیں ، اس کے بعد ہم کیاکرتے ہیں ؟یعنی کوئی آدمی اگراللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے تو ان نعمتوں کا بدلہ کہاں اداہوسکتا ہے؟کہنے کاحاصل یہ ہے کہ آدمی بہت کچھ تمنائیں کرتا ہے،لیکن یہ بھی سوچنا چاہیے کہ میں جن چیزوں کی تمنائیں کرتا ہوں ،اگر مل بھی گئیں ، تو کیا میں ان کا حق ادا کرسکوں گا؟ اس لئے باری تعالیٰ نے فرمایا :قیامت کے روز اللہ کی نعمتوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔اس لئے پہلے تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا حق بھی ہم سے ادا ہورہا ہے یا نہیں ؟

دنیاکی وسعت اگر مطلوب ہوتی..

حدیث ۴۹۱

وعن عائشة رَضِيَ الله عنها قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ(ﷺ)مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

(متفقٌ عليهِ)

وفِي رِوَايَة:مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ(ﷺ)مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعاً حَتّٰى قُبِضَ.

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے گھرانے والوں نے کبھی جو کی روٹی بھی مسلسل دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی وفات ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- جَو اس زمانہ میں سب سے گھٹیا اور کمتر چیز سمجھی جاتی تھی، وہ بھی نبیٔ کریم (ﷺ) کے گھر والوں کو مسلسل دو روز پیٹ بھر کر میسر نہیں ہوئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب سے نبیٔ کریم (ﷺ) مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ کے گھر والے کبھی گیہوں کی روٹی سے تین رات مسلسل شکم سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ کھانے پینے اور دنیا کی چیزوں کی وسعت اگر کوئی مطلوب چیز ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہوتی، تو اس کے زیادہ حق دار نبیٔ کریم (ﷺ) اور آپ کے گھر والے تھے، آپ (ﷺ) نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے جو حالت پسند کی اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو رکھا، اگر آپ چاہتے تو دوسری حالت کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کیا جاتا۔

اس روایت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دیکھو! آپ کے گھر والوں کا بھوکا رہنا یہی وہ حالت ہے جو اللہ کے رسول (ﷺ) کے نزدیک پسندیدہ ہے، اور جب اللہ کے رسول اس حالت کو پسند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی یہی حالت بنے گی، آج کل تو ہم اس طرح بھوکا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اُمت کے لیے بھی پسندیدہ یہی ہے

حدیث ۴۹۲

وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ: وَاللهِ يَا ابْنَ أُخْتِيْ! إِنْ كُنَّا نَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ ، ثَلَاثَةُ أَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوْقِدَ فِيْ أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) نَارٌ. قُلْتُ: يَا خَالَةُ! فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ ؟ قَالَتْ: اَلْأَسْوَدَانِ ، التَّمْرُ وَالْمَاءُ ، إِلاَّ أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) جِيْرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا. (متفقٌ علیه)

ترجمہ:-حضرت عروہ (رضی اللہ عنہ)(جو حضرت اسماء(رضی اللہ عنہا) کے بیٹے، حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کے صاحب زادے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بھانجے ہیں،اپنی خالہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں : اللہ کی قسم اے میرے بھانجے!ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے،اس طرح تین چاند دومہینے کے دوران ہوتے ہیں (مہینہ کے شروع میں چاند دیکھا پھر مہینہ آیا اس کا چاند دیکھا ،پھر اس کے بعد والے مہینے کا چاند دیکھا،اس طرح تین چاند دیکھے تو درمیان میں دومہینے گذرے)اورحال یہ ہوتا تھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے گھروں میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی، چولہا نہیں جلتا تھا(گویا پکانے کے لیے کوئی چیز ہوتی ہی نہیں تھی،اوریہ حضوراکرم(ﷺ) کی تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں کا حال تھا)حضرت عروہ(رضی اللہ عنہ)فرماتےہیں کہ میں نے عرض کیا: خالہ جان! پھر کون سی چیز تمہیں زندہ رکھتی تھی؟(کیا کھاکر زندہ رہتے تھے؟)توحضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا) نے جواب میں فرمایا : ”الأسودان“ دوکالی چیزیں یعنی کھجور اور پانی(پانی بھی آپ کنویں میں دیکھیں تواوپرسے کالاہی نظر آتاہے)البتہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے دودھ دینے والے جانور تھے، وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کبھی حضور(ﷺ) کے لیے دودھ بھیج دیتے تھے، وہ حضور ہم کو پلادیتے تھے(روٹی یا گوشت اور سالن ایسی کوئی چیز مسلسل دو مہینے تک میسر نہیں آتی تھی۔)

افادات:- بتلانا چاہتے ہیں کہ زندگی گذارنے کی جو حالت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ِپاک(ﷺ) کے لیے پسند فرمائی وہ یہی ہے۔اورجب یہ حالت حضور(ﷺ) کے لیے مطلوب اور محبو ب رہی، تو اُمت کے لیے بھی یہی حالت محبوب ہوگی ،اور حقیقتاً یہی حالت اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ بھی ہے،لیکن ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے اس حالت کو برداشت نہیں کرسکتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو گنجائش دی ہے، اس سے اس کی حد میں رہ کر ہم فائدہ اُٹھاتے رہیں،لیکن پھراپنی اس حالت پر مغرور بھی نہ ہوں،بلکہ اپنی اس حالت کو پسند نہ کریں،پسند تو اسی حالت کو کرنا چاہیے۔

حضور کازمانہ یاد آگیا

حدیث ۴۹۳

وعن أَبِي سَعِيد الْمَقْبُرِيِّ عن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ): أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ ، فَدَعَوْهُ ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ ، وقَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ(ﷺ) مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ. (رواه البخاری)

(الْمَصْلِيَّةُ) بفتح الميم: اى مشوِيّةٌ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابو سعید مقبری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا، جو کھانے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے سامنے بھونی ہوئی بکری رکھی تھی، جب انہوں نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا تو ان کو بھی دعوت دی کہ آیئے ! تشریف لایئے، آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجایئے۔ توحضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے کھانے میں شریک ہونے سے انکار کردیا، اور ان کو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت یاد آگئی تو فرمایا کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تو دنیا سے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ آپ نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور ہم بھونی ہوئی بکریاں کھائیں۔

افادات:- یہ ان کا ایک حال ہے کہ اس وقت وہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت یاد آئی تو انہوں نے کھانے میں شریک ہونا پسند نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھونی ہوئی بکری کھانا ناجائز ہے، یہاں تو بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ دیکھو! نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال تھا کہ آپ دنیا سے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غذا

حدیث ۴۹۴

وعن أنس (رضی اللہ عنہ) قَالَ: لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) عَلَى خِوَانٍ حَتّٰى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ (رواہ البخاری)

وفی رِوَايَةٍ لَه: وَلَا رَأى شَاةً سَمِيطاً بِعَيْنِهِ قَطُّ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے ،فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی خِوان پر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوگئی۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی چپاتی (پتلی روٹی) بھی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ کھال اتاری ہوئی بھونی ہوئی بکری آپ نے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی بھی نہیں۔

افادات:- "خِوَانٌ" اس زمانہ کے اندر ایک تھالی سی بنی ہوئی ہوتی تھی اوراس کے نیچے پائے لگے ہوتے تھے،اس کے اوپر کھانا سجاکر خوشحال لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ وہ تھال زمین سے ذرااونچا ہونے کی وجہ سے اس پر سے کھانا لینے کے لیے جھکنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی،اُس زمانہ میں اس کا رواج بھی نہیں تھا۔ آگے تذکرہ آرہا ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے بھونی ہوئی بکری پکوائی اور لوگوں کو کھلائی پھر فرمایاکہ یہ چیز حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی نہیں کھائی، اب تو خوشحالی کا زمانہ آیا ہے اس لیے تم کھا رہے ہو۔

اورآپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی چپاتی (پتلی روٹی) بھی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کھال اتاری ہوئی بھونی ہوئی بکری آپ نے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی بھی نہیں،کھانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ چیزیں کھانا جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ روایت میں موجود ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے دعوت میں یہ دونوں چیزیں لوگوں کو کھلائیں، لیکن یہ بھی فرمادیا کہ دیکھو! یہ چیزیں مطلوب نہیں ہیں، ان کی وجہ سے اترانے کی ضرورت نہیں ہے، مطلوب تو یہ ہے کہ آدمی سادہ زندگی گزارے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال یہ تھا کہ آپ جس وقت دنیا سے رخصت ہوئے وہاں تک یہ چیزیں کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں کھائیں۔

ہمارے لیے نمونہ

حدیث ۴۹۵

عن النعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ (رواہ مسلم)

(الدَّقَلُ): تَمْرٌ رَدِيءٌ.

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ کو کبھی گھٹیا قسم کی کھجوریں بھی اتنی میسر نہیں ہوئیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھر سکیں۔

افادات:- "الدَّقَل" یعنی وہ کھجوریں جو سوکھ گئی ہوں۔ ہمارے یہاں جو کھجوریں آتی ہیں ان میں کبھی کوئی پیشی سوکھی ہوئی نکل آتی ہے جو خراب قسم کی کھجور کہلاتی ہے۔ ایسی خراب اور گھٹیا قسم کی کھجور بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی اتنی میسر نہیں ہوئی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر سکیں؛ تو اعلیٰ قسم کی کھجوروں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ حضور (ﷺ) نے اس طرح اپنی زندگی گزاری کہ کھانے پینے کے معاملہ میں آپ کا یہ حال تھا، گویا نبیٔ کریم (ﷺ) کی زندگی ایسی سادہ تھی۔اب ہمارے لیے تو نمونہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی مبارک ذات ہی ہے، ہم اگر اس کا ہو بہو پورا اقتداء نہ کر سکیں، تو کم سے کم کوشش تو یہی کرنی چاہیے، یا کم از کم ان حالات سے آگاہ اور باخبر تو ہونا چاہیے، اور اس حالت کو اپنے لیے پسند تو کرنا ہی چاہیے۔

بغیر چھنے آٹے کی روٹی

حدیث ۴۹۶

وعن سهل بن سعد (رضي الله عنه) قَالَ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) النَّقِيَّ مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالىٰ حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالىٰ فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) مَنَاخِلُ؟ قَالَ مَا رَأَى رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) مُنْخُلاً مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالىٰ حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ تعالى فَقِيْلَ لهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. (رواه البخاری)

ترجمہ:-حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے کبھی میدے کی روٹی نہیں دیکھی جب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔اس پر حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ کیا نبیٔ کریم (ﷺ) کے زمانہ میں چھلنی (جس میں آٹا چھانا جاتا ہے) نہیں ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے کبھی چھلنی نہیں دیکھی جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔پھر ان سے پوچھا گیا کہ بغیر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چھنے ہوئے جَو کے آٹے کی روٹی تم لوگ کیسے کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ چھلنی تو نہیں تھی لیکن ہم جب جَو کا آٹا چکی کے اندر پیستے تھے تو اس کے بعد ہم اوپر سے پھونک ماردیتے تھے، جس سے بڑے بڑے چھلکے اُڑ جاتے تھے، اس کے بعد آٹے کو بھگا کر روٹی بنالیتے تھے۔

افادات:- ہم لوگ تو گیہوں کا آٹا بھی چھان کر روٹی بناتے ہیں ،اور آٹے کو چھان لینے کی وجہ سے میدہ زیادہ نرم ہوجاتا ہے۔اور جَو کو جب پیسا جاتا ہے تو اس میں بھوسہ ہوتا ہے،اور اس میں چھلکے زیادہ ہوتے ہیں ، اس کے آٹے کو بغیر چھانے ہوئے گوندھاہی نہیں جاسکتا،جیسے گیہوں کے جو چھلکے نکلتے ہیں تو صرف ان چھلکوں کو گوندھا نہیں جاسکتا،اس میں چکناپن ہی نہیں ہوتا کہ آٹے کی طرح گوندھا جاسکے۔جَو کے آٹے میں چھلکے اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اس کو بغیر چھانے اور بغیر چھلکے نکالے ہوئے گوندھاہی نہیں جاسکتا، اور آٹا جب تک گوندھا نہیں جائے گا وہاں تک روٹی نہیں بنے گی۔تو جب انہوں نے یہ کہا کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی چھلنی دیکھی ہی نہیں ، تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جَو کی روٹی تم کھاتے تھے تو جَو کی روٹی بغیر چھلنی کے کیسے بنتی تھی؟ اس لئے کہ چھلکے نکالنے ضروری ہوتے ہیں۔تو انہوں نے جواب دیا کہ اس پر پھونک مار دیتے تھے ،جس سے موٹے موٹے چھلکے اُڑ جاتے تھے۔

اور جیسا کہ شروع میں کہا تھا کہ بھوک کی فضیلت اور مجاہدے والی سخت زندگی گزارنے کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں ،اسی لئے یہ ساری روایتیں پیش کی ہیں۔اور ظاہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے نبیٔ کریم(ﷺ)نے اپنے لیے زندگی گزارنے کی جو حالت پسند فرمائی،اس سے بہتر حالت اور کونسی ہوگی؟ اس لیے ہم لوگوں کو بھی چاہیے کہ اگر اس پر عمل نہ کرسکیں تو کم سے کم باربار ان چیزوں کو پڑھتے رہیں،اور دل و دماغ میں ان کو جمائے رکھیں،اس کی وجہ سے بھی بہت کچھ فرق پڑسکتا ہے۔ایسانہیں ہوناچاہیے کہ ان چیزوں کو ایسابھلادیا جائےکہ خیال ہی نہ رہےکہ حضورِاکرم (ﷺ) کی زندگی کیسی تھی اور آپ کس طرح زندگی گزارتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وسعادت عطافرمائے

دعا

اے اللہ!نبیٔ کریم(ﷺ)کے طریقۂ زندگی کواختیارکرنے کی ہمیں توفیق اورہمت عطافرما۔اے اللہ!اسی طریقِ زندگی کی محبت ہمارے دلوں میں پیدافرمااوراسی کے لئے سعی ومحنت کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔اے اللہ!ہماری تمام ضرورتوں کی کفالت فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الْجُوْعِ

وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ

مجلس ۲

بھوک وفاقہ برداشت کرنے

اور سادہ زندگی بسر کرنے کی فضیلت

﴿مجلس ۲﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ باب قائم کیا جس میں بتلانا چاہتے ہیں کہ فاقہ اور بھوک برداشت کرنے اور سادہ زندگی گذارنے کی کیا فضیلت ہے۔ اور کھانے پینے، لباس اور دوسری انسانی ضرورتوں میں آدمی کم سے کم پر اکتفاء کرے،اوراپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑنے کا اہتمام کرے، تو اس کی کیا فضیلت ہے۔

چناں چہ اسی سلسلہ میں نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک اورواقعہ ذکر کیا ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)کے ساتھ حضرت ابوبکرصدیق (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) جو گروہ انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے افضل سمجھے جاتے ہیں ،وہ بھی شریک ہیں۔اس واقعہ کے ذریعہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ حضرات جو انسانیت کے افضل ترین افراد ہیں ان کی زندگی کیسی تھی اور وہ کھانے پینے اور ضروریات کی تکمیل کے معاملہ میں کتنا کم سے کم پر اکتفاء کرتے تھے اورکیسی مشقتیں اور مجاہدے،اور فقروفاقہ برداشت کرتے تھے۔ہمارے لیے ان حضرات کی زندگی ایک نمونہ ہے، اور ہمیں بھی انہیں کا اتباع اور پیروی کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افضل ترین افراد کی زندگی

حدیث ۴۹۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ : خَرَجَ رَسولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ ؟ قَالَا : الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم). قَالَ : وَأَنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَخْرَجَنِي الَّذِيْ أَخْرَجَكُمَا. قُوما. فَقَامَا مَعَهُ فَأَتَىٰ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ، فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهِ. فَلَمَّا رَآتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَأَهلًا. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): أَيْنَ فُلانٌ؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ، فَنَظَرَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافاً مِنِّي فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ، فَقَالَ كُلُوْا، وَ أَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): إِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ. فَأَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) لِأَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: والذى نفسى بيده لَتُسْئَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مکان سے باہر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی باہر موجود ہیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دونوں حضرات سے پوچھا: اس وقت آپ دونوں کو گھروں سے باہر نکالنے کا باعث کیا چیز ہوئی؟ یعنی یہ وقت عام طور پر گھر سے نکلنے کا نہیں ہے، پھر تم اپنے گھروں سے باہر کیوں آئے؟ ان دونوں حضرات نے نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا: ”اَلْجُوْعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ“ بھوک کی شدت نے اس وقت ہم لوگوں کو اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ بھوک اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے،

اس اُمید پر باہر نکلے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ شاید کچھ انتظام فرمادے۔اُن کے اس جواب کو سن کر نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے،تم دونوں کو جس چیز نے اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا، اسی چیز نے مجھے بھی اپنے گھر سے نکالا ہے، یعنی مجھ پر بھی بھوک کا وہی شدید حملہ ہے اور اسی کے تقاضے نے مجھ کو باہر نکالا ہے۔اس کے بعد نبیٔ کریم(ﷺ)نے ان دونوں حضرات سے فرمایا: چلو۔ چناں چہ یہ دونوں حضرات نبیٔ کریم (ﷺ)کے ساتھ چلے ، آپ ایک انصاری صحابی کے یہاں ان کے باغ میں تشریف لے گئے (علامہ نووی(رحمۃ اللہ علیہ) نے بتلایا ہے کہ ان انصاری صحابی کانام ”اَبُوالْهَيْثَم بْنِ التَّيِّهَان“ تھا)

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

آپ(ﷺ) جب وہاں پہنچے تو وہ اپنے باغ کے مکان پر موجود نہیں تھے۔جب ان کی اہلیہ نے نبیٔ کریم(ﷺ) کواپنے یہاں آیا ہوا دیکھا تو عرض کیا :مَرْحَبًاوَّ اَھْلًا“ خوش آمدید۔ گویا ان کا استقبال کیا کہ تشریف لائیے۔تو نبیٔ کریم(ﷺ) نے ان سے پوچھا: تمھارے شوہر کہاں ہیں؟ان کی اہلیہ نے جواب دیا:وہ پینے کے لیے میٹھا پانی لینے باہر گئے ہوئے ہیں (چوں کہ عام طور پر وہاں میٹھاپانی میسر نہیں ہوتا تھاتوپینے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوردراز علاقوں سے اس کاانتظام کیاجاتاتھا)کچھ ہی دیرمیں وہ صحابی پہنچ گئے،جب انہوں نے نبیٔ کریم (ﷺ)اور آپ کے دونوں رفقاء کو اپنے باغ میں دیکھا تو مارے خوشی کے کہنے لگے:الحمدللہ۔گویاآپ حضرات باربار کہاں آتے ہیں ،آپ کا میرے یہاں آنا میری سعادت کی بات ہے۔ آج مجھ سے بڑھ کر شریف مہمانوں والا کوئی نہیں ہوسکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آج میرے گھر جو شخصیت آئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں آج کسی کے یہاں ایسے مہمان نہیں ہوں گے(اور ظاہر ہے کہ اُن کی بات اپنے جگہ پر سو فیصد درست تھی)چناں چہ ان حضرات کو آیا ہوا دیکھ کر میزبانی کے لیے فوراً گئے اور اپنے باغ میں سے کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کرلے آئے جس میں تازہ پکی ہوئی کھجوریں اور پک کر جو کھجوریں سوکھ جاتی ہیں ، جن کو عام طور پر ہم استعمال کرتے ہیں ، اور ادھ پکی کھجوریں تینوں قسم کی موجود تھیں ،اورپورا خوشہ لاکرنبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ نوش فرمایئے۔پھر انھوں نے چھری لی تونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سمجھ گئے کہ وہ بکری یا اُس کا بچہ ذبح کرنا چاہتے ہیں تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے تاکید فرمائی:دودھ دینے والے جانور سے بچیو(مطلب یہ ہے کہ جو بکری اس وقت دودھ دے رہی ہے اس کوذبح مت کرنا، اس لئے کہ اس وقت مقصد صرف گوشت خوری ہے اورجو بکری دودھ نہیں دے رہی ہے اس کو ذبح کرنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجائے گا۔اب اگردودھ دینے والی بکری ذبح کروگے تو گوشت کھانے کامقصدتوحاصل ہوجائے گا لیکن دوسرے فائدہ سے محرومی ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ ضرورتوں کی تکمیل میں بھی آدمی کو سوچ سمجھ کر فیصلہ اور مناسب انداز اختیارکرناچاہیے۔دیکھئے! اس وقت نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے دودھ دیتی بکری ذبح کرنے سے منع فرمایا)چناں چہ انہوں نے ان حضرات کے لیے ایک بکری ذبح کی، گوشت پکایا، ان حضرات نے اس کو کھایااور کھجور کاجو خوشہ توڑ کرلائے تھے اس میں سے بھی کھایااور پھرپانی نوش کیاجب یہ حضرات کھاپی کرشکم سیر اورسیراب ہوگئےتونبیٔ کریم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(ﷺ)نے حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہٗ قدرت میں میری جان ہے،قیامت کے روز ان نعمتوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔ (دیکھو! تم لوگوں کو بھوک نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا اور پھر تم اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا۔ایسے موقع پر جب کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کررہا ہو، اس کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کو استعمال کررہا ہوں ، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، یہی نبیٔ کریم(ﷺ) کی تعلیم ہے۔)

ہر نعمت کا یہی حق ہے

دیکھو!شدت بھوک کی حالت میں یہ حضرات نکلے تھے، اس کے بعد یہ چیزیں میسر آئی تھیں،پھر بھی حضوراکرم(ﷺ) ان کو متوجہ کررہے ہیں کہ یہ نعمتیں اگرچہ شدتِ بھوک میں میسر ہوئیں،پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا کہ تم نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔اس لئے جو آدمی اللہ تعالیٰ کی جو بھی نعمتیں استعمال کر رہا ہے، ان کو استعمال کرتے ہوئے ہر لمحہ اور ہر گھڑی اس کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کو استعمال کررہا ہوں، کل کو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ ہماری ان نعمتوں کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیاحق ادا کیا؟ہماری ان نعمتوں کواستعمال کرنے کے بعد تم نے ہماری کتنی اطاعت و فرمانبرداری کی،اور ہماری نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچانے کا کتنا اہتمام کیا۔ تمام نعمتیں اسی لئے دی گئی ہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اہتمام کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کا بھی اہتمام کرے۔گویایہی ہر نعمت کا حق ہے۔

مثلاً ہم دنیا میں کسی کی روٹی کھاتے ہوں تواگرچہ نہ اس نے ہمیں پیدا کیا، اور نہ دوسرے اعضاء دیئے،اوربہت ساری نعمتیں ہم اس کی استعمال بھی نہیں کرتے،وہ تو صرف ہمیں کھلاپلارہا ہے،اس کے باوجود ہم اس کا اتنا حق سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کی بات مان لینی چاہیے؛تو پھر اللہ تعالیٰ تو ان ساری نعمتوں کاپیدا کرنے اور دینے والا ہے اس کی اطاعت کااوراس کی معصیت اورنافرمانی سے بچنے کااہتمام ہمارے لیے کتنا ضروری ہے!اس کے حقوق کی ادائیگی کا تقاضہ یہی ہے۔

سابقین اوّلین کی زندگیوں کاحال

حدیث ۴۹۸

وَعَن خَالِدِ بن عُمَيْرِ العَدَوِيِّ (رضی اللہ عنہ) قَالَ:خَطَبَنَاعُتْبَةُبْنُ غزوان،وَ كَانَ أَمِيْراًعلى الْبَصرَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيهِ، ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بعدُ! فَإِنَّ الدُّنيا قَدْ أَذَنَتْ بِصُرْمٍ،وَوَلَّتْ حَذَّاءَ ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَاإِلَّاصُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُونَ مِنْهَاإِلى دَارلَازَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَإِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقَى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَاماً،لَايُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللهِ لَتُمْلَأَنَّ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

أَفَعَجِبْتُمْ ؟ !وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ أَرْبَعِيْنَ عَاماً ـ وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ .وَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ)، مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتّٰى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا. فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيْراً عَلٰى مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ، وَإِنِّيْ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ فِيْ نَفْسِيْ عَظِيْماً وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْراً ـ (رواہ مسلم)

ترجمہ مع تشریح:-حضرت خالد بن عمیر عدوی(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان(رضی اللہ عنہ) جو بصرہ کے امیر اور گورنر تھے انہوں نے ایک مرتبہ تقریر فرمائی جس میں پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی،اس کے بعد فرمایا:دنیا نے ختم ہونے کا اعلان کیا ہے،اور بہت تیزی سے واپسی کے لیے اس نے پیٹھ پھیری ہے(یعنی وہ ختم ہورہی ہے) اور اب دنیا کا اتنا ہی حصہ بچ گیا ہے جیسے کسی برتن میں کوئی کھانے پینے کی چیز رکھی ہو اور اس میں آخر میں کچھ بچا کھچا رہ جاتا ہے جس کو اس برتن کا مالک بڑی مشکل سے جمع کرتا ہے تاکہ اُس آخری حصہ سے بھی فائدہ اُٹھالیا جائے(دنیا جب سے بنی ہے اس وقت سے لے کر اس وقت ہمارے سامنے دنیا کا جو حصہ رہ گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی برتن میں کوئی پینے کی چیز ہو اور وہ پی جاچکی ہو اور آخر میں چند قطرے رہ جاتے ہیں جن کو برتن ٹیڑھا کرکے بڑی مشکل سے جمع کرکے آدمی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے)اور تم اس دنیا سے ایک ایسے گھر کی طرف جانے والے ہو جو ختم ہونے والا نہیں ہے،اس لیے تمہارے سامنے جو چیزیں ہیں ان میں سے جو بہتر سے بہتر ہو اس کو حاصل کرکے جاؤ،اس لیے کہ ہمیں یہ بتلایا گیا (اور ظاہر ہے صحابہ کو بتلانے والے نبیٔ کریم (ﷺ) ہی ہیں۔گویا آپ (ﷺ) کی طرف سے یہ چیز ہمیں بتلائی گئی ہے) کہ جہنم کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ اگر کوئی پتھر جہنم کے اندر ڈالا جائے تو جہنم کی تہہ تک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہنچتے ہوئے ستر (۷۰) سال ہوں گے، بلکہ ستر (۷۰) سال تک وہ پتھر جہنم کے اندر جاتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ تک پہنچ نہیں سکے گا (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہنم کتنی گہری ہے) اور اللہ کی قسم! جہنم اتنی گہری ہونے کے باوجود انسانوں سے (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) بھر دی جائے گی۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ لوگوں کو میری بات سن کر تعجب ہو رہا ہے، تو کہنے لگے کہ تمہیں تعجب ہوتا ہے؟ حالاں کہ یہی حقیقت ہے۔ اور ہمیں یہ بھی بتلایا گیا کہ جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے (اتنے بڑے بڑے دروازے ہوں گے کہ چالیس سال تک آدمی چلتا رہے تو اس مسافت کو پورا کر سکتا ہے، ایسی جنت جس کے دروازوں کا یہ حال ہے) اس پر بھی ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوئی ہوگی (جہنم بھی بھر دی جائے گی اور جنت بھی بھر دی جائے گی۔ اب جہنم کن لوگوں سے بھری جائے گی وہ بھی لوگ جانتے ہیں اور جنت میں کن کو بھیجا جائے گا وہ بھی سب کو معلوم ہے) پھر اپنے متعلق فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے رفقاء میں مَیں ساتواں ہوں (یہ بہت قدیم الاسلام تھے، شروع میں اسلام لائے تھے) اور ہمارے لیے کھانے کے واسطے درختوں کے پتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ درختوں کے پتے کھانے کی وجہ سے ہمارے منہ کے کنارے زخمی ہوگئے (کھانے کا تو یہ حال تھا۔ اور لباس کا کیا حال تھا اس کو بیان فرماتے ہیں کہ) مجھے ایک چادر کہیں سے ملی تو میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے، آدھی کو میں نے اپنی لنگی بنالیا، اور آدھی کو حضرت سعد بن مالک - یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انہوں - نے اپنی لنگی بنالیا (گویا اوپر کے بدن کا حصہ ڈھانکنے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی) یہ تمام وہ حالات اور مجاہدے تھے جو ہم نے برداشت کیے۔ جنہوں نے یہ ساری مشقت برداشت کی تھی ان میں سے آج ایک بھی ایسا نہیں مگر یہ کہ وہ کسی نہ کسی شہر کا گورنر ہے۔ (یعنی اُس وقت وہ حال تھا لیکن آج

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ نے یہ چیز بھی دی ہے۔جب انہوں نے گورنری والی بات کی تو شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ کہیں اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے وہ یہ کہہ رہے ہیں،اس لیے فرمانے لگے کہ)میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود اپنی نگاہوں میں بڑا بنوں،اوراللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں چھوٹاہوؤں۔

افادات:-حضرت عتبہ بن غزوان (رضی اللہ عنہ)ایک صحابی ہیں۔بصرہ جوحضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں آباد ہوا،اس کا نقشہ تیار کرنے کی ذمہ داری حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے انہی کے حوالہ کی تھی،ان کامزار بھی بصرہ ہی میں ہے،ابھی قریبی زمانہ میں ہمارا وہاں جانا ہوا تھا تو بصرہ ہی میں جہاں حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کامزارہے،انہی کے قریب ان کا بھی مزار ہے۔کچھ دنوں تک حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)نے بصرہ کی امارت اورگورنری کی ذمہ داری بھی ان کے حوالے کی تھی۔

اس روایت کو لاکریہی بتلانا چاہتے ہیں کہ ان حضرات کی گزر بسر کیسی تھی اور وہ کس طرح زندگی گزارتے تھے۔اس لیے کہ یہ حضرات جن کی فضیلت اورجن کی اسلام میں قدامت ان کے اونچے مقام کی دلیل ہے ،ایسے اونچے مرتبہ والے حضرات گزر بسر کے اعتبار سے، معیشت کے اعتبار سے اس حالت میں تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بڑائی سے خدا کی پناہ

"وَإِنِّي أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيماً" آدمی اپنی آپ کو بڑا سمجھے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس کیفیت سے اور اپنے اندر اس قسم کا خیال پیدا ہونے سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، صرف بیانِ واقعہ کے طور پر ایک چیز ذکر کی ہے، اور مَیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اپنی نگاہوں میں بڑا ہوؤں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں چھوٹا ہوؤں۔ یہ چیز پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی لیے حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبیٔ کریم (ﷺ) نے دُعا فرمائی: "أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيراً وَّفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيراً" اے اللہ! مجھے اپنی نگاہوں میں چھوٹا بنا، اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنا۔ یہاں لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بننے کی جو دُعا کی گئی ہے، وہ بھی بڑائی کے واسطے نہیں، بلکہ چھوٹا ہونے اور کم حیثیت ہونے کی وجہ سے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں سے حفاظت کے واسطے یہ دعا مانگی گئی ہے، اس لیے کہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔

بہر حال! اس روایت میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ ان حضرات کی کیا حالت تھی، یہ وہ حضرات تھے جن کا مقام اسلام کے اندر سب سے اونچا سمجھا جاتا ہے، ان حضرات کے کھانے پینے کا یہ حال تھا، گویا ہمیں بھی انہیں کی اتباع کرتے ہوئے اپنے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی تکمیل میں سادگی اور کم سے کم پر اکتفاء کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسے موقعہ پر آدمی خوش ہو

حدیث ۴۹۹

وعن أبي موسى الأشعری (رضی اللہ عنہ) قَالَ أخرجت لَنَا عَائِشَةُ (رضی اللہ عنہا) كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا قَالَتْ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فِي هَذَيْنِ.

ترجمہ:-حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ہمارے سامنے ایک چادراورایک موٹی سی لنگی نکال کر بتائی، اور ارشاد فرمایاکہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات اسی لباس میں ہوئی ہے۔

افادات:-بوقتِ وفات نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسمِ اطہرپر ایک موٹےکپڑے کی لنگی اور ایک چادر تھی۔اس سے معلوم ہواکہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) لباس میں کتنا زیادہ سادگی اورکم سے کم پر اکتفاء کرنے کا اہتمام فرماتے تھے! حالاں کہ آخر میں تو فتوحات کا سلسلہ ہوا تھا اور بہت کچھ مال آتا تھا، اس کے باوجود اپنے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سادگی ہی کو پسند کیا، اور اسی لباس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوئی۔

ہم کوتو ہماری مرضی اور خواہش سے کم قسم کاکپڑاملے،یا کھانے پینے میں اپنی خواہش سے کم چیز ملے تو اس پرہم غمگین ہوجاتے ہیں کہ ہمیں ایساکپڑاپہننا پڑا؟ ہمارا احساس یہ ہوتا ہے اوراس کو اپنے لیے بے عزتی سمجھتے ہیں،اپنی توہین اور انسلٹ سمجھتے ہیں، حالاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ بدرجۂ مجبوری ہی سہی اگر آدمی کو ایسی نوبت آئے تو یوں سوچ کہ نبیٔ کریم(ﷺ) کے نمونہ پر چلنے کا ہمیں موقع ملا۔ایسے موقعہ پر آدمی خوش ہو،نہ کہ ناراض ہو،لیکن ایسے موقعہ پر عام طورپر آدمی ناراض ہوتا ہے،اور ناراض ہی نہیں بلکہ نعوذباللہ بہت سے لوگ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بڑے خطرناک جملے استعمال کرتے ہیں ، اوراللہ تعالیٰ کی وہ ساری نعمتیں جواب تک استعمال کرتے رہےاس کا خیال بھی نہیں آتا اگر ایک موقعہ ایسا آیا توان کی زبان سے ناشکری کی باتیں نکلتی ہیں۔

صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم) کے کھانے

حدیث ٥٠٠

وعن سعد بن أَبِي وَقَّاصٍ(رضی اللہ عنہ) قَالَ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ،وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ(ﷺ) مَا لَنَا طَعَامٌ إِلاَّ وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَ هٰذَا السَّمُرُ، حَتّٰى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهُ خَلْطٌ.(متفق عليه)

ترجمہ:۔حضرت سعد بن ابی وقاص(رضی اللہ عنہ)(جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ، اور عشرۂ مبشرہ کا مقام تمام صحابہ میں سب سے اونچا ہے۔فارس کو فتح کرنے والے اور کسریٰ کی سلطنت کو ختم کرنے والے اسلامی لشکر کے سپہ سالار یہی تھے) فرماتے ہیں کہ میں عرب میں سب سے پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔اور ہم لوگ نبیٔ کریم (ﷺ) کے ساتھ غزوات کے اندر شریک ہوئے تھے اور ہمارے پاس کھانے کے لیے سوائے کیکر کے پتوں کے کچھ نہیں ہوتا تھا،یہاں تک کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

درختوں کے پتے کھانے کی وجہ سے ہم میں کا ہر آدمی اس طرح پاخانہ کرتا تھا جیسے بکری کرتی ہے(بکری کا پاخانہ مینگنیوں کی شکل کا ہوتا ہے) جو نرم نہیں ہوتا۔

افادات:- ہجرت کے دوسرے سال حضوراکرم(ﷺ) نے صحابۂ کرام(رضی اللہ عنہم) کی ایک جماعت اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبیدہ بن حارث یاابو عبیدہ بن حارث (رضی اللہ عنہ) کی سرکردگی میں بھیجی تھی اور اس کا مقابلہ قریش کے ایک قافلہ سے ہواجن کے تعاقب میں یہ حضرات گئے تھے،اس وقت معمولی سی جھڑپ ہوئی،اس جھڑپ میں سب سے پہلے تیر حضرت سعدبن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) نے چلایاتھا۔گویا اسلام میں اللہ کے راستہ میں سب سے پہلا تیر چلانے والے یہی ہیں۔ان کے حق میں یہ ایک فضیلت وسعادت کی چیز ہے، اس لیے اُس کو ذکر کیا۔

اوراس روایت سے اس بات کاپتہ چلتاہے کہ ان حضرات کی زندگی کس طرح گزری تھی،اور کس طرح کی چیزیں ان کو کھانے کو میسر ہوتی تھی ، ان حضرات نے ان چیزوں کے میسر نہ آنے کوکبھی بھی اپنے لئےاللہ تعالیٰ کے یہاں کمی اور قلت کاسبب نہیں سمجھا۔ ہمیں اگر کھانے کو کم ملا تو یوں کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کسی اورسےاتنازیادہ خوش نہیں تھے جتنااِن حضرات سے خوش تھے ، پھر بھی ان کو کھانے پینے اور لباس کے لیے جو چیزیں ملی تھیں،وہ ہمیں ان روایتوں کے پڑھنے اورسننے سے معلوم ہوتاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنے گھر والوں کے لیے نبی ٔ کریم (ﷺ) کی دعا

حدیث ۵۰۰

وعن أبي هريرة (رضي الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ): أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً. (متفق عليه)

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِيْبِ: مَعْنَى (قُوْتًا) أَيْ: مَا يَسُدُّ الرَّمَقَ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی ٔ کریم (ﷺ) نے دعا فرمائی: اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھرانے کی روزی بقدر ضرورت ہو۔

افادات:- "قُوْتٌ" یعنی اتنا جس سے جان بچ جائے، گویا اپنے خاندان اور اپنی ذریت کے لیے نبی ٔ کریم (ﷺ) نے یہی حال پسند کیا۔ اور ہم اپنی اولاد کے لیے کیا پسند کرتے ہیں اور ہم کیا دعائیں کرتے ہیں؟ ان کو خوب پیسے ملیں، خوب آرام سے رہیں، خوب مزے اُڑائیں۔ اور نبی ٔ کریم (ﷺ) نے اپنی اولاد کے لیے کیا دعا مانگی؟ ان کو بقدر ضرورت، جان بچ جائے اتنی روزی ملے۔ گویا یہی وہ حالت ہے جس کو نبی ٔ کریم (ﷺ) نے اپنے گھرانے کے لیے پسند فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ جو حالت نبی ٔ کریم (ﷺ) نے اپنے گھرانے کے لیے پسند فرمائی ہو، تو چونکہ ہر مسلمان کو نبی ٔ کریم (ﷺ) سے محبت اور تعلق ہوتا ہے، اس کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنے لیے بھی اسی حالت کو پسند کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی بھوک کا حال

حدیث ۵۰۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ وَاللهِ الذی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُو، إِنْ كُنتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِى عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ، وَإِنْ كُنتُ لَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطَنِي مِنَ الْجُوعِ، وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوماً عَلٰى طَرِيقِهِمُ الَّذِى يَخْرُجُونَ مِنهُ، فَمَرَّ بِي النَّبِی (صلی اللہ علیہ وسلم) فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَآنِي، وَ عَرَفَ مَافِي وَجْهِي وَمَا فِيْ نَفْسِی، ثُمَّ قَالَ: أَبَاهِرٍّ! قُلْتُ: لَبَّيكَ يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ: اِلْحَقْ وَ مَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاستَأْذَنَ، فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَناً فِي قَدَحٍ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟ قَالُوا: أَهدَاهُ لَكَ فُلَانٌ أَو فُلَانَةٌ۔ قَالَ: أَبَاهِرٍّ، قُلْتُ: لَبَّيكَ يَارَسُولَ اللهِ. قَالَ: اِلْحَقْ إِلٰى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُم لِي۔ قَالَ: وأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضيَافُ الْإِسْلَامِ، لَا يَأْوُونَ عَلٰى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰى أَحَدٍ، وَكَانَ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئاً، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، وَأَصَابَ مِنْهَا، وأَشْرَكَهُمْ فِيْهَا، فَسَاءَنِي ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ أَهلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوّٰى بِهَا، فَإِذَا جَاءُوا وَ أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ؛ وَمَا عَسٰى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بُدٌّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَاسْتَأْذَنُوا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ قَالَ: يَاأَبَاهِرٍّ. قُلْتُ: لَبَّيكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ قَالَ: خُذْ فَأَعْطِهِمْ۔ قَالَ: فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِي (صلی اللہ علیہ وسلم) وَقَدْ رَوِىَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: أَبَاهِرٍّ، قُلْتُ: لَبَّيكَ يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ: بَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ۔ قُلْتُ: صَدَقْتَ يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ: اقْعُدْ فَاشْرَبْ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ : اشْرَبْ ، فَشَرِبْتُ ، فَمَازَالَ يَقُوْلُ: اشْرَبْ،حَتّٰى قُلْتُ لَا،وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاأَجِدُلَهُ مَسْلَكًا!قَالَ:فَأَرِنِيْ،فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ،فَحَمِدَاللّٰهَ تَعَالٰى،وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ۔

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں !میں بھوک کی وجہ سے اپنا کلیجہ زمین سے لگادیا کرتا تھا اور کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ایک مرتبہ بھوک کی وجہ سے اس راستہ پر بیٹھ گیا جہاں سے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے صحابہ گزرا کرتے تھے کہ شاید میری ظاہر حالت دیکھ کر کسی کو ترس آئے اور مجھے کھانے کے لیے کچھ ملے(بعض روایتوں میں ہے کہ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)سے پہلے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا گزر ہوا تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کوئی آیت پوچھی کہ فلاں آیت کیا ہے؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ میں پوچھوں گا اور بات کروں گا تو شاید اس دوران میری حالت کا ان کو کچھ اندازہ ہوگا اور محسوس کریں گے کہ شاید یہ بھوکے ہیں، اورمجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے، لیکن میں نے جو آیت پوچھی تھی وہ بتاکر آگے چلے گئے) اس کے بعد پھر نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) آئے تو مجھے وہاں بیٹھاہوا دیکھ کراور میرے چہرے کو دیکھ کرہی سمجھ گئے اور مسکرانے لگے(کہ بھوک کی حالت ہے اور میرے دل میں کیا تقاضہ ہے وہ بھی سمجھ گئے) چناں چہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے کہا : 'یَااَبَاھِرٍ'(ابو ہریرہ کے نام کو مختصر کرکے بولاجاتاہے)میں نےکہا: اے اللہ کے رسول!میں حاضرہوں۔ توحضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا: آجاؤ۔یہ کہہ کر آپ توتیزی سے آگے بڑھ گئے اور میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے لپکا، آپ گھرمیں داخل ہوگئے،میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی ،تومجھے بھی داخل ہونے کی اجازت دے دی، میں بھی گھر میں داخل ہوا۔جب آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)گھر میں تشریف لے گئے تودیکھا کہ ایک پیالے میں دودھ ہے (بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ جن زوجۂ مطہرہ کے یہاں آپ تشریف لے گئے تھے ،ان سے پوچھا کہ کوئی چیز ہے؟انہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے کہا:ہاں! فلاں انصاری صحابی نے ہدیہ کے طور پر ایک پیالہ دودھ کا بھیجا ہے)تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا:اے ابوہریرہ!میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!حاضر ہوں۔آپ نے فرمایا: جاؤ! صفہ والوں کو بلا کر لاؤ۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں :صفہ والے درحقیقت مسلمانوں کے مہمان تھے،ان کے پاس نہ اپنا کوئی گھر تھا، نہ کوئی کھانے پینے کا انتظام تھا(مسجد میں پڑے رہتے تھے، علم حاصل کرنے کا مشغلہ تھا اوران کے کھانے پینے کی ذمہ داری مسلمانوں کی تھی،جس کو جو میسر آتا تھااُن کی تواضع کردیا کرتا تھا)اور حضور اکرم(ﷺ) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ اگر آپ کے گھر کوئی چیز آتی اور بھیجنے والا کہلواتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو نبیٔ کریم (ﷺ) اس میں سے کچھ بھی تناول نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ پورا کے پورا صفہ والوں کے لیے بھیج دیتے تھے۔اوراگر کوئی ہدیہ آتا تھا تو حضور(ﷺ)ان صفہ والوں کو اپنے گھر بلوالیتے تھے اوراس کھانے پینے کی چیز میں ان کو بھی شریک فرمالیتے تھے ،آپ (ﷺ) خود بھی نوش فرماتے تھے اور ان کو بھی کھلاتے تھے (اب یہ دودھ جو آیا ہوا تھااس کے متعلق گھر والوں نے بتلایا کہ ہدیہ میں آیا ہے،تو اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق حضور (ﷺ)نے کہا:اے ابوہریرہ! جاؤ؛ صفہ والوں کو بلالاؤ۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں :میں تو دیکھ چکا تھا کہ کیا چیز ہے،اور کس لیے بلوایا جارہا ہے،صرف ایک پیالہ دودھ تھا،اس لئے جب مجھے ان کو بلانے کے لیے فرمایا تو) میں اپنے جی میں سوچنے لگا کہ صفہ والوں کی تعداد کے مدِ نظر اس دودھ کی کیا حیثیت ہے؟ (وہ تو کئی آدمی ہیں اور دودھ کا تو صرف ایک ہی پیالہ ہے)میں ہی زیادہ حق دار تھا کہ اس دودھ کو پیوں اوراس کے ذریعہ سے قوت حاصل کروں (جب حضور(ﷺ)نے محسوس فرماہی لیا کہ میں بھوکا ہوں تو صفہ والوں کو بلوانے کی کیا ضرورت تھی،مجھے ہی پلادیتے۔اوراس لیے بھی یہ سوچنے لگا کہ)جب میں ان کو بلاکر لاؤں گا اوروہ آئیں گے تو(چوں کہ مجھے ہی یہ خدمت حوالہ کی گئی ہے تو) مجھ سے ہی فرمائیں گے کہ ان کو پلاؤ۔اورمجھے امید نہیں ہے کہ میرے حصے میں اس میں سے کچھ بھی آئے (اس لیے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ظاہر ہے جس کو پلانے کی خدمت دی جائے، خود اس کا نمبر آخر میں ہوا کرتا ہے، اس لیے مجھے جی میں بہت بُرا معلوم ہوا) لیکن میں کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ پاک (ﷺ) کی اطاعت کے بغیر چارۂ کار بھی تو نہیں تھا۔ یہ سب سوچتے ہوئے میں گیا اور ان کو بلالیا، چناں چہ وہ لوگ آئے اور نبیٔ کریم (ﷺ) سے گھر میں داخلے کی اجازت طلب کی۔ تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ لوگ داخل ہوکر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: اے ابوہریرہ۔ میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے کہا: یہ پیالہ لو اور ان کو دو (انہوں نے جو سوچا تھا وہی ہوا۔ اب یہاں پر بھی آپ (ﷺ) کی بات پر عمل کئے بغیر چارۂ کار نہیں تھا) میں نے پیالہ لیا اور صفہ والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں پیالہ تھمادیا، اس نے اس پیالہ میں سے پیا یہاں تک کہ بالکل شکم سیر اور سیراب ہوگیا، جب پیٹ بھر کر پی لیا، تو اس نے وہ پیالہ مجھے واپس کیا، میں نے دوسرے کو دیا، اس نے پیا، یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب سب پی چکے، اور حضور (ﷺ) سب سے آخر میں تشریف فرما تھے، وہاں تک میں پہنچ گیا (تمام صفہ والے پیٹ بھر کر فارغ ہوچکے تھے) تو میں نے آپ (ﷺ) کے دستِ مبارک میں وہ پیالہ دے دیا۔ نبیٔ کریم (ﷺ) نے میرے ہاتھ میں سے وہ پیالہ لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے (میرے دل کی بات حضور سمجھ گئے تھے) اور (مسکرا کر) فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: اب تو میں اور تم دو ہی رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اوراب تم پیو۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں بیٹھا اور میں نے پیا، جب میں پی چکا اور واپس کرنے لگا تو حضور (ﷺ) نے فرمایا اور پیو۔ حضور (ﷺ) بار بار فرماتے رہے: اور پیو، اور پیو، اور پیو؛ یہاں تک کہ حضور (ﷺ) اتنا اصرار کرتے رہے کہ آخر میں مجبور ہوکر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اب تو اندر جانے کا راستہ ہی نہیں

ہے۔جب میں نے یہ کہا تو حضور(ﷺ) نے فرمایا: ذرا مجھے بھی یہ پیالہ دکھاؤ کہ اندر کتنا دودھ رہ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: میں نے وہ پیالہ نبیٔ کریم (ﷺ) کو دیا تو حضور(ﷺ) نے اللہ تعالٰی کی حمد وثناء بیان کی(کہ اس نے سب کی ضرورتیں پوری فرمائیں) اور بسم اللہ کہہ کر بچا ہوا دودھ خود نوش فرمایا۔

افادات:- بھوک کی وجہ سے کلیجہ میں درد کی کیفیت محسوس ہوتی ہے ،تو ایسے موقعہ پر آدمی کلیجہ دباتاہے۔تو سکون حاصل کرنے کے لیے کلیجہ جس طرف ہوتاہے بدن کے اس حصہ کوزمین کے ساتھ لگاکرپڑا رہتا تھا۔اور کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتاہے۔میں پہلے بھی بتلاچکاہوں کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ اندر کی طرف جاتا ہے، کمرجھک جاتی ہے،اورکام کرنے اور چلنے میں مشقت لاحق ہوتی ہے، تو اس خلاء کو پُر کرنے کے لیےاوپرسے پتھر رکھ کرباندھاجاتاتھاتاکہ اس کی وجہ سے سہاراہو اور چلنے پھرنے میں آسانی رہے، قوت وطاقت رہے۔

روایت سے مستنبط کچھ آداب

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرکسی کو بلایا گیا ہو، وہ بھی جب پہنچے، تو اندر آنے کے لیے اس کواجازت لینی چاہیے،صرف بلالیناہی کافی نہیں ہے۔اگرچہ اس میں تفصیل ہے،بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بلانے والا اگراپنے مکان میں ایسی جگہ بیٹھاہوا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے جہاں پردہ کی ضرورت ہے تو اجازت لینی چاہیے۔ اور اگر بلانے والا ایسی جگہ بیٹھا ہے جہاں پردہ نہیں ہے تو اس کا بلا لینا ہی کافی ہے، از سرِ نو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کے ہاتھ میں پہلے پیالہ ہوتا تھا وہ فارغ ہونے کے بعد دوسرے کو نہیں دیتا تھا بلکہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ ہی میں دیتا تھا۔ اور ادب یہی ہے کہ جب کوئی آدمی کسی برتن میں ہمیں کھانے پینے کی کوئی چیز دے تو اس چیز کو کھا کر جب ہم اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائیں اور اس میں کچھ بچا ہوا ہو تو وہ کسی دوسرے کو نہیں دینا چاہیے، بلکہ جس نے ہمیں دیا ہے اسی کو واپس کرنا چاہیے۔ الّا یہ کہ اس نے ہدایت کی ہو کہ آپ فلاں کو دیدینا تو الگ بات ہے۔ ورنہ ہمارا فریضہ یہی ہے کہ ہم اسی کو واپس دیں۔

اور یہ اس وقت ہے جب کسی دوسرے کے گھر میں ہو۔ آپ اگر اپنے گھر میں ہوں اور اپنی چیز ہو اور آپ نے اپنے گھر والوں یا اپنے بیٹے سے منگوائی ہو، تو آپ مالک ہیں جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ کسی دوسرے کے گھر میں ہوں تو وہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا کہ مجلس میں کبھی پینے کے لئے مولانا ابراہیم صاحب پانڈور مدظلہ یا اور کوئی، ٹھنڈا مشروب یا کوئی اور چیز لے کر آتا تو آپ فارغ ہو کر اسی کو واپس دیتے جو لے کر آیا ہوتا، لوگ بہت چاہتے تھے کہ ہمیں ملے، لیکن کسی دوسرے کو نہیں دیتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! اس روایت کو لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان حضرات کی زندگی کس طرح گذرتی تھی اور اس بات کی ترغیب دینا چاہتے ہیں کہ آدمی کو اپنی ضروریات پورا کرنے کے معاملہ میں ایسا ہی انداز اختیار کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ مجلس ۳

بھوک وفاقہ برداشت کرنے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی فضیلت

﴿مجلس ۳﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیساکہ آپ کو معلوم ہے باب چل رہاتھا بھوک برداشت کرنے کی فضیلت اور سادہ زندگی گذارنے، کھانے پینے میں کم سے کم پر اکتفاء کرنے کا، اور آدمی اگر اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑدے تو اس پر کیامقام ملے گا۔اس سلسلہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) اور حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی مبارک زندگیوں کے نمونے پیش کررہے ہیں۔

بھوک کی وجہ سے بے ہوشی

حدیث ۵۰۳

وعن محمد بن سيرين عن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ) قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہا) مَغْشِياً عَلَيَّ، فَيَجِيءُ الْجَائِي، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي، وَيَرَى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) کے منبر شریف اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرہ کے درمیان- جس کو ریاض الجنۃ کہتے ہیں -زمین کے اوپر بیہوش ہوکرگر جاتا تھا۔ آنے والے آتے اور میری گردن پر یہ سمجھ کر پاؤں رکھتے کہ مجھے جنون طاری ہے، حالاں کہ وہ جنون نہیں ہوتا تھا، بلکہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوکر میں گرجایاکرتاتھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-(۱)اس زمانہ میں جنون کی ایک قسم ہوا کرتی تھی جس میں اگر آدمی بیہوش ہوجاتا تو اس کا علاج گردن کی ایک رگ دبانے سے کیا جاتا تھا، جس سے جنون میں افاقہ ہوتا تھا اور بیہوشی ختم ہوجاتی تھی۔

(۲)اور ظاہر ہے کہ خود نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس ہی ان حضرات کو دینے کے لیے کچھ ہوتا تو آپ ضرور عنایت فرمادیتے اور ان کو فاقوں کی نوبت نہ آتی، لیکن جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ حضور (ﷺ) کے گھرانے کا حال بھی کیا تھا۔

بنیادی ضرورتوں کے لیے زرہ گروی رکھی

حدیث ۵۰۴

وعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِي ثَلاثِيْنَ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ. (متفق عليه)

ترجمہ:-حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی وفات ایسی حالت میں ہوئی کہ آپ (ﷺ) نے ایک یہودی کے پاس سے تیس صاع جَو خریدے تھے اور اس کی قیمت کے بدلہ میں اعتماد اور بھروسہ کے طور پر اپنی زرہ گروی رکھی تھی (اور وہ زرہ چھڑائی نہیں گئی، اسی حالت میں آپ (ﷺ) کی وفات ہوئی۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-ظاہر ہے کہ آدمی کے پاس جب اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اتنی رقم نہ ہو،تب ہی گروی رکھنے کی نوبت پیش آتی ہے۔اس روایت کو پیش کرکے بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس اتنا مال بھی موجود نہیں تھا کہ اپنے گھروالوں کے نفقہ کوادا کرنے اوران کے کھانے پینے کی ضرورت کوپورا کرنے کے لیے جس سے سامان لیاکرتے تھے،اس کی قیمت بھی نقدادا کرسکیں،اسی لیے زرہ کوگروی رکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

حضور(ﷺ) کے گھرانے کادن ایسی حالت میں گزرتا..

حدیث ۵۰۵

وعن أنس(رضی اللہ عنہ) قَالَ:رَهَنَ النَّبِيُّ(ﷺ) دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ،وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ(ﷺ) بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ:(مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا أَمْسَى)وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ۔(رواه البخاري)

ترجمہ:-حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(ﷺ) نے جَوْ کے بدلے میں اپنی زرہ گروی رکھی تھی(حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت اوپر آئی اس میں بھی یہی تھا) اور ایک مرتبہ نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں جَوْ کی روٹی اورایسی چربی لے کر حاضرہوا جس کا مزہ طویل زمانہ تک پڑے رہنے کی وجہ سے بدل گیاتھا۔اور حضرت انس(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے سناکہ محمد((ﷺ))کے گھرانے والوں کے پاس نہ صبح کے وقت کوئی چیز ایک صاع کے برابرہوتی تھی اورنہ شام کے وقت ہوتی تھی۔(یعنی ایسی حالت میں دن گزرتا کہ اتنی مقدار بھی اپنی ضرورت پوری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرنے کے لیے ان کے پاس نہیں ہوتی تھی)حالاں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کے نو(۹) گھرانے تھے۔ (نو[۹]ازواجِ مطہرات تھیں، کسی کے گھر میں ضرورت کے لئے کوئی چیز موجود نہیں ہوا کرتی تھی)

افادات:- "إِهَالَةٌ" اس چربی کو کہتے ہیں جس کو پگھلا کر ضرورت کے وقت استعمال کرنے کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ جب جانور کو ذبح کیا جاتا تھا، اس سے جو چربی نکلتی تھی اس کو وہ حضرات پگھلا کر رکھ لیا کرتے تھے۔اور "سَنِخَةٌ" کھانے کی ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ دیر تک پڑے رہنے کی وجہ سے جس کا ذائقہ بدل جائے۔ یہاں "إِهَالَةٌ سَنِخَةٌ" کہا گیا یعنی ایسی پگھلائی ہوئی چربی جس کا مزہ بدلا ہوا ہو۔

اب ظاہر ہے کہ اگر اس سے اچھا کوئی کھانا پاس ہوتا یا خود حضورِ اکرم (ﷺ) کے پاس کوئی چیز میسر ہوتی تو یہ حضرات ایسی چیز لے کر کیوں حاضر ہوتے۔ معلوم ہوا کہ نہ حضورِ اکرم (ﷺ) کے پاس کچھ تھا، اور نہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے پاس کوئی عمدہ چیز ہوتی تھی۔

حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی سادگی کا ایک اور نمونہ

حدیث ۵۰۶

وعن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ) قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے ستّر(۷۰)اہلِ صفہ ایسے دیکھے کہ ان میں سے(کسی کے بدن پر پوراجوڑانہیں ہوتا تھا۔اوراس زمانہ میں دو چادریں جوڑے کے طورپراستعمال کی جاتی تھیں ،ایک لنگی کے طورپراوردوسری بدن کے اوپر کے حصہ کو ڈھانکنے کے لئے۔)کسی کے پاس صرف لنگی ہوتی تھی،یا صرف ایک بڑی چادر ہوتی تھی جس کواپنی گردن میں باندھ لیتے تھے۔کسی کی چادراتنی ہوتی تھی کہ آدھی پنڈلی تک پہنچتی تھی،کسی کی ٹخنوں تک آتی تھی۔اورچوں کہ ایک ہی چادرہوتی تھی تو کھلنے سے بچانے کے لیے وہ اس کواپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے تھے۔(بدن چھپانے کے لیے پورا لباس بھی ان میں سے کسی کے پاس نہیں ہوتا تھا۔اس سے ان حضرات کی سادہ زندگی کاپتہ چلتاہے۔)

افادات:-پہلے بھی آچکاہے کہ اہلِ صفہ وہ حضراتِ صحابہ ٔکرام(رضی اللہ عنہم) تھے جنھوں نے اپنے آپکو علم دین سیکھنے کے لئے فارغ کرر کھاتھا،نہ ان کاکوئی گھر اورمکان تھا،نہ گھروالے، بیوی بچے تھے۔مسجدنبوی میں ایک چبوترہ تھاوہیں وہ حضرات چوبیں گھنٹے پڑے رہتے تھے،اورنبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کھانے کی کوئی چیز آتی توآپ ان کوعنایت فرمادیتے تھے، اسی سے ان کی ضرورت پوری ہوجاتی تھی،ورنہ بھوکے رہتے تھے۔

حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) کابستر

حدیث ۵۰۷

وعن عائشة(رضی اللہ عنہا) قالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم) مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ. (رواه البخاری)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بستر چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

افادات:- چھال یعنی کھجور کے درخت میں جالی دار ایک چیز لٹکی ہوئی ہوتی ہے جیسے ناریل کے درخت میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایسی چیز لٹکا کرتی ہے۔درخت کے تنے پر جو چھال ہوتی ہے وہ مراد نہیں ہے،اس لئے کہ وہ اس کام کی نہیں ہوتی کہ اس کو بھرا جائے،بلکہ مراد وہ لٹکی ہوئی چیز ہے جو کچھ نرم بھی ہوتی ہے اور وہ حضرات اس کو تکیہ اور بستر میں بھرنے کے لیے استعمال کیا کرتے تھے،جیسے آج کل روئی استعمال کی جاتی ہے۔

بایں ہمہ ہیچ افسوس ندارد

حدیث ۵۰۸

وعن ابن عمر رضی الله عنهما قَالَ: كُنَّا جُلُوساً مَعَ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَدْبَرَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَآأَخَا الْأَنْصَارِ! كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟ فَقَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): مَن يَعُوْدُهُ مِنْكُم؟ فَقَامَ وَ قُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ، مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلَا خِفَافٌ، وَلَا قَلَانِسُ، وَلَا قُمُصٌ، نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتّٰى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَأَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهُ. (رَوَاهُ مُسلِم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے،اتنے میں ایک انصاری صحابی آئے،اورانہوں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کیا،اس کے بعدجب وہ جانے لگے تونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا: اے انصاری بھائی! ہمارے بھائی سعدبن عبادہ کا کیاحال ہے؟(وہ بیمار چل رہے تھے) انہوں نے کہا:اب ٹھیک ہیں۔تونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہلِ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایاکہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے آتاہے؟حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد پر اس مجلس میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، سب ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوگئے (ظاہر ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ساتھ چلنے کی دعوت دیں تو صحابہ میں سے کون انکارکرسکتاتھا)ہم دس سے کچھ زیادہ لوگ تھے(تیرہ(۱۳)سے انیس(۱۹)تک کے عددکے لیے لفظ "بضعۃ عشر" بولا جاتاہے)اور ہماراحال یہ تھاکہ نہ ہمارے پاس جوتےتھے،نہ موزے تھے،نہ ٹوپیاں تھیں، نہ کُرتے تھے(سب کاحال ایسا تھا)ہم ایسی نمکین زمین میں چل رہے تھے جس میں سبزہ نہیں تھا یہاں تک کہ جب ہم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کے یہاں پہنچے تو اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ ان کو گھیر کر بیٹھے ہوئے تھے ،نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہمیں آتاہوادیکھ کر وہ لوگ کھڑے ہوگئے،تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھی ان کے قریب بیٹھ گئے۔

افادات:-اس روایت کولاکریہ بتلاناہے کہ یہ حضرات اس حال میں زندگی گزار رہےہیں کہ نہ ان کے پاس جوتاہے ،نہ موزہ ہے ،نہ کُرتہ ہے اورنہ ٹوپی ہے، اور اس پر بھی ان کوکوئی غم یاافسوس نہیں ہے۔اور ہم لوگوں کاحال یہ ہے کہ اگرہمارے پاس جوتا نہ ہوتوہم بہت افسوس کرتے ہیں۔ لیکن اگر نمازکی جماعت فوت ہوجائے، نماز چھوٹ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے،شریعت کے حکم کے معاملہ میں ہم سے کوتاہی ہورہی ہے،تو کبھی ہمیں افسوس اور غم نہیں ہوتا ہے،اور کبھی ہماراجی نہیں دُکھتااوراس پر کبھی رونا نہیں آتا۔اور اگر کبھی ایک وقت کھانا نہ ملاہو،یاہماری مرضی کے مطابق لباس نہ ہو،توہم شکوے شکایت کرتے اور رونے لگتے ہیں۔ان حضرات کی زندگی کااگر ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ان سارے حالات کے باوجود نبیٔ کریم(ﷺ) کی پوری سیرت میں اور صحابۂ کرام(رضی اللہ عنہم) کے حالات میں کہیں یہ نہیں ملے گا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایساجملہ نکلاہو کہ نعوذباللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے، اورہمیں اپنی مرضی کےمطابق کوئی چیزنہ ملے تویہ جملہ ہماری زبان پرآتاہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سےناراض ہے۔گویااس کوناراضگی کی علامت سمجھاجاتاہے۔

ایسے لوگ آئیں گے

حدیث ۵۰۹

وعن عمران بن الحُصَيْنِ رضی اللہ عنھما عن النبی(ﷺ)اَنَّہٗ قَالَ: خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا اَدْرِيْ قَالَ النَّبِيُّ(ﷺ)مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

ترجمہ:-حضرت عمران بن حصین(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم(ﷺ)نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین زمانہ میرازمانہ ہے،اس کے بعدوہ لوگ جومیرے بعد ہوں گے ، پھروہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے(حضرت عمران(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں :مجھے یاد نہیں رہاکہ نبیٔ کریم (ﷺ)نے"ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" دو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مرتبہ ارشاد فرمایا، یا تین مرتبہ۔) پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دینے کے لیے آگے بڑھیں گے، حالانکہ ان کو گواہی کے لیے بلایا نہیں جائے گا۔ اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے گی تو وہ خیانت کریں گے۔ اور وہ لوگ نذریں اور منتیں مانیں گے لیکن اس کو پوری نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا نمایاں ہو گا۔

افادات:- آج کل ہمارے سماج میں یہ مزاج بنا ہوا ہے کہ کوئی موقع آتا ہے تو نذر مان لی جاتی ہے، مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں کام ہو جائے گا تو میں یوں کروں گا، لیکن جب وہ کام ہو جاتا ہے تو یاد بھی نہیں رہتا کہ میں نے نذر مانی ہے جس پورا کرنا ضروری ہے۔

یہاں تو اس روایت کو اسی لئے لائے ہیں کہ وہ لوگ کھانے پینے کے ایسے عادی ہوں گے کہ ان کے جسم موٹے ہوں گے۔ گویا کھانے پینے کی اتنی کثرت جو آدمی کے جسم کو موٹا بنانے کا ذریعہ بنے، اس کو نبیٔ کریم (ﷺ) نے برائی کے طور پر شمار کروایا، اور نبیٔ کریم (ﷺ) کے بعد جو برا زمانہ آنے والا ہے اس کی علامت کے طور پر ذکر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چیز پسندیدہ نہیں ہے۔ آج کل اس کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اور لوگ یہ جملہ بولتے رہتے ہیں کہ خوب کھاؤ اور جان بناؤ۔ حالاں کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے اس کو ناپسند فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر آدمی کو سب کچھ میسر ہو تب بھی بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا چاہیے، آدمی کھانے پینے میں اتنا آگے نہ بڑھے کہ اس کے موٹاپے کا ذریعہ بنے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خرچ کرنے کی ترتیب

حدیث ۵۱۰

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِي، وَقَالَ: حديث حسنٌ صحيحٌ)

ترجمہ:- حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! اگر تو اپنا زیادہ مال خرچ کردے تو یہ تیرے لئے بہت اچھا ہے، اور اگر روکے رکھے تو برا ہے۔ اور بقدرِ ضرورت (دنیوی ضرورتوں میں) جو کچھ خرچ کرے اس میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی ملامت نہیں ہے۔ اور خرچ کرنے کے معاملہ میں جن کی تم پر ذمہ داری ہے ان سے شروعات کرو۔

افادات:- ''فضل'' یعنی اپنی دنیوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو مال بچ جائے، اس کے متعلق نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اس کو جمع کرکے نہ رکھو، بلکہ اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ کردو؛ یہی بہتر ہے۔ اگر اس کو رہنے دوگے تو یہ تمہارے لئے برا ہے، اس لیے کہ تمہاری ضرورتیں تو پوری ہورہی ہیں، اب جو زائد بچ رہا ہے یہ تمہاری ضرورتوں میں استعمال نہیں ہورہا ہے، اگر آپ اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کروگے تو چھوڑ کر جاؤ گے، آپ کے تو کسی کام آنے والا نہیں ہے، لیکن اگر نیکی کے کاموں میں خرچ کردوگے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہوجائے گا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ چھوڑ کر جانے کے مقابلہ میں خرچ کرنا ہی اچھا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور یہ بھی فرمایا: خرچ کرنے کے معاملہ میں جن کی تم پر ذمہ داری ہے ان سے شروعات کرو۔ مطلب یہ ہے کہ بال بچے، والدین، اور دوسرے ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ اور خرچہ واجب ہے، یا جن پر خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے؛ آدمی کو ایسے لوگوں سے شروعات کرنی چاہیے، اور پھر دوسرے لوگوں کو دینا چاہیے۔ گویا خرچ کرنے کا بھی ایک خاص انداز بتایا گیا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جب آپ خرچ کرنے کا سلسلہ شروع کریں تو دوسروں کو تو خوب دے رہے ہیں اور جن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، یا جن کا نفقہ آپ پر واجب ہے، ایسوں کو تو پوچھتے ہی نہیں۔

جس کو تین چیزیں ملیں

حدیث ۵۱۱

وعن عُبَيْدِاللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الأَنْصَارِي الخطمِيِّ (رضي الله عنه) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا. (رَوَاهُ التِرمذِي، وقَالَ: حديث حسن)

(سِرْبُهُ) بكسر السين المهملة: أي نَفْسُهُ، وقِيلَ قومُه

ترجمہ:- حضرت عبیداللہ بن مِحْصَنْ انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو آدمی ایسی حالت میں صبح کرے کہ وہ اپنی قیام گاہ میں بالکل امن سے ہے (یعنی اس کو کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے، اس کی جان مال سب محفوظ ہے) اور اس کے جسم میں عافیت ہے (کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قسم کی بیماری میں مبتلا نہیں ہے)اور ایک دن کے کھانے پینے کا اس کے پاس انتظام ہے؛تو گویا اس کے لیے ساری دنیا اکٹھّی کر کے دے دی گئی ہے۔

افادات:-یعنی دنیا کی ساری ضرورتیں اس کو حاصل ہیں ، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اگر وہ کسی پاس ہے بھی تو وہ سب زائد ہے۔

میری ضرورت کا مجھ تک پہنچ جاتا ہے

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جملہ صوفی اقبال صاحب مہاجر مدنی (رحمۃ اللہ علیہ)نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ مجھے تجارت کا شوق ہوا،حضرت کے سامنے تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا: دیکھو!سہارنپور میں جتنے کارخانے اور دکانیں ہیں ،میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ سب میری ہیں،اوران پر جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور چلا رہے ہیں وہ سب میرے کارندے ہیں،حساب و کتاب کی ذمہ داری انہوں نے اپنے سر لے رکھی ہے،اور میری ضرورت کا مجھ تک پہنچ جاتا ہے،باقی سب اپنے کام کاج کی وجہ سے وہ لوگ لے لیتے ہیں۔

غور طلب حقیقت

حقیقت یہی ہے کہ کسی کے پاس اگر کروڑوں کی جائیداد بھی ہو،تو اس میں سے چوبیس گھنٹے کے ایک دن میں خود اس کے کام کا کیا ہے؟صرف وہی ہے جو اس دن اس کی ضرورت میں استعمال ہو رہا ہے،باقی جو کچھ بھی ہے وہ سب زائد ہے۔کہنے کو تو یوں کہا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے گا کہ وہ اس کا مالک ہے، لیکن خود اس کے استعمال میں نہیں آرہا ہے۔ جیسے ایک آدمی کے پاس بڑا بنگلہ ہے جس میں سو کمرے ہیں، ہر کمرے میں بیڈ (Bed) بستر بنا ہوا ہے، اور بہترین طریقے سے سجایا گیا ہے، تب بھی ایک وقت میں ایک ہی جگہ سوئے گا، باقی ننانوے تو خالی پڑے رہیں گے۔ اگر سو جوڑے کپڑے بنائے گا، تو ایک وقت میں تو ایک جوڑا ہی پہنے گا، باقی ننانوے جوڑے رکھے رہیں گے، بلکہ اگر ایک ساتھ دو جوڑے پہن لے گا تو سب کہیں گے کہ سیٹھ صاحب کے دماغ میں خلل آگیا ہے۔ کھانا پینا کتنا ہی زیادہ تیار کیا جائے، ایک وقت میں اپنی ضرورت جتنی ہے اور تندرستی بھی ساتھ دے رہی ہے، تو جتنا تقاضہ ہے اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا بقیہ سب اس کے حق میں بے کار ہے۔ تو غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ آدمی جتنا بھی مال و دولت جمع کرتا ہے، اس میں سے خود اس کے استعمال میں کتنا آتا ہے، اس کی بنیادی ضرورتیں جتنے مال سے پوری ہو جاتی ہیں، اس کے علاوہ سب زائد ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) فرماتے ہیں: اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے یہ تین چیزیں عطا فرما دیں تو یوں سمجھے کہ میری سب ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں اور ساری دنیا ملی ہوئی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کامیاب ترین آدمی

حدیث ۵۱۲

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ : قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَم، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اسلام لایا اور اس کی روزی بقدرِ ضرورت ہے، اور پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے اس پر قناعت اور صبر سے کام لیتا ہے؛ تو وہ کامیاب ترین آدمی ہے۔

افادات:- دراصل سب سے بڑی دولت قناعت ہے۔ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا ہی مال ہے لیکن قناعت کی صفت حاصل ہے تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اور اگر بہت بڑی مقدار میں دولت موجود ہے، لیکن قناعت نہیں ہے تو ہمیشہ پریشان رہے گا۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے قناعت کی دولت مانگے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا بتلائی ہے: "أَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَنِيْ وَاخْلُفْ عَلىٰ كُلِّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ" طواف میں رکن یمانی سے لے کر حجرِ اسود کے درمیان پڑھی جاتی ہے، جیسے ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ پڑھی جاتی ہے، ایسے ہی جب حجرِ اسود قریب آتا ہے اس وقت یہ دعا بھی حدیث میں آئی ہے۔ اے اللہ! جو روزی تو نے مجھے دی ہے اس پر قناعت عطا فرما، اور جتنا دیا ہے اس میں برکت فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خوش خبری ہے اس کے لیے

حدیث ۵۱۳

وعن أبي محمد فُضَالَةَ بنِ عبيدٍ الأنصاری(رضی اللہ عنہ) أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَقُوْلُ : طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ لِلإِسْلَامِ وكَانَ عَيْشُهُ كَفَافاً وَقَنِعَ.

ترجمہ:- حضرت فضالہ بن عبید انصاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں نے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ خوش خبری ہے اس آدمی کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی، اور اس کو بقدرِ ضرورت روزی عطا فرمائی، اور اس پر وہ قناعت کرتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جو آدمی بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے وہ قابلِ مبارکباد ہے۔)

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے گھرانے کی راتیں

حدیث ۵۱۴

وعن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِياً، وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کئی راتیں مسلسل ایسی گزارتے تھے کہ آپ بھوکے ہوتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے گھر والوں کو رات کا کھانا میسر نہیں آتا تھا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور جب کھانا میسر ہوتا تھا، تو وہ بھی عام طور پر جَو کی روٹی ہوتی تھی (دوسری کوئی چیز کبھی کبھار استعمال کرنے کی نوبت آتی تھی)

اہلِ صفہ کی بھوک پر حضور(ﷺ) کی تسلی

حدیث ۵۱۵

وعن فُضَالَةَ بْنِ عبيدٍ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ. حَتّٰى يَقُوْلَ الأَعْرَابُ : هٰؤُلَآءِ مَجَانِيْنَ. فَإِذَا صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) انصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً (رواه الترمذی)

الْخَصَاصَةُ: الْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ

ترجمہ:-حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیُ کریم (ﷺ) جب نماز پڑھاتے تھے تو بہت سے لوگ نماز کے درمیان بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاتے تھے، اور وہ صفہ والے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ دیہات سے جو لوگ آتے تھے وہ ان حضرات کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ان پر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے۔(جیسے کسی کو مرگی کا مرض ہوتا ہے تو وہ بیہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ تو وہ لوگ بھی ان حضرات کو ایسا ہی سمجھتے تھے کہ ان کو بھی وہی بیماری ہے۔) پھر جب نبیُ کریم (ﷺ) نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو آپ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے: تمہارے اس مجاہدے پر اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے لئے بطورِ اجر و ثواب کے جو کچھ رکھا ہوا ہے وہ اگر تم جان لو، تو تم دل سے اس بات کو پسند کرنے لگو کہ تمہارا یہ فاقہ اور ضرورت اور زیادہ بڑھ جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:۔یعنی اس وقت فاقہ کی یہ حالت ہے کہ تم بیہوش ہوکرگررہے ہو لیکن اس پر اللہ تعالیٰ نے جو اجروثواب رکھاہے وہ اگر معلوم ہوجائے توتم یہ تمنا کرنے لگو کہ اس تکلیف میں اوراضافہ ہو جائے۔دیکھئے!نبیؐ کریم (ﷺ) نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی اس حالت کودیکھ کررنج کااظہارنہیں فرمایا،بلکہ بطورِ تسلی کے ارشادفرمایا کہ یہ توایسی چیز ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہیں جوکچھ ملنے والاہے اگراس کاپتہ چل جائے تواس میں اور زیادتی کی تمنا کرو۔

بھراہواسب سے بُرا برتن

حدیث ۵۱۶

وعن أَبِي كَرِيْمَةَ المقدام بن معديكرِب (رضی اللہ عنہ) قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) يَقُوْلُ: مَا مَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلاَتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔ (رواہ الترمذی)

(أُكُلاَتٌ) أَيْ: لُقَمٌ

ترجمہ:۔حضرت مقدادبن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کریم (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سناکہ انسان نے اپنے پیٹ سے برااورکوئی برتن نہیں بھرا(یعنی پیٹ ایک ایسابرتن ہے جس کوبھرنابراہے)اورانسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جواس کی پیٹھ کو سیدھا کردیں (یعنی اتنا کھاناجس سے آدمی ذراٹٹارہوکرچل سکے۔اور حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ) اگرزیادہ ہی کھاناہے تو اتنا کھاؤکہ اپنے پیٹ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک حصہ پینے کے لیے، اور ایک حصہ سانس کے لیے(یعنی زیادہ سے زیادہ کھاناہے تو اتنا کھائے کہ ایک تہائی پیٹ بھرے۔)

سادگی ایمان کا حصہ ہے

حدیث ۵۱۷

وعن أبي أُمامَةَ إِياس بن ثعلبة الأنصاری الحارثی(رضی اللہ عنہ)قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يَوماً عِنْدَهُ الدُّنيَا.فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ(صلی اللہ علیہ وسلم):أَلَاتَسْمَعُوْنَ؟ أَلَاتَسْمَعُوْنَ؟أَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الإِيْمَانِ .أَنَّ البَذَاذَةَ مِنَ الإِيْمَانِ.يَعْنِيْ:التَّقَحُّلَ.

الْبَذَاذَةُ:بِالْباء الموحدة والذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.وهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيئَةِ وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ.وَأَمَّا التَّقَحُّلُ: فَبالقافِ والْحَاءِ:قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ:الْمُتَقَحِّلُ هُوَالرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِمِنْ خُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ۔

ترجمہ:-حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے صحابہ نے حضورِاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)کے سامنے دنیا(کی مال ودولت)کاتذکرہ کیا، تونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایا: کیا سنتے نہیں ؟ کیا سنتے نہیں ؟سادگی ایمان کا حصہ ہے،سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

افادات:- "بِذَاذَةٌ"سادہ لباس اورسادہ زندگی۔یعنی لباس میں آدمی فخرو مباہات اور بڑائی سے اپنے آپ کو بچائے،اوررہن سہن میں سادگی اختیارکرے۔اور آدمی اپنی حالت ایسی بنائے کہ سادہ زندگی کی وجہ سے اورکھانے پینے کے اندرعیش و عشرت کو چھوڑدینے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی وجہ سے آدمی کی کھال خشک ہو جائے،یعنی سادہ کھانا استعمال کرے ،زیادہ روغنی کھانا جب استعمال کرے گا تو کھال نرم ہوگی۔

عنبر مچھلی کا قصہ

حدیث ۵۱۸

وعن أبي عبد الله جابر بن عبد الله (رضی اللہ عنہ) قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)، وأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ (رضی اللہ عنہ) نَتَلَقَّى عِيْرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً. فَقِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ: نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ، فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَآءِ فَنَأْكُلُهُ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فَقَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا، وَنَحْنُ ثَلَاثُمِئَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَ نَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَ لَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَأَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهِ وَأَخَذَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟ فَأَرْسَلْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) مِنْهُ، فَأَكَلَهُ. (رواه مسلم)

ترجمہ مع تشریح وافادات:-حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم صحابہ کا ایک لشکر بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو ہمارا امیر بنایا آپ نے ہمیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قریش کے ایک قافلہ کی ٹوہ لگانے کے لئے بھیجا تھا اور توشہ کے لیے آپ (ﷺ) نے ہمیں (پورے لشکر کو جو تقریباً ساڑھے تین سو (۳۵۰) آدمی تھے) چمڑے کی ایک تھیلی دی جس میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں، اور کوئی چیز توشہ کے طور پر دینے کے لیے تھی ہی نہیں۔ (حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ) حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) ہم میں سے ہر ایک کو روزانہ ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس ایک کھجور کا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: جس طرح بچہ کے منہ میں کھجور دی جائے تو وہ چوستا رہتا ہے، ایسے ہی ہم اس کھجور کے دانے کو چوستے رہتے تھے، اور اس پر پانی پی لیتے تھے چوبیس گھنٹے کے لیے ہمیں وہی کافی ہوجاتا تھا۔ اور ہم اپنی لکڑیوں کے ذریعہ سے درختوں کے پتے جھاڑ لیا کرتے تھے اور اسی کو پانی میں بھگا کر کھالیتے تھے۔ (حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ) پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں ہمیں ایک چھوٹا سا ٹیلا نما نظر آیا، جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ تو ایک بڑا جانور تھا جس کو عنبر کہا جاتا ہے (یہ وہیل مچھلی کی ایک قسم ہے) وہ کنارے پر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے تو کہا: یہ کوئی مردار جانور ہے، پھر فرمایا: نہیں! بلکہ یہ تو سمندری مچھلی ہے۔ اور ہم اللہ کے راستہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) کے بھیجے ہوئے ہیں اور ویسے بھی اضطراری حالت میں ہیں جس میں مردار کھانا جائز ہے، اس لیے کھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ایک مہینہ وہاں قیام کیا، اور ہم تین سو آدمی تھے، ہم اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ اس کو کھانے کی وجہ سے ہم موٹے ہوگئے۔

(بخاری شریف کی روایت میں یہ ہے کہ فاقوں کی وجہ سے ہمارے جسموں میں جو کمزوری آگئی تھی، اور ہمارے جسم جو دبلے ہوگئے تھے اس مچھلی کو کھانے کی وجہ سے وہ دبلا پن دور ہوگیا۔ موٹاپے کا مطلب یہی ہے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی آنکھ کا کھڈّا(گڑھا)اتنابڑاتھا کہ ہم مٹکے بھر کر اس میں سے تیل نکالتے تھے،اوراسی سے گوشت پکاتے تھے۔اور حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ)نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کوچنااوران کواس آنکھ کے گڑھے میں بٹھایا۔جس کی آنکھ کا گڑھا اتنا بڑا ہوکہ تیرہ آدمی آرام سے اندربیٹھ سکتے ہوں،وہ مچھلی کتنی بڑی ہوگی!اور فرماتے ہیں :اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کولے کرکمان کی طرح کھڑاکیا، اور ہمارے پاس جوسب سے اونچااونٹ تھااس کواس کے نیچے سے گزارا۔

حضرت قیس بن سعدبن عبادہ (رضی اللہ عنہ)

اس روایت میں توصرف یہی ہے ، لیکن دوسری روایت میں ہے کہ اس اونٹ پر ہم میں سے جوسب سے اونچاآدمی تھااس کوسوارکرایا۔یہ حضرت قیس بن سعدبن عبادہ (رضی اللہ عنہ) تھے۔یہ بہت اونچے آدمی تھے،ان کے متعلق لکھاہے کہ جب سواری پر سوار ہوتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر لگتے تھے۔اوریہ بہت زیادہ بہادر بھی تھے،نبیؐ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)کے باڈی گارڈکے طورپرآگے آگے یہی رہتے تھے۔امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر مستقل باب قائم کیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیصرروم کو دنداں شکن جواب

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں ایک مرتبہ قیصرروم نے دوآدمی بھیجے،ایک بہت اونچاتھااوردوسرابہت پہلوان تھا۔ گویاوہ پوچھناچاہتاتھاکہ اگراس کاجواب ہوتو دو۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نےاونچے آدمی کاجواب دینےکے لئے انہی (حضرت قیس بن سعد بن عبادہ) کو بلایا۔جب یہ آئے توانہوں نے اوپرلمباکرتہ پہناہواتھا،نیچے سے اپنا پائجامہ نکالااوراس سے کہاکہ اس کوپہنو،جب اس نے پہناتووہ گلے تک پہنچتاتھا۔

اورپہلوان ومضبوط آدمی کاجواب دینےکے لیے حضرت محمدبن حنفیہ (رضی اللہ عنہ) (جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے ہیں ان) کوبلایااورپہلوان کے مقابلہ کے لیے بھیجا، انہوں نے اس پہلوان سے کہا:میں یہاں بیٹھتاہوں تومجھے میری جگہ سے ہلادے۔چناں چہ وہ بیٹھے تواس نے بہت کوشش کی لیکن ذرہ برابربھی ہلانہیں سکا۔پھراس سے کہا: اچھا! اب تو بیٹھ۔جب وہ بیٹھاتوانہوں نے ایک انگلی سے اس کاہاتھ پکڑکراوپراُٹھالیا۔ان کے متعلق لکھاہے کہ وہ سکّے کوہاتھ میں لے کر مسلتے تھے تواس کے اوپرجو چھاپ ہوتی ہے اس کو مٹادیتے تھے۔

توحضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نےحضرت قیس بن سعدبن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کوسب سے اونچے اونٹ پرسوارکرایااوران کے ہاتھ میں ایک نیزہ دیااوراس کواونچارکھنے کوکہااوراس پسلی کے نیچے سے -جوکمان کی طرح بناکرکھڑی کی تھی-گزرنے کے لیے کہا،اس طرح اس کے نیچے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے یہ گزرے تب بھی نیزہ اس پسلی کو نہیں لگا۔(اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مچھلی کتنی بڑی ہوگی!)

(حضرت جابر بن عبداللہ(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد بھی وہ گوشت اتنا بچا کہ ہم اپنے ساتھ باندھ کر واپس لے گئے۔جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور نبی ٔکریم(صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا:یہ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہے جو خاص تمہارے لیے بھیجی تھی۔پھر پوچھا:تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہوا ہے؟ بتایا گیا کہ ہے۔حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ گوشت نبی ٔکریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لاکر پیش کیا تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے بھی اس کو تناول فرمایا۔

حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرتہ کی آستین

حدیث ۵۱۹

وعن أسماء بنت يزيد (رضي الله عنها) قَالَت: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُوْلِ اللهِ(صلى الله عليه وسلم) إلى الرُّصْغِ۔(رواه ابو داود والترمذى، وقَالَ:حديث حسن)

ترجمہ:-حضرت اسماء بنت یزید(رضی اللہ عنہا)فرماتی ہیں کہ نبی ٔکریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرتے کی آستین ؛ کہنی اور ہتھیلی کے درمیان آدھے ہاتھ تک تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ آستین گٹوں تک پوری بنائی جاسکے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَضْلُ الْجُوْعِ

وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ

مجلس ۴

بھوک وفاقہ برداشت کرنے

اور سادہ زندگی بسر کرنے کی فضیلت

﴿مجلس ۴﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس باب میں سادہ زندگی بسر کرنے، بھوک وفاقہ برداشت کرنے اور کھانے پینے اور لباس میں کم سے کم مقدار پر اکتفاء کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات اور نفسانی تقاضوں کو چھوڑے۔ اسی سلسلہ میں نبیٔ کریم (ﷺ) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کے نمونے پیش کئے کہ وہ حضرات کھانے پینے اور لباس میں کتنے کم پر اکتفاء کرتے تھے، اور کیسے فاقوں کو برداشت کرتے تھے۔

دورِ نبوت کا ایک اہم واقعہ

حدیث ۵۲۰

وعن جابر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ ، فَجَاؤُوْا إِلَى النَّبِيِّ (ﷺ) فَقَالُوا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ: (أَنَا نَازِلٌ) ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقاً فَأَخَذَ النَّبِيُّ (ﷺ) الْمِعْوَلَ، فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْباً أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ائْذَنْ لِيْ إِلَى الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ: رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ (ﷺ) شَيْئاً مَا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعِنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعِنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ (ﷺ) وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضُجُ، فَقُلْتُ: طُعَيِّمٌ لِيْ، فَقُمْ أَنْتَ يَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلاَنِ، قَالَ (كَمْ هُوَ)؟ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: (كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى آتِيَ) فَقَالَ: (قُوْمُوْا) فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: وَيْحَكِ قَدْ جَاءَ النَّبِيُّ (ﷺ) وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ! قَالَتْ: هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: (اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا) فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ، وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلٰى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ مِنْهُ، فَقَالَ: (كُلِيْ هٰذَا وَأَهْدِيْ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ (ﷺ) خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلٰى امْرَأَتِيْ، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) خَمَصًا شَدِيْدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ، فَفَرَغَتْ إِلٰى فَرَاغِيْ، وَقَطَّعْتُهَا فِيْ بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ: إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ) فَقَالَ النَّبِيُّ (ﷺ): لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى أَجِيْءَ، فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِيُّ (ﷺ) يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِيْ فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِيْنًا، فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ، وَلَا تُنْزِلُوْهَا) وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ خندق کے دن ہم لوگ کھدائی کا کام کر رہے تھے (سردی کا زمانہ تھا، حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) جس ٹولی اور جماعت میں تھے اور اس جماعت کو کھدائی کے لیے جو حصہ حوالہ کیا گیا تھا اس کی) کھدائی کے دوران ایک جگہ پر سخت چٹان نکل آئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(بہت کوششیں کیں ،بہت کلہاڑیاں اوراوزار استعمال کیے،لیکن سارے ہتھیارجواب دے گئے اور کند ہوگئےلیکن وہ چٹان ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔جو حضرات یہ کام کررہے تھے انہوں نے آپس میں کہاکہ ہم چاہیں تو سخت چٹان کو چھوڑ کر دوسری طرف سے کھدائی کرسکتے ہیں ،لیکن اس میں یہ ہوگا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) نے جوخط کھینچاہے اس سے ہٹناپڑے گااورہم حضوراکرم (ﷺ) کی اجازت اور حکم کے بغیروہاں سے ہٹ نہیں سکتے،اس لئے)یہ حضرات نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضرہوئے اور عرض کیا:اے اللہ کے رسول!ایسی صورتِ حال ہے۔حضورِاکرم (ﷺ) نے فرمایا:میں آتاہوں (اورمیں خود اترکراس پتھر کو توڑوں گا۔یہ بات یاد رہے کہ اس کھدائی میں نبیٔ کریم (ﷺ) بھی بذاتِ خودشریک تھے اور جو مٹی نکلتی تھی وہ اٹھاکر باہر پھینکنے کاکام خود فرماتے تھے۔حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ میں نے خود نبیٔ کریم (ﷺ) کے شکمِ مبارک پر دیکھاکہ مٹی اُٹھاکر پھینکنے کی وجہ سے پوراپیٹ مٹی سے چھپ گیاتھا)آپ اپنی جگہ سے اُٹھے،اس وقت نبیٔ کریم (ﷺ) کے شکمِ مبارک پر پتھر بندھا ہواتھا(اوریہ کیوں تھا؟حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ)تین دن گزرچکے تھے لیکن کوئی چیزچکھنے کونہیں ملی تھی (دوسرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے بھی پیٹ پرپتھرباندھے ہوئے تھے اور حضوراکرم(ﷺ) کے پیٹ مبارک پر بھی بھوک اورفاقہ کی وجہ سےپتھربندھا ہواتھا آپ اندر اترے) پھاوڑا لیااوراس کے ذریعہ سے اس چٹان کومارا،آپ کے اس ضرب لگانےکیوجہ سے وہ چٹان بالکل ریت کی طرح ہوگئی۔

دوسری روایتوں سے معلوم ہوتاہے کہ آپ (ﷺ)نے تین ضربیں لگائیں ،پہلی ضرب سے ایک تہائی حصہ،اوردوسری ضرب سے دوسراایک تہائی،اورآخری ضرب سے آخری بچا ہوا حصہ ٹوٹا،اورہرضرب پرایک روشنی نمودارہوتی تھی۔حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ)نے وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

روشنی دیکھی، تو پوچھا: اے اللہ کے رسول! کچھ روشنی نظر آئی تھی۔ آپ (ﷺ) نے پوچھا: اچھا! کیا تم نے بھی وہ روشنی دیکھی؟ کہا: جی ہاں۔ اس پر حضورِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا: پہلی ضرب پر جو روشنی نکلی اس میں مَیں نے شام کے قیصر کے سرخ محلات دیکھے، دوسری روشنی میں مدائن کے سفید محلات دیکھے اور پھر تیسری روشنی میں صنعاء کا علاقہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بتایا گیا کہ یہ سب آپ کے لیے فتح ہوگا، یہ سنکر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

(اس وقت کچھ منافقین بھی وہاں موجود تھے۔ اب ایسے موقع پر جبکہ کھانے پینے کے لالے پڑ رہے تھے، دشمن سر پر چڑھائی کے لیے تیار تھا، اور کھدائی کا کام بھی خود ہی کرنا پڑ رہا تھا، ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ اگر ایسی بشارت سنائی جائے کہ اس زمانہ کی دو بڑی طاقتیں جو سپر پاور (Super Power) سمجھی جاتی تھیں وہ فتح ہوں گی تو یہ کیسے عقل میں آنے والی بات ہے؟ منافقین نے وہی کہا جو ایمان و یقین کی دولت سے محروم لوگ باتیں کیا کرتے ہیں۔

اور ایمان کی اتنی بڑی قیمت کیوں ہے؟ جنت کی قیمت ایمان ہی ہے؛ اس لئے کہ ایمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایسے حالات جو اس بات کی صداقت کی تائید نہیں کر رہے ہیں لیکن اللہ کا نبی وحی کی بنیاد پر ایک بات کہہ رہا ہے جو حالات کے خلاف ہے، اس کے باوجود اس بات کو مان لینا اور یقین کر لینا کہ ایسا ہی ہے۔ بظاہر اس کے بالکل خلاف نظر آرہا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو تب بھی اس کو یقین کے ساتھ بالکل سچا سمجھنا،یہی عین ایمان ہے ورنہ حالات موافق ہوں اور کوئی بات کہی جائے تو عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے، اور آدمی ویسے بھی وہ بات مان لیتاہے۔تومنافقین نے جب یہ سناتووہ ٹھٹھاواستہزاء کرنے لگے کہ دیکھو! کھانے کا تو ٹھکانہ نہیں ہے اوران کو قیصروکسریٰ کے محل نظر آرہے ہیں کہ وہ فتح ہوں گے۔اسی کو سورۂ احزاب میں ذکر کیا گیاہے:﴿وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾ جب منافقین اوروہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے وہ ایسی بات کررہے تھے کہ اللہ اوررسول نے ہم کو جو باتیں کہی ہیں وہ دھوکے کی بات ہے،وہ خالی سبز باغ دکھارہے ہیں۔)

(خیر!وہ چٹان ٹوٹ گئی،اور کھدائی کا کام مکمل ہوا۔حضرت جابر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ حضورِاکرم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے شکمِ مبارک پرپتھر بندھاہواجب میں نے دیکھاتومجھ سے نہیں رہا گیا، میں نے اپنے دل ہی دل میں ایک بات سوچی کہ گھر جاکر معلوم کروں اور کھانے کی کوئی چیز ہوتونبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)کی خدمت میں پیش کروں۔چوں کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں جب حاضری دی جاتی تھی تووہاں سے گھر جانے کے لیے اجازت لیناضروری تھا، اور پھر یہاں توجنگ کی تیاریوں کے لیے آئے ہوئے تھے،تواجازت لینااورزیادہ ضروری ہوگیا تھا) اس لیے میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں، مجھے کام ہے(حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے اجازت دے دی۔وہ اپنے گھر آئے) اوراپنی بیوی سے کہا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَیں نے نبی ٔ کریم (ﷺ) پر وہ چیز دیکھی (یعنی بھوک وفاقہ کا وہ اثر دیکھا) کہ مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں رہی، تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے (تاکہ ہم حضورِ اکرم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر سکیں؟) اس پر ان کی بیوی نے جواب دیا: کچھ جَو پڑے ہوئے ہیں (وہ ایک صاع، یعنی ساڑھے تین سیر تھے) اور بکری کا ایک بچہ ہے (حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ) مَیں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور بیوی نے وہ جَو پیس کر آٹا تیار کیا اور اس کو گوندھا اور میں نے گوشت کے ٹکڑے کرکے ہنڈیا میں ڈالے، اور پھر نبی ٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ آٹے کا خمیر ٹوٹ چکا تھا (مطلب یہ ہے کہ آٹا اس قابل ہوگیا تھا کہ اس کی روٹی بنائی جاسکے) اور ہنڈیا میں گوشت پکنے کے قریب تھا۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں آکر (چپکے سے) عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا گھر پر حاضر ہے، اے اللہ کے رسول! آپ اور آپ کے ساتھ ایک دو آدمی تشریف لایئے (وہ کھانا اتنا زیادہ نہیں تھا کہ سب کے لیے کافی ہوتا، ورنہ ان حضرات کو تو سب کو دعوت دینے میں بھی کوئی تأمل نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے مصلحت کے پیشِ نظر یہ عرض کیا کہ آپ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے کر گھر تشریف لایئے، تھوڑا سا کھانا موجود ہے، نوش فرمایئے۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ) نبی ٔ کریم (ﷺ) نے مجھ سے پوچھا: جس کو آپ تھوڑا سا کھانا کہتے ہیں وہ کتنا ہے؟ مَیں نے بتلادیا، تو نبی ٔ کریم (ﷺ) نے فرمایا: یہ تو بہت زیادہ اور بہت عمدہ چیز ہے۔ پھر حضور (ﷺ) نے حضرت جابر سے ایک بات تاکید کے طور پر ارشاد فرمائی کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ ہنڈیا کو چولہے پر سے نہ اُتارے اور تنور میں سے روٹی نہ نکالے جب تک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ میں نہ آجاؤں۔ یہ فرماکر حضورِاکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام سے کہا: چلو (اعلان کرادیا کہ جابر کے یہاں کھانے کی دعوت ہے، سب چلو) وہاں پر جتنے حضراتِ صحابہ موجود تھے (ایک ہزار سے زیادہ لوگ تھے) وہ سب حضوراکرم (ﷺ) کے ساتھ اُٹھے (حضرت جابر تو آگے نکلے اور حضور (ﷺ) پیچھے تشریف لے جارہے ہیں، یہ جلدی جلدی اپنے گھر پہنچے اور بیوی سے کہنے لگے کہ حضورِاکرم (ﷺ) تو مہاجرین وانصار جتنے بھی وہاں تھے سب کو لے کر آرہے ہیں۔ گویا ان پر ایک پریشانی کی سی کیفیت تھی کہ اب کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ کھانا ان سب کے لیے توکافی نہیں ہوسکتا ہے) اس پر ان کی اہلیہ نے ان سے پوچھا (اور یہ اس کی سمجھ داری کی بات ہے) تم سے حضور (ﷺ) نے حالات پوچھے تھے؟ کہا: ہاں (اور مَیں نے بتلادیا تھا اس کے باوجود بھی حضور (ﷺ) نے سب کو بلالیا۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ اس پر ان کی بیوی نے کہا کہ پھر تو فکر کی بات نہیں) چناں چہ حضور (ﷺ) تشریف لائے (راوی نے یہاں ذرا اختصار سے کام لیا ہے، ورنہ دوسری روایتوں میں ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) تشریف لائے اور آپ نے کچھ پڑھنے کے بعد ہنڈیا اور آٹے کے اندر اپنا لعابِ دہن ڈالا، اور ان کی اہلیہ سے فرمایا کہ تم ایک اور عورت روٹی پکانے والی بلالو۔ پھر آپ نے ہنڈیا کا ڈھکن بھی بند کردیا اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ) سب سے کہو کہ ایک ساتھ نہ آئیں (مکان میں اتنی گنجائش بھی نہیں تھی، دس دس آدمی آتے جائیں۔ چناں چہ دس دس کو اندر بلایا جاتا تھا، اور تنور سے روٹیاں نکلتی تھی) تو نبیٔ کریم (ﷺ) خود اپنے دستِ مبارک سے توڑ توڑ کر برتن میں رکھ کر ہنڈیا میں سے اس کے اوپر شوربہ اور گوشت کی بوٹیاں ڈالتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے،اس کے بعد ہنڈیا کو ڈھانپ دیتے تھے اورآٹے پر بھی کپڑا ڈلوادیتے تھے۔اس طرح صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)باری باری آتے رہے اور کھاتے رہے ،یہاں تک کہ سب شکم سیر ہوگئے (حضرت جابر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کھانا بچ گیا۔بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت جابر(رضی اللہ عنہ)فرماتے ہیں کہ مَیں ہنڈیا کو دیکھ کرسوچ رہا تھا کہ شروع میں جتنا تھا اتنا ہی رہ گیاہے،کچھ بھی کم نہیں ہوا ہے) پھر حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)نے ان کی اہلیہ کو بھی تاکید کی کہ تم بھی کھاؤاور دوسرے پڑوسیوں کو بھی ہدیہ کے طورپر بھیجو(اس لیے کہ آج کل فاقہ چل رہاہے ،اور دوسرے لوگوں کے پاس بھی کھانے کاانتظام نہیں ہے)

اسی روایت کودوسری سندسے پیش کیاہے اس میں کچھ الفاظ کافرق ہے، جس میں کچھ دوسری چیزیں بیان کی گئی ہیں جومیں آپ کے سامنے ذکرکرچکاہوں ۔

غزوۂ خندق کاپس منظر

افادات:-خندق ایک غزوہ کانام ہے۔نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے زمانہ میں مشرکین اور دشمنانِ اسلام کےساتھ مختلف لڑائیاں ہوئیں،جن لڑائیوں میں نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے؛ان کوغزوہ کہتے ہیں۔تو خندق بھی ایک ایسی ہی لڑائی ہے جو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)کے زمانہ میں ۵ سنہ ھ میں پیش آئی ،اوراس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس سے پہلے مدینہ منورہ کے اندر یہودیوں کاایک قبیلہ بنونضیرکے نام سے آباد تھا،اس کی شرارتوں کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وجہ سے اس کے ساتھ جنگ کی نوبت آئی اور اس قبیلے کے رہنے والے لوگوں کو وہاں سے جلاوطن کیا گیا۔ان کے ساتھ جب جنگ ہوئی اورانہوں نے دیکھا کہ ہم مقابلہ نہیں کرسکتے تو نبیٔ کریم (ﷺ) کے فیصلے پر راضی ہوگئے کہ آپ ہمارے لیے جو سزا تجویز کریں گے ہم اس کے لیے تیار ہیں۔تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ان سے کہا کہ تم اپنے ساتھ اونٹوں پر اٹھاکر جتنا بھی مال وسامان لے جاسکتے ہو؛لے جاؤاور مدینہ چھوڑ دو۔ تمہارے مکانات اور زمینوں پر مسلمان قابض ہوں گے۔چناں چہ اس پر عمل ہوا اوران کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا، ان میں کے کچھ لوگ خیبر میں جاکر آباد ہوئے، کچھ لوگ اُردن کے علاقہ میں جاکر آباد ہوئے۔ خیبر میں جاکر آباد ہونے والوں میں قبیلہ بنونضیر کے کچھ سردار قسم کے لوگ بھی تھے،جس میں حیی بن أخطب وغیرہ افراد تھے۔حیی بن أخطب کو اپنی جلاوطنی پر بڑا طیش اور ناراضگی تھی اوروہ کسی نہ کسی طریقہ سے نبیٔ کریم(ﷺ)اور مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتا تھا۔چناں چہ وہ یہودیوں کے چالیس آدمیوں کا ایک وفد لے کر مکہ مکرمہ گیا اور مشرکینِ مکہ سے گفتگو کی کہ آپ لوگ مدینہ پر چڑھائی کریں ،ہم آپ لوگوں کا ساتھ دیں گے۔اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ بھڑکایا۔ویسے مکہ والے پہلے سے مسلمانوں کے دشمن تو تھے ہی، اور اس سے پہلے بھی وہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کرچکے تھے،اوران کے ساتھ غزوۂ بدر،غزوۂ اُحد وغیرہ کئی جنگیں ہوچکی تھیں،اب ان یہودیوں نے آکردوبارہ ان کو آمادہ کیا۔ویسے تو انہوں نے مکہ والوں کے دل کی بات ہی کہی تھی لیکن مزید پختگی حاصل کرنے کے لیے مکہ والوں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اہلِ کتاب ہیں(یہ لوگ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور تورات کو ماننے والے تھے)تو اب یہ بتاؤ کہ ہم جس مذہب کو مانتے ہیں اور اس پر چلتے ہیں؛وہ اچھا ہے،یا مسلمان جس مذہب کو مانتے ہیں اور اس پر چلتے ہیں؛وہ اچھا ہے؟یہ لوگ ہمارے بتوں کی برائی کرتے ہیں اور ہم کو مشرک بتلاتے ہیں۔اب یہودی اہلِ کتاب ہونے کے ناتے سے یہ بات تو اچھی طرح جانتے تھے کہ بتوں کی پوجا کرنا بہت ہی برا کام ہے،اور نبیِ کریم (ﷺ) پر اگرچہ ایمان نہیں لائے تھے لیکن اپنی کتاب تورات میں نبیِ کریم (ﷺ) کے متعلق جو پیشین گوئیاں تھیں اور آپ(ﷺ) کی جو علامتیں ان کی کتاب میں بتائی گئی تھیں، اس کی بنیاد پر ان کو اس بات کا یقین تھا کہ نبیِ کریم(ﷺ) آخری پیغمبر ہیں ،اور ان کا ضمیر ان باتوں کو سمجھتا تھا کہ مسلمان جس دین اور مذہب کو مانتے ہیں وہ درست ہے ،اور مکہ والوں کا مذہب غلط ہے، اس کے باوجود اپنے ضمیر کے خلاف انہوں نے کہا کہ تمہارا مذہب صحیح ہے،تم حق پر ہو اور وہ باطل پر ہیں۔پھر مکہ والوں نے اتنی سی بات پر ہی اطمینان کا اظہار نہیں کیا،بلکہ کہا کہ چلو آؤ!ہم سب کعبہ کا غلاف پکڑ کر آپس میں معاہدہ کریں کہ جب تک مسلمانوں کو ختم نہیں کریں گے، وہاں تک ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں گے۔چناں چہ یہودیوں کے چالیس آدمیوں کا جو وفد آیا تھا وہ اور مکہ کے ذمہ دار اور سردار سب مل کر حرم میں گئے اور کعبہ شریف کا پردہ پکڑ کر آپس میں معاہدہ کیا کہ جب تک ہم نبیِ کریم (ﷺ)اور مسلمانوں کو شکست نہیں دیں گے ،ان کو ختم نہیں کریں اور ان کا قلع قمع نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریں گے ،وہاں تک ان کے ساتھ ہماری برابر لڑائی رہے گی،اوراس کے لیے ایک دوسرے کاپوراپوراساتھ دیں گے۔

یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ حلم ہے کہ اللہ کے دشمن ،اللہ کے گھر کاپردہ پکڑ کر، اللہ کے محبوب رسول کو ختم کرنے کامعاہدہ کررہے ہیں اوراللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اوروہ قادر ومختارہے،اس کے باوجودان کو ڈھیل دے رہاہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس معاہدہ کاآگے چل کرکیاحال ہونے والاہے،اس وقت سب کوپتہ چلے گا۔

بہرحال!اس طرح بات پکی ہوئی ،اس کے بعد یہ لوگ مکہ مکرمہ کے آس پاس مشرکین کے جوقبائل -غِطفان،سُلَیم اوراسلم غیرہ-آباد تھے، ان کے پاس گئے اوران سے بھی ساتھ دینے کوکہا۔ویسے ان کوتومسلمانوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی اس لیے ان کورشوت اورلالچ دی کہ اگرتم لوگ لڑائی میں ہماراساتھ دوگے توخیبرکے اندر جو کھجوریں پیداہوتی ہیں ،اس کی ایک سال کی پوری پیداوار ہم تمہیں دیں گے۔ان کو دشمنی سے کوئی لینادینانہیں تھالیکن ان کوکھجوروں کاجولالچ دیا گیا،اس بنیادپر انہوں نے بھی ساتھ دینے کی حامی بھرلی،یہ سب طے ہوگیا،اس کے بعد مکہ مکرمہ سے باقاعدہ ایک بڑا لشکر روانہ ہوا،اوراس میں غِطفان کے قبائل بھی شریک ہوئے،اُدھرسے یہودی بھی آئے، گویا ایک متحدہ محاذ(National Alliance)مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطہ وجودمیں آیا۔جب یہ لوگ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے تودس ہزارکا مجمع تھا۔نبی ٔکریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچاحضرت

عباس (رضی اللہ عنہ) ایمان لے آئے تھے، لیکن مکہ مکرمہ ہی میں تھے، انہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی۔ ویسے انہوں نے نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہجرت کی اجازت طلب کی تھی لیکن نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے فرمایا تھا کہ ابھی وہیں رہو، اور تم سب سے آخر میں ہجرت کروگے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نبوت کو ختم کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم پر ہجرت کو ختم کرے گا۔ اس لیے وہ مکہ مکرمہ ہی میں رہتے تھے اور مکہ والے مسلمانوں کے خلاف جو تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے ان سب کی خبر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیا کرتے تھے۔ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے ایک تیز رفتار سوار بھیج کر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی کہ یہاں سے ان لوگوں کا دس ہزار کا لشکر روانہ ہوچکا ہے۔ خیبر کے یہودیوں نے یہ سب تدبیریں کی ہیں اور وہ بھی ساتھ دینے والے ہیں۔ جب یہ اطلاع مدینہ منورہ پہنچی تو نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کو مشورہ کے لیے جمع کیا کہ دس ہزار کا لشکر ہے، ان کے مقابلہ کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ اس سے پہلے غزوۂ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا تھا اور اِس وقت کے مشورہ میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) بھی موجود تھے جو اصل فارس کے رہنے والے تھے۔ ان کے اسلام کا بھی بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے جو آپ نے حکایاتِ صحابہ میں تفصیل سے پڑھا اور سنا ہوگا۔ وہ غلام بنا کر لائے گئے اور جب نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس مشورہ کی مجلس میں وہ بھی تھے۔ اب یہاں سوال یہ تھا کہ دشمن اتنی بڑی تعداد میں چڑھ کر آرہا ہے، اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ تو حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مشورہ دیا کہ ہمارے یہاں فارس میں دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر شہر کے آس پاس اتنی بڑی خندق کھود دی جاتی ہے کہ دشمن اس کو آسانی سے پار نہ کرسکے، اور وہیں رہ کر اس بات کا اہتمام کیاجاتاہے کہ دشمن اندر اتر کر بھی اوپر آنے نہ پائے، گویاخندق کو دشمن کے لیے آڑبنادی جاتی ہے۔جب انہوں نے یہ مشورہ دیاتوسب نے ان کی رائے کو پسند کیا اورفیصلہ یہی ہواکہ مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والے راستہ پرجہاں سے لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں ،اس پورے حصہ پرایک گہری خندق کھود دی جائے۔

چناں چہ حضورِاکرم(ﷺ)نے بہ نفسِ نفیس اس پورے حصہ کاخط کھینچا۔اوپر کے علاقہ سے وادیٔ بطحان اورراطونہ تک خط کھینچاگیاتھا،جوتقریباًساڑھے تین میل سے لمبی، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتاہے کہ پندرہ فٹ چوڑی اوراتنی گہری کہ ترزمین نظر آگئی جو تقریباً پندرہ فٹ ہوتی ہے؛ایسی گہری خندق کھودناطے ہوا۔ اور نبیٔ کریم(ﷺ)نے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی دس دس کی ٹولیاں اورجماعت بنائی،اورہرایک جماعت کوکچھ کچھ حصہ کھودنے کا کام سونپ دیا۔اورظاہرہے کہ وہ پہاڑی علاقہ ہے، وہاں کی کھدائی بھی کوئی آسان کام نہیں تھااس کے باوجود اتنی لمبی چوڑی اوراتنی گہری خندق حضراتِ صحابۂ کرام(رضی اللہ عنہم)نے صرف چھ دن میں مکمل کردی۔اوروہ فقروفاقہ کا زمانہ تھا،جب خندق کھودی جارہی تھی اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کی سہولتیں نہیں تھیں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لئے پیٹ پر پتھر باندھ کر یہ کام کررہے تھے۔یہ واقعہ جواوپر روایت میں ذکر ہواہے وہ اسی خندق کے کھودنے کے دوران پیش آیاہے۔

حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) اور ہم

بہرحال !اس روایت کولانے کامقصدیہی ہے کہ یہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کی زندگی تھی کہ تین تین دن گزرجاتے تھے اور فاقہ رہتا تھا، کھانے کوکچھ میسر نہیں ہوتاتھا،اس کے باوجود کوئی شکایت نہیں تھی،اور اپنی اس حالت پر کوئی افسوس نہیں تھا۔ہمارے یہاں توصورت حال یہ ہوتی ہے کہ اگر ایک آدھ وقت خدانخواستہ کھانانہ ملے تومعلوم نہیں کیسی کیسی باتیں ہم زبان پر لے آتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی شکایتیں ہونے لگتی ہیں ،کفریہ کلمات آدمی زبان سے نکالنے لگ جاتے ہیں۔درحقیقت یہ بڑی خطرناک چیزہے۔نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اورحضراتِ صحابہ کی زندگی سے ہمیں سبق لینا چاہیے کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ کوئی ایک آدھ دن کے واسطے نہیں تھا، بلکہ ان کی پوری زندگیاں اسی طرح گزری ہیں ،حالاں کہ دنیوی نعمتوں کے بھی وہ ہم سے زیادہ حقدارتھے،لیکن انہوں نے اسی حالت کواپنے لیے پسندکیا۔پہلے بھی آچکا کہ تین تین چاند اس حالت میں طلوع ہوتے تھے کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)کے گھرمیں چولہانہیں جلتاتھا،لیکن کسی کے متعلق کسی جگہ آپ کویہ بات نہیں ملے گی کہ شکایت کاکوئی کلمہ ان کی زبان سے نکلا ہو۔بلکہ اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری بجالاتے تھے۔اور ہم تویوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سمجھتے ہیں کہ فقرو فاقہ نعوذباللہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے آتا ہے، اور زیادہ پیسے ملیں اوراچھی حالت ہوتووہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت ہے۔یہ سب علامتیں ہم نے اپنے طورپر مقرر کررکھی ہیں،جوبالکل درست نہیں،بلکہ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ دنیااسے بھی دیتے ہیں جس سے ناراض ہوں اوراس کو بھی دیتے ہیں جس سے راضی ہوں۔مؤمن کوبھی دیتے ہیں،کافرکوبھی دیتے ہیں۔بلکہ قرآنِ کریم میں سورۂ زخرف میں ہے جس سے تویہ معلوم ہوتاہے کہ کمزورقسم کے مؤمنوں کے ایمان سے بچل جانے کااندیشہ نہ ہوتاتو کافروں کو اللہ تعالیٰ اتنادیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں، سیڑھیاں،دروازےاوران کی مسہریاں اورپلنگ بھی سونے چاندی کے ہوتے،لیکن اگر ایسا ہوتا توبہت سے کمزور مسلمان یوں سمجھتے کہ چلو بھائی!پاٹلی(جماعت)بدل دو،وہیں اچھا ہے۔یعنی ہمارے ایمان کی حفاظت کالحاظ کرتے ہوئے ان کافروں کواتناکم دیاگیاہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو اورزیادہ دیتے۔

برکت کاایک قصہ

حدیث ۵۲۱

وعن أنس (رضی اللہ عنہ) قَالَ:قَالَ أَبُوطَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ:قَدْسَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) ضَعِيْفاً أَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ. فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْئٍ. فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصاً مِنْ شَعِيْرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَاراً لَهَا، فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)، فَذَهَبْتُ بِهِ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) جَالِساً فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ): أَرْسَلَكَ أَبُوطَلْحَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: أَلِطَعامٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ): قُوْمُوْا. فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتّٰى جِئْتُ أَبَاطَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ أَبُوطَلْحَةَ: يَاأُمَّ سُلَيْمٍ! قَدْجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ): هَلُمِّي مَاعِنْدَكِ يَاأُمَّ سُلَيْمٍ. فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ: (ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ) فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: (ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ) فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلاً أَوْثَمَانُوْنَ.

وفی روایة: فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ، وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَ، فَأَكَلَ حَتّٰى شَبِعَ، ثُمَّ هَيَّأَهَا فَإِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ أَكَلُوْا مِنْهَا.

وفی روایة: فَأَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلاً، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ (ﷺ) بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوْا سُؤْراً۔

وفی روایة: ثُمَّ أَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَانَهُمْ۔

وفی روایة عن أنس (رضی اللہ عنہ) قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) يَوْماً، فَوَجَدْتُهُ جَالِساً مَعَ أَصْحَابِهِ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) بَطْنَهُ؟ فَقَالُوا: مِنَ الْجُوْعِ، فَذَهَبْتُ إِلٰى أَبِي طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ أُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ۔ فَقُلْتُ: يَاأَبَتَاهُ! قَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَأَلْتُ بَعْضَ أَصْحَابِهِ، فَقَالُوا: مِنَ الْجُوْعِ۔ فَدَخَلَ أَبُو طَلْحَةَ عَلٰى أُمِّي، فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نَعَمْ، عِنْدِیْ کِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَإِنْ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) وَحْدَهٗ أَشْبَعْنَاهُ وَإِنْ جَاءَ آخَرُ مَعَهٗ قَلَّ عَنْهُمْ...وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت اُمِ سلیم (رضی اللہ عنہا) سے کہا (یہ حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا)؛ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ہیں، حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے باپ کا نام مالک تھا، ان کے انتقال کے بعد اُن کی والدہ حضرت اُمِ سلیم (رضی اللہ عنہا) نے حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے سوتیلے والد ہیں) کہ میں نے نبیٔ کریم (ﷺ) کی آواز بہت کمزور پائی ہے، میرا خیال یہ ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) کو فاقہ ہے، جس کا اثر آپ کی آواز میں محسوس ہوا، اس لیے کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جسے ہم نبیٔ کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے جَو کی چندروٹیاں گھر کے کونہ میں سے نکالیں اور اپنی اوڑھنی اپنے ہاتھوں میں لی اوراس اوڑھنی کے ایک کنارہ سے وہ روٹیاں لپیٹ کر میری بغل میں دبادیں ، اور اوڑھنی کا بچا ہوا باقی حصہ میرے جسم پر ڈال دیا، تاکہ وہ چھپ جائے، اور مجھے نبیٔ کریم (ﷺ) کے پاس بھیجا کہ جاؤ! حضور کی خدمت میں پیش کرو (حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں) میں حضور (ﷺ) کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں ، آپ کے ساتھ اور حضرات بھی ہیں۔ میں وہاں جاکر کھڑا ہوگیا (نبیٔ کریم (ﷺ) سمجھ گئے کہ ان کو حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے بھیجا ہے، چوں کہ تھوڑی دیر پہلے ہی حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) وہاں سے اُٹھ کر گئے تھے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں) نبیٔ کریم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا: کیا ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے تم کو بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اب حضور (ﷺ) یہ سمجھے کہ کھانے کے واسطے بلانے کے لیے بھیجا ہے، تو پوچھا: کھانا کھانے کے واسطے بلانے کے لئے؟ تو کہا: جی ہاں۔ یہاں ان کے ہاتھوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ام سلیم(رضی اللہ عنہا) نے روٹیاں بھیجی ہی تھیں۔دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے گھر آکر دیکھا کہ روٹیاں تھوڑی ہیں اور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رفقاء کے ساتھ دعوت نہیں دی جاسکتی۔اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی خدمت میں بھیج دیں تاکہ آپ اپنے طورپر اس کو تناول فرمائیں اور اپنی ضرورت پوری کرلیں،لیکن روٹیاں لے کر جب حضرت انس(رضی اللہ عنہ) پہنچے تو نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد ہی میں تشریف فرما تھے،گھر پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔دوسری روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس(رضی اللہ عنہ) کو اختیار دیا تھا کہ اگر مناسب معلوم ہو تو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کو گھر پر بُلوالیں۔لیکن جب یہاں آکر دیکھا کہ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) تو مجمع میں موجود ہیں،تو اب یہ کشمکش میں پڑگئے کہ لوگوں کے درمیان یہ روٹیاں جو میرے ساتھ بھیجی گئی ہیں ، میں آپ کی خدمت میں پیش کروں یانہ کروں، اس لیے کہ یہ بہت کم مقدار تھی ،اورنبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ لوگوں کے موجودگی میں اگر اس قسم کی کوئی چیز آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر آتی تھی ،تو آپ تنہا تناول نہیں فرماتے تھے ،بلکہ لوگوں کو بھی شریک کرلیتے تھے۔اس لیے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تووہ چکرا گئے اور کشمکش میں پڑگئے، اور وہیں کھڑے ہوگئے۔ان کو کھڑا ہوا دیکھ کر نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سمجھے کہ ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) نے بلانے کے لیے ان کو بھیجاہے،اس لیے پوچھا کہ تمہیں ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) نے بھیجا ہے؟توانہوں نے کہا:جی ہاں۔کھانا کھانے کے واسطے بلانے کے لئے؟ تو کہا: جی ہاں۔حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے پاس بیٹھے ہوئے حضرات سے کہا: چلو۔جو خطرہ تھاوہی بات پیش آئی کہ سب کے لیے کافی ہوجائے اتنا تووہاں تھانہیں۔چناں چہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تمام صحابہ بھی اُٹھے جو وہاں موجود تھے۔حضرت انس(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں جلدی جلدی گھر پہنچ گیا اور جاکر حضرت ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) کو اطلاع دی کہ نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) تواپنے تمام رفقاء کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) بھی یہ سن کرذرا گھبرائے کہ گھر میں توکوئی چیز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے نہیں ،اور نبیٔ کریم (ﷺ) تشریف لارہے ہیں۔ اپنی اہلیہ حضرت اُم سلیم (رضی اللہ عنہا) سے جو حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی والدہ تھیں کہا: نبیٔ کریم (ﷺ) صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ تشریف لارہے ہیں اور ہمارے پاس ان کو کھلانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔یہ سن کر حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔انہوں نے معلوم کرلیا تھا کہ حضور (ﷺ) کو بتلادیا گیا ہے،اس لیے بڑے اطمینان سے کہا: حضور (ﷺ) زیادہ بہتر جانتے ہیں۔یہ بھی ان کی سمجھ داری کی بات ہے۔چناں چہ یہ سب بات توگھر میں ہوئی۔اس کے بعد ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) گھر سے باہر تشریف لائے۔کیوں کہ معلوم ہوچکا تھا کہ نبیٔ کریم (ﷺ) تشریف لارہے ہیں،تو گھر میں بیٹھے نہیں رہے، بلکہ باہر آکر نبیٔ کریم (ﷺ) کا استقبال کیا۔ حضور (ﷺ) ان کے ساتھ تشریف لائے یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات مکان میں داخل ہوئے۔گھر میں داخل ہونے کے بعد نبیٔ کریم (ﷺ) نے ام سلیم (رضی اللہ عنہا) سے کہا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لاؤ،مجھے دو۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) پہلے ہی روٹیاں لے کر پہنچ چکے تھے انہوں نے وہ روٹیاں نبیٔ کریم (ﷺ) کے سامنے پیش کیں،تو نبیٔ کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ان روٹیوں کو توڑو۔پھر کہا:گھر میں اور کوئی چیز ہے؟ بتایا گیا: گھی کا صرف ایک پیالہ ہے اوروہ بھی ختم ہورہا ہے،اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا:وہ بھی لاؤ۔

دوسری روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم (ﷺ) اور حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) دونوں نے مل کر بڑی قوت سے اس کو دبا کر نچوڑا،تو اندر سے گھی کے کچھ قطرے ٹپکے۔گویا یہی سالن ہوگیا۔پھر نبیٔ کریم (ﷺ) نے کچھ پڑھااور اس کے اندر دم فرمایااور حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے کہا:اُٹھو، اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔چناں چہ دس آدمی اندر گھر میں داخل ہوئے۔انھوں نے اسی روٹی کو جس کا چورا کیا گیا تھااور گھی کے چند قطرے اوپر سے ٹپکائے گئے تھے اس کو کھایا، یہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تک کہ شکم سیر ہوگئے۔وہ لوگ باہر گئے تو پھر کہا اور دس کو بلواؤ۔چناں چہ اور دس کو بلایا گیا۔انھوں نے بھی کھایا،وہ بھی شکم سیر ہوئے،اور باہر نکلے۔پھر کہا اور دس کو بلالو۔ ان کو اجازت ملی تووہ آئے،اس طرح سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔وہ تمام ستّر (۷۰) یا اَسّی(۸۰) آدمی تھے۔

اس روایت کے دوسرے الفاظ کو بھی ذکرکیاہے۔اس میں یہ بھی ہے حضرت انس(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبیٔ کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضرہوا۔دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیٹ پر پٹی بندھی ہے۔اب یہ تو بچے تھے ان کو کبھی خیال نہیں گذرا کہ ایسا کیوں کیاجاتا ہے۔انہوں نے لوگوں سے پوچھا: کیا بات ہے کہ نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے شکم مبارک کے اوپر پٹی باندھی ہے؟ لوگوں نے کہا: بھوک کی وجہ سے۔توحضرت انس(رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں:میں نے جاکراپنے سوتیلے والد حضرت ابو طلحہ(رضی اللہ عنہ) کواس کی اطلاع دی کہ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیٹ مبارک پرتو بھوک کی وجہ سے پٹی بندھی ہے، میں نے لوگوں سے پوچھاکہ ایسی پٹی کیوں بندھی ہےتولوگوں نےیہ بتلایا۔چناں چہ حضرت ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ)تشریف لائے اور پھر یہی قصہ پیش آیاجو اوپر تفصیل سے گزرا۔

افادات:-خلاصہ یہ ہے کہ اصل زندگی تویہی ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی آزمائش نہ مانگیں،بلکہ دعایہی مانگیں کہ ہمیں اچھی حالت میں رکھے ، ہماری کمزوری کی وجہ سے ایسی نوبت نہ آئے، اوربغیر آزمائش ہی کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کامعاملہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرمائے۔باقی ایسی زندگی کا پسندیدہ اور مطلوب ہونااوراس کی فضیلت اوراس کی وجہ سے مراتب کابلندہونا؛اپنی جگہ پرایک اٹل حقیقت ہے۔یہی اچھی چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم(ﷺ)کے لیے اور حضرات انبیاء کے بعدافضل ترین جماعت-صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)-کے لیے پسند کیاہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق وسعادت عطافرمائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دعا

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، خطاؤں سے درگزر فرما۔ اے اللہ! تیرے حبیبِ پاک (ﷺ) اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں اور ان کے طریقۂ زندگی سے سبق لینے کی اور اسی کو محبوب اور پسندیدہ بنانے کی توہمیں توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اپنا فضل فرما۔ اے اللہ! ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما۔ نبیٔ کریم (ﷺ) کے طریقوں اور سنتوں کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنانے اور اختیار کرنے کی تو ہمیں توفیق عطا فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com